

Reliability of the Four Gospels.

Vol. 1.

By

THE VEN'BLE ARCHDEACON BARAKAT ULLAH, M.A.

قدامت و اصلیت انابیل اربعہ

جلد اول

برکت اللہ صاحب ایم۔ لے



پنجاب ریجنل بک سوسائٹی

انارکلی - لاہور

فہرست مضامین

صفحہ

۱۰۵۶	دیباچہ
۱۱	حصہ اول - دورِ اوّلین
۱۱	باب اول - گواہوں کے بادل
۲۴	باب دوم - مسیحی کلیسیا کا آغاز اور انجیلِ جلیل کی اشاعت
۳۱	باب سوم - اناجیلِ اربعہ کا پس منظر
۴۸	باب چہارم - چشمِ دید گواہوں کے زبانی اور تحریری بیانات
۱۱	فصل اول - زبانی بیانات کے نظریہ کی تنقید
۶۴	فصل دوم - خداوندِ مسیح کی آمدنی کا انتظار اور زبانی بیانات کا مفروضہ
۷۳	باب پنجم - اناجیل کے ماخذ
۷۴	فصل اول - رسالہ کلمات
۸۵	فصل دوم - رسالہ اثبات
۹۴	حصہ دوم - جمع و تالیفِ اناجیل
۱۱	باب اول - انجیلِ مرقس کی تالیف
۱۱	فصل اول - انجیلِ مرقس کے ماخذ
۱۱۲	فصل دوم - انجیلِ مرقس کی خصوصیات
۱۱۸	فصل سوم - انجیلِ مرقس کا پایہ اعتبار
۱۲۶	باب دوم - انجیلِ متی کی تالیف
۱۱	فصل اول - انجیلِ متی کے ماخذ

- فصل دوم۔ مقدس مٹی کی انجیل کی خصوصیات۔۔۔ ۱۳۵
- فصل سوم۔ مقدس مٹی کی انجیل کی قدامت اور پایہ اعتبار ۱۴۰
- باب سوم۔ انجیل لوقا کی تالیف۔۔۔۔۔ ۱۴۶
- فصل اول۔ انجیل لوقا کے ماخذ۔۔۔۔۔ ۱۴۶
- فصل دوم۔ مقدس لوقا کی انجیل کی خصوصیات۔۔۔ ۱۵۸
- فصل سوم۔ انجیل لوقا کی قدامت اور پایہ اعتبار۔۔ ۱۶۰
- باب چہارم۔ انجیل کے طریقہ تالیف پر تبصرہ۔۔۔ ۱۷۱
- حصہ سوم۔ تاریخ تصنیف انجیل متفقہ ۱۹۱
- باب اول۔ تاریخ تصنیف رسالہ اعمال الرسل۔۔۔ ۱۹۲
- فصل اول۔ تاریخ تصنیف کی اندرونی شہادت۔۔۔ ۱۹۲
- فصل دوم۔ رسالہ اعمال کی زبان، خیالات اور معتقدات۔۔ ۲۰۵
- فصل سوم۔ مقدس پولوس کے خطوط اور اعمال کی کتاب۔۔ ۲۱۶
- فصل چہارم۔ مخالف علماء کے خیالات کی تنقیح و تنقید۔۔ ۲۲۰
- باب دوم۔ تاریخ تصنیف انجیل لوقا۔۔۔۔۔ ۲۲۸
- فصل اول۔ مخالف علماء کے دلائل کی تنقید۔۔۔ ۲۲۹
- فصل دوم۔ مسیحی اصطلاحات اور انجیل لوقا۔۔۔ ۲۴۱
- فصل سوم۔ انجیل لوقا کا سن تصنیف۔۔۔۔۔ ۲۴۶
- باب سوم۔ تاریخ تصنیف انجیل مرقس۔۔۔۔۔ ۲۵۲
- فصل اول۔ انجیل مرقس کا پس منظر۔۔۔۔۔ ۲۵۲
- فصل دوم۔ انجیل مرقس اور اولین ایام کے معتقدات۔۔ ۲۶۰
- فصل سوم۔ مقدس لوقا اور مقدس مرقس کی انجیل کا باہمی تعلق ۲۷۰

- فصل چہارم - انجیل مرقس کا سن تصنیف اور تواریخی واقعات ۲۷۱
 فصل پنجم - مخالف علماء کے خیالات کی تنقید .. ۲۸۰
 باب چہارم - تاریخ تصنیف انجیل متی .. ۲۸۷
 فصل اول - انجیل متی کا پس منظر .. " "
 فصل دوم - انجیل متی کا سن تصنیف .. ۲۹۰
 فصل سوم - انجیل متی اور انجیل مرقس کا باہمی تعلق اور ان کی قدامت ۳۰۰
 فصل چہارم - مخالف علماء کے دلائل کی تنقید .. ۳۰۲
-

پہلی ایڈیشن کا دیسباچہ

قریباً تیس سال کا عرصہ ہوا میں نے مسئلہ تحریف پر کتاب صحت کتب مقدسہ لکھنی تھی جس کی دوسری ایڈیشن ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی۔ میں نے اس میں یہ ثابت کیا تھا کہ یونانی اناجیل جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں نہایت صحت کے ساتھ دو ہزار سال سے من دین محفوظ چلی آتی ہیں۔ تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ جہاں تک یونانی متن کی صحت کا تعلق ہے رومے زمین کی کوئی قدیم کتاب انجیل جلیل کی صحت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس اس لحاظ سے انجیل ایک الاجواب اور بے نظیر کتاب ہے۔

لیکن اس کتاب میں اس موضوع کے دو پہلوؤں پر بحث نہیں کی گئی۔ یہ دو پہلو حسب ذیل ہیں جن پر اس رسالہ میں بحث کی گئی ہے:-

اول۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت کلمتہ اللہ کے کلمات طیبات جو اناجیل اربعہ میں مندرج ہیں بعینہ وہی ہیں جو آپ کی زبان معجز بیان سے نکلے تھے؟ کیا ان کلمات کے فرمائے جانے اور ان کے اناجیل میں لکھے جانے کے درمیانی عرصہ میں کوئی ایسا فتور تو ان میں واقعہ نہیں ہوا جس کی وجہ سے وہ ساقط عن الاعتبار ہو گئے ہوں؟

دوم۔ حضرت کلمتہ اللہ کی مادری زبان صوبہ گلیل کی ارامی بودی تھی جس

میں آپ لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے لیکن موجودہ اناجیل کی زبان یونانی ہے جس کا اردو ترجمہ ہم پڑھتے ہیں۔ پس اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے کلمات جو یونانی لباس میں ہمارے پاس موجود ہیں درحقیقت وہی کلمات ہیں جو آپ نے ارامی زبان میں فرمائے تھے ۹

یہ دونوں سوالات اہم قسم کے ہیں۔ اگر آنحضرتؐ کے الفاظ میں اساطیر تحریر میں آنے سے پہلے ہی کسی قسم کا فتور واقع ہو گیا ہو یا ان کے ارامی بولی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوتے وقت کوئی اہم تبدیلی واقع ہو گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر ان کے پایہ اعتبار پر پڑے گا۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ کے کلمات کے فرمائے جانے اور اساطیر تحریر میں آنے کے درمیان وقفہ میں کسی قسم کے فتور کے پیدا ہونے کا احتمال نہیں ہو سکتا اور کہ ان کے یونانی لباس کی وجہ سے ان کی صحت میں فی الحقیقت کوئی فتور واقع نہیں ہوا تو اناجیل اربعہ کی بے نظیر صحت اور رفیع پایہ اعتبار میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

گزشتہ چالیس سال سے علماء ان دو سوالوں پر غور کر رہے ہیں۔ ان کی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ بے شمار ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس نے ان تمام کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اس مسئلہ کا گزشتہ تیس سالوں سے مطالعہ کرتا چلا آیا ہوں۔ اس کتاب کے آخر میں حوالوں کی فہرست گواہ ہے، کہ اس موضوع پر پبلیسیوں مضامین، رسالے، کتابچے اور کتابیں میری نظر سے گذری ہیں۔ پھر بھی میں اپنی کم مائیگی سے بخوبی واقف ہوں۔ خوش قسمتی سے کسی مصنف کی کتاب کے مفید ہونے کے لئے لازم نہیں کہ وہ عالم کل اور ہمہ دان بھی ہو۔

مقدس غرب سسٹم (از ۱۳۲۷ تا ۱۳۳۷) اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں "جس طرح معطر اشیاء کو جتنا رگڑا جائے اتنا ہی زیادہ ان میں سے خوشبو نکلتی ہے اسی طرح جتنا زیادہ کتب مقدسہ کی چھان بین کی جائے اتنا ہی حقائق و معارف کے پوشیدہ خزانے ہم پر کھلتے جاتے ہیں" مغرب کے مسیحی اور غیر مسیحی علماء کی بیاہنج پڑناں، چھان بین اور تنقید اس صداقت کی زندہ مثال ہے۔ ان کی تنقیح و تنقیہ نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ خدّاد کے کلمات طبیّات، معجزات، بتیّات اور سوانح حیات من وعن اناجیل میں ایسے محفوظ ہیں کہ اس ماجرے کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اس کتاب کی پہلی جلد میں ہم نے اناجیل متفقہ یعنی پہلی تین انجیلیوں پر بحث کی ہے۔ چونکہ پہلی تینوں انجیلیں خدّاد و مسیح کی سہ سالہ خدمت کے صرف اُس حصّہ کے ذکر کرنے پر اتفاق کرتی ہیں جو صوبہ یحلیل میں گزرا لہذا ان اناجیل کو "اناجیل متفقہ" کا نام دیا گیا ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں انجیل چہارم پر اور اناجیل اربعہ کی اصل زبان اور اس کے یونانی ترجمہ پر بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مردّجہ اناجیل اربعہ کی صحت میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔

ہم نے اس کتاب کے متن کو حوالوں سے پاک رکھا ہے اور کتاب کی ہر جلد کے آخر میں تمام حوالوں کو مہرباب اور فصل کے عنوان کے ماتحت درج کر دیا ہے تاکہ شائقین ان کا خود مطالعہ کر کے ان کتابوں اور رسالوں سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

مجھے واثق یقین ہے کہ حق کی تلاش کرنے والے اس کتاب کے نتائج اور دلائل کو قبول کرنے کے قابل پائیں گے۔ ان سے میری درخواست ہے کہ

بائیل مقدس کے جو حوالے اس کتاب میں جابجا درج کئے گئے ہیں ضرور پڑھیں
 کیونکہ انہی پر دلائل کی پختگی کا دار و مدار ہے۔ اگر میں اُن کو نقل کرتا تو یہ
 کتاب ضرورت سے زیادہ طویل ہو جاتی۔ پس متلاشیانِ حق سے التجا ہے
 کہ وہ ہر حوالہ کا پہلے مطالعہ کریں اور پھر آگے پڑھیں اور حوالی الذہن ہو کہ
 ٹھنڈے دل سے کتاب کے دلائل پر غور کریں۔ میری دعا ہے کہ وہ بھی مصنف
 کی طرح منجیٰ عاملین کے قدموں میں آکر ابدی نجات حاصل کریں۔ آمین

احقر العباد
 برکت اللہ

۱۵ جنوری ۱۹۵۵ء
 گورنمنٹ روڈ، امرتسر

دوسری ایڈیشن کا دیباچہ

تین سال کا عرصہ ہوا ہے کہ اس کتاب کی پہلی ایڈیشن چھپی تھی۔ اس کا شائع ہونا تھا کہ شمالی ہند اور پاکستان کے مختلف کونوں سے اس کی مانگ اس قدر ہوئی کہ دو سالوں کے اندر پہلی ایڈیشن ختم ہو گئی۔ میں اپنے منجی خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے اس کتاب کو متلاشیان حق کے لئے استعمال کیا ہے۔ جب میں یہ کتاب لکھ رہا تھا تو میری آنکھوں میں موتیا بند آئے اور تھا اور میں نے بصرہ مشکل اس کو ختم کیا تھا۔ دریں حالت کتابت اور طباعت کی خامیوں کا وجود ناگزیر تھا۔ خدا باپ کا لاکھ لاکھ شکر ہو جس نے مجھے دوبارہ بینائی عطا فرمائی ہے۔ میں نے اس ایڈیشن میں ان خامیوں کو دُر کیا ہے اور ایذا دیاں بھی کی ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس کتاب سے بیش از پیش فائدہ اٹھا سکیں گے۔

میری دعا ہے کہ خدا طالبان حق کی چشم بصیرت کو کھولے تاکہ وہ خدا کے کلام حق پر جو ”زندہ اور قائم ہے“ ایمان لا کر خدا کی معرفت اور ابدی زندگی حاصل کریں۔ آمین۔

احقر العباد

برکت اللہ

ہنری مارٹن سکول - علیگرہ

۲۹ - دسمبر ۱۹۵۵ء

حصہ اول - دورِ اولین

(از سلسلہ تائیس)

باب اول

گواہوں کے بادل

آنحضرتؐ نے صرف ۳۳ سال کی عمر پائی اور ۳۳ سال میں مصلوب ہوئے۔
تیس سال تک آپؐ نے محنت و مشقت کر کے اپنے خاندان کی پرورش کی اور جب آپؐ
کے بھائی ردی کمانے کے لائق ہو گئے اور بہنوں کی شادی ہو گئی (مرقس ۳: ۲۰ وغیرہ)
اور آپؐ ان دنیادی تعلقات کے فرائض سے سبکدوش ہو گئے تو آپؐ نے خدا کی
امداد و محبت اور اہل بیت کا پرچار کرنا شروع کیا (لوقا ۳: ۳۴ مقابلہ گنتی ۳: ۳۴ مرقس ۱: ۱)۔
آپؐ نے ہر مقام اور ہر طبقہ میں منادی کی۔ شہروں میں (مرقس ۱: ۱ و ۱: ۸) گاؤں میں
بستیوں میں (مرقس ۶: ۶)۔ ویران جگہوں میں (مرقس ۶: ۳۴)۔ صوبہ گلیل میں (مرقس ۱: ۲۱)۔
گنیسرت کے علاقہ میں (مرقس ۶: ۶)۔ صودا و صیدا کی سرحدوں میں (مرقس ۶: ۶)۔ یلمنوتہ
کے علاقہ میں (مرقس ۶: ۶)۔ قیصریہ فلیپی کے گاؤں میں (مرقس ۶: ۶)۔ یہودیہ کی سرحدوں میں اور یرون
پار کی جگہوں میں (مرقس ۶: ۶)۔ سامریہ کے علاقوں میں (لوقا ۹: ۱)۔ یوحنا نام باب)۔ یہودیہ میں
(لوقا ۳: ۳)۔ یروشلم اور اس کی ہیکل میں آپؐ نے خدا کی محبت کا پیغام دیا (مراد ۱۲ باب)۔

(۱) یوحنا ۲ (غیر) جہاں کہیں آپ گئے آپ نے ہر قسم کے بیماروں کو شفا بخشی (مر ۱۴)
 - (۲) آپ نے ناپاک رُوحوں کو نکالا (مر ۱۶)۔ اندھوں (مر ۵ و ۱۰)۔ بہروں
 لنگڑوں (لو ۱۴) کوڑھیوں (مر ۱۶)۔ لوٹا (لو ۱۶)۔ مرگی والوں (مر ۹)۔ لنگھوں۔
 مغلو جوں (مر ۲ و ۳)۔ پاگلوں (مر ۵)۔ گونگوں (لو ۱۱)۔ ہیکلوں (مر ۳)۔
 عورتوں (مر ۵)۔ لو ۲ و ۱۳)۔ غرض سبھی قسم کے بیماروں کو (متی ۲۳: ۴) آپ
 نے اچھا کیا۔ آپ نے مردوں کو زندہ کیا (مر ۵)۔ لو ۱۵)۔ لو ۱۶)۔ ہزاروں بچوں کو
 کو اعجازی طور پر کھانا کھلایا (مر ۶ و ۸)۔ آپ کی شہرت ہر چہا طرف پھیل
 گئی (مر ۱) (غیر)۔ آپ جہاں جاتے لوگ سارے علاقہ میں چاروں طرف
 دوڑتے اور بیماروں کو چارپائیوں پر ڈال کر جہاں کہیں سنا کہ آپ ہیں لئے پھرتے
 (مر ۵)۔ وہ آپ کے معجزات بتاتے اور آپ کے کلماتِ طبیات کو سن کر انگشت
 بند رہ جاتے اور کہتے ”یہ کیا حکمت ہے جو اسے بخشی گئی اور کیسے عجیب اس کے
 ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں“ (مر ۶)۔ وہ رنگ ہو کر کہتے ”جو کچھ اس نے کیا سب اچھا کیا“
 (مر ۶)۔ سب لوگ آپ کی تعلیم کو سن کر حیران ہوتے کیونکہ وہ ان کو فقیہوں کی طرح
 نہیں بلکہ صاحب اختیار کی طرح تعلیم دیتا تھا۔ (مر ۶)۔

آپ کی شہرتِ طویل، یہودیہ، سامریہ، ضربیکہ، تمام ارض مقدس میں پھیل گئی۔ آپ جہاں
 جاتے بھڑوں کی بھڑیں آپ کی زیارت کو اور آپ کی تعلیم سننے اعدا آپ کے معجزات
 دیکھنے کو (یوحنا ۱۱: ۱۸) چاروں طرف سے جمع ہو جاتے۔ ایسا کہ آپ کسی شہر میں
 نماہر داخل نہ ہو سکتے (مر ۱)۔ لوگ شہروں سے اکٹھے ہو ہو کر پیدل دوڑتے
 (مر ۶)۔ جس گھر میں آپ جاتے ”سارا شہر دروازہ پر جمع“ ہو جاتا (مر ۱) اور
 ”دروازہ پر جگہ نہ رہتی“ (مر ۶)۔ اتنے لوگ جمع ہو جاتے کہ آپ کھانا بھی نہ کھا سکتے
 (مر ۶)۔ آپ کے مصاحبین کا بھی یہی حال ہوتا اور ان کو کھانا کھانے کی بھی فرصت

نہلتی تھی (مر ۶)۔ اگر آپ گھر سے باہر نکلتے تو بھڑاس قدر ہوتی کہ آپ پُرگری
 پڑتی (مر ۵)۔ جب آپ تعلیم دینے کی خاطر جھیل کے کنارے چلے جاتے تو
 جم غفیر جمع ہو جاتا (مر ۳ - ۲) اور اکثر اوقات یہودیہ اور یروشلم اور ادمیہ
 سے اور یرون کے پار صورا اور صیدا کے آس پاس سے ایک بڑی بھڑ جمع ہو جاتی
 ایسا کہ آپ کو اپنے رسولوں سے کہنا پڑتا کہ "بھڑ کی وجہ سے ایک چھوٹی کشتی میرے
 لئے تیار رہے تاکہ بھڑ مجھے دبانے لے" (مر ۳: ۸-۱۱) اور آپ کشتی میں بیٹھ کر
 (مر ۴) یا "بھڑ کو دیکھ کر پیار پر چڑھ کر" (متی ۵) سب کو خدا کی لازوال
 محبت کا فرحت افزا پیغام سناتے۔

انجیل چارم سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ کے موقع پر یروشلم جایا
 کرتے تھے اور ارض مقدس کے اندر اور باہر کے زائرین کو جو عید کے موقع پر
 جمع ہوا کہ فی خدا کی محبت کا پیغام دیتے تھے (۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲)
 ۱۸: ۱۲ (غیرہ)۔ آپ نے "غلانیہ ہمیشہ عبادت خانوں اور عیال میں جہاں سب
 یہودی جمع ہوتے تھے تعلیم دی" (۱۶)۔ جوزفیس ہم کو بتلاتا ہے۔ CESTIUS
 ALLUS (۳۳ تا ۳۶) کے عہد میں جب ان زائرین
 کی مردم شماری کی گئی جو یروشلم آتے تھے تو وہ شمار میں ستائیس لاکھ دو سو تھے۔
 اعمال ۹: ۲ - ۱۱ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زائرین کس قدر دور دراز مقامات سے
 آتے تھے۔ پس اہالیان ارض مقدس آنحضرتؐ کی تعلیم اور معجزات سے بخوبی واقف
 تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مقدس پولوس جو یروشلم میں بھی رہے تھے (اعمال ۲۲) منجی عالمین
 کی زندگی کے واقعات اور کلمات سے واقف تھے (اعمال ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴۶ - ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ - ۱۳۴۹ - ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ - ۱۳۵۲ - ۱۳۵۳ - ۱۳۵۴ - ۱۳۵۵ - ۱۳۵۶ - ۱۳۵۷ - ۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ - ۱۳۶۰ - ۱۳۶۱ - ۱۳۶۲ - ۱۳۶۳ - ۱۳۶۴ - ۱۳۶۵ - ۱۳۶۶ - ۱۳۶۷ - ۱۳۶۸ - ۱۳۶۹ - ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱ - ۱۳۷۲ - ۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ - ۱۳۷۵ - ۱۳۷۶ - ۱۳۷۷ - ۱۳۷۸ - ۱۳۷۹ - ۱۳۸۰ - ۱۳۸۱ - ۱۳۸۲ - ۱۳۸۳ - ۱۳۸۴ - ۱۳۸۵ -

نہیں کیونکہ یہ ماجر اکہیں کرنے میں نہیں ہوا۔ (اعمال ۲۶: ۲۶)
 مذکورہ بالا چند مقامات سے ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ حضرت کلمتہ اللہ کے
 سامعین اگر لاکھوں کی تعداد میں نہیں تو ہزاروں کی تعداد میں تو ضرور تھے (یوحنا ۱۲: ۱۲)
 و مرقس ۴: ۴۴)۔ پس ہزاروں مردوں اور عورتوں نے آپ کا جاننا کلام سنا اور
 آپ کے معجزات کو دیکھا۔ بالفاظ دیگر انا جیل اربعہ کے مندرجہ واقعات اور کلمات
 کو سننے اور دیکھنے والے ہزاروں چشم دید گواہ تھے جو آپ کی شہادت کے بعد زندہ تھے
 جنہوں نے زندگی کے کلام کو سنو سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے
 دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ (یوحنا ۱۲: ۱۲)

ان ہزاروں چشم دید گواہوں نے جو چھو کہ انہوں نے دیکھا اور سنا اس کی
 خبر دوسروں تک پہنچائی۔ (یوحنا ۱۲: ۱۲) کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ وہ ایسے زندگی بخش
 کلمات سننے اور خاموش رہتے یا وہ اپنی بیماریوں سے چھٹکارا پاتے اور چیکے اپنے
 گھروں کی راہ لیتے۔ (مرک ۱۲: ۱۲) - یوحنا ۱۲: ۱۲ - یوحنا ۱۲: ۱۲ - یوحنا ۱۲: ۱۲ -
 پس آنحضرت کی وفات کے بعد ہزاروں ایسے چشم دید گواہ موجود تھے جنہوں نے
 "ان باتوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئیں" (یوحنا ۱۲: ۱۲) دوسروں تک پہنچایا اور
 یوں یہ واقعات چشم دید گواہوں اور ان کے سامعین کے دلوں اور دماغوں میں
 ہمیشہ تازہ و تازہ رہے کیونکہ یہ باتیں غیر معمولی، حیران کن اور خارق عادت
 تھیں جو آسانی سے کسی کی یاد سے مٹ نہیں سکتی تھیں یا مخصوص جبکہ بالبعد کے
 واقعات (جن کا اعمال کی کتاب میں ذکر ہے) ان کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھنے میں
 مدد و معاون رہے۔

یوحنا ۱۲: ۱۲ سے ظاہر ہے کہ یہودی قوم کے سرداروں میں سے بھی بہتیرے
 خداوند پر ایمان لائے مگر فریسیوں کے سبب سے اقرار نہ کرتے تھے تا البیان ہو کہ

عبادت خانہ سے خارج کئے جائیں۔ (نیز دیکھو یوحنا ۳: ۴۱، ۱۳ وغیرہ)۔ یہ سب کے سب صاحب ثروت و اختدار تھے اور ان میں سے بعض قوم یہودی کی صدر عدالت کے ممبر تھے۔ (یوحنا ۱۹: ۳۸، ۳۹، ۴۰: ۵۰ وغیرہ)۔

ان ہزار ہا ہزار چشم دید گواہوں میں سے بعض بڑھے تھے (لوقا ۲: ۲۴-۲۶) بعض اُدھیڑ عمر کے تھے (یوحنا ۵: ۵-۱۱) بعض ابھی نوخیز تھے (لوقا ۶: ۶-۹) مٹی ۹-۱۵) لیکن ان گواہوں کی ایک بہت بڑی اکثریت جوان عمر لوگوں کی تھی۔ (مقس ۳: ۱۵ وغیرہ) اناجیل اربعہ کو سرسری نظر پڑھنے سے بھی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آنحضرت کے چشم دید گواہوں کی عمر بیس اور تیس سال کے لگ بھگ تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہودی مردوں اور عورتوں کی اوسط عمر کی مبعاد سنتر اسی برس کی ہو (زبور ۹: ۱۰) تو یہ ہزاروں چشم دید گواہ یرشلیم کی تباہی اور ہیکل کی بربادی (مقس ۷: ۱۵) کے وقت زندہ تھے۔ ادا اگر اناجیل اربعہ اس واقعہ ہائے پہلے ہی احاطہ تحریر میں آچکی تھیں تو یہ ہزاروں اشخاص انجیلی بیانات کے مصدق تھے۔

(۲)

ان ہزار ہا چشم دید گواہوں کے ہجوم کے علاوہ ہزاروں مردوں کی ایک اور بھڑکھی جو آپ کے خون کی پیاسی تھی۔ (مقس ۱۵: ۱۱-۱۲) مٹی ۲۴ لوقا ۲۳: ۲۳) جب آپ مصلوب ہوئے تو وہ یہودیوں کی عید کے دن تھے (لوقا ۲۲: ۷)۔ جب ہر یہودی بالغ پرفرض تھا کہ وہ یرشلیم حج کرنے کے لئے جائے (خروج ۲۳: ۱۵)۔ پس آپ کی صلیبی موت کے روح فرسا واقعہ کو دیکھنے والوں کی "ایک بڑی بھڑک" جمع تھی (لوقا ۲۳: ۲۳) جو اس واقعہ کی چشم دید گواہ تھی جس کو وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے تھے۔ اس "بڑی بھڑک" کا ایک بہت بڑا حصہ بھی یرشلیم کی تباہی کے زمانہ میں زندہ تھا اور انجیلی بیان کا مصدق تھا۔

ان مخالفوں کے ہجوم کے علاوہ فریسیوں، فقیہوں، ہیرو دیوں، صدوقیوں،
 صدر عدالت کے محبروں، کامیونوں اور سردار کامیونوں کی ایک بڑی جماعت تھی جو تین
 سال تک ہر شہر اور قصبہ میں آنکھ داوند کی مخالفت پر تلے رہے اور بالآخر انہوں نے
 آپ کو مصلوب کر کے چھوڑا فقیہوں اور فریسیوں کا فرقہ ابتدا ہی سے حضرت کلمتہ اللہ
 کے اقوال و افعال پر حرف گیری کرتا رہا۔ (مر ۲: ۲۴) اور وہ ہمیشہ اس تاک
 میں رہے کہ آپ پر لازم لگائیں (مر ۳: ۳)۔ اس غرض کے لئے فقیہہ بیت شلیم شہر
 سے دور درواز صوبہ گلیل کو گئے (مر ۳: ۳) اور وہ آپ کے رویہ کو دیکھ کر فریسیوں اور
 ہیرو دیوں کے ساتھ آپ کے برخلاف مشورہ کرنے لگے کہ آپ کو کس طرح ہلاک کریں۔
 (مر ۳: ۳)۔ یہ باتیں جو آپ کی خدمت کے شروع میں ہی واقع ہوئیں اس مقتدر
 گروہ کے عندیہ کا پتہ دیتی ہیں (متی ۱۳: ۱۳)۔ تین سال تک یہ گروہ برابر آپ کی
 مخالفت پر تلامذہ اور ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا (لوقا ۱۳: ۱۳)۔ متی ۲۲: ۲۲ - ۲۲ - وغیرہ)۔
 بالآخر یہ مقتدر اور بار مسوخ طبقہ غالب آیا اور اس نے رومی گورنر کے ہاتھوں آپ کو
 مصلوب کر دیا۔

ظاہر ہے کہ اس طبقہ کا کوئی فرد بھی آپ کے اقوال و افعال کو بھول نہیں سکتا
 تھا۔ آپ کے اقوال ان کے لئے جگہ و ذریعہ (متی ۲۳: ۲۳) پھر وہ ان دلخراش
 کلمات کو کس طرح فراموش کر سکتے تھے؟ آپ کے افعال۔ یہودی بزرگوں کی دایا
 کے عین ضد تھے (مر ۲: ۲۳) پھر وہ ان کو اپنے دلوں سے کس طرح محو کر
 سکتے تھے؟ وہ خود سننے اور دیکھنے تھے اور دوسروں کو آپ کی ان حرکتوں سے
 مطلع کرتے تھے۔ پس وہ چاروں اچاریجیلی بیانات کے چشم دید گواہ بن جاتے ہیں۔
 (اعمال ۳: ۳ تا ۱۵ + ۱۶ + ۱۷ + ۱۸ + ۱۹ + ۲۰ + ۲۱ + ۲۲ + ۲۳ + ۲۴ + ۲۵ + ۲۶ + ۲۷ + ۲۸ + ۲۹ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۲ + ۳۳ + ۳۴ + ۳۵ + ۳۶ + ۳۷ + ۳۸ + ۳۹ + ۴۰ + ۴۱ + ۴۲ + ۴۳ + ۴۴ + ۴۵ + ۴۶ + ۴۷ + ۴۸ + ۴۹ + ۵۰ + ۵۱ + ۵۲ + ۵۳ + ۵۴ + ۵۵ + ۵۶ + ۵۷ + ۵۸ + ۵۹ + ۶۰ + ۶۱ + ۶۲ + ۶۳ + ۶۴ + ۶۵ + ۶۶ + ۶۷ + ۶۸ + ۶۹ + ۷۰ + ۷۱ + ۷۲ + ۷۳ + ۷۴ + ۷۵ + ۷۶ + ۷۷ + ۷۸ + ۷۹ + ۸۰ + ۸۱ + ۸۲ + ۸۳ + ۸۴ + ۸۵ + ۸۶ + ۸۷ + ۸۸ + ۸۹ + ۹۰ + ۹۱ + ۹۲ + ۹۳ + ۹۴ + ۹۵ + ۹۶ + ۹۷ + ۹۸ + ۹۹ + ۱۰۰) جن کی شہادت
 کو کوئی صیح العقل شخص رد نہیں کر سکتا۔ ان مخالفین کی اکثریت آپ کی ہم عمر تھی۔

پس وہ یرشلیم کی تباہی (سلسلہ) کے امانہ میں انجیلی بیانات کے چیتے جاگتے
زندہ گواہ تھے۔

(۳)

مذکورہ بالا ہزارہ مخالف و موافق گواہوں کے علاوہ ان لوگوں کی ایک بڑی
تعداد تھی جو آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ ان کی تعداد اس قدر بڑی تھی کہ سردار کی ہنوں
کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا تھا کہ ”اگر ہم اس کو کیونسی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے
آئیں گے“ (یوحنا ۱۱: ۴۷ تا ۵۳ + لوقا ۱۲: ۱ وغیرہ)۔ فریسی پہلا اٹھے کہ ”سوچو تو۔
ہم سے کچھ بن نہیں پڑتا۔ دیکھو جہاں اس کا پیرو ہو پہلا“ (یوحنا ۱۲: ۱۰) مقتدر
پوگوس نے مسیحی ہونے کے بعد ایمان داروں کی ایک جماعت سے ملاقات کی جس
کی تعداد پانچ سو سے زیادہ تھی (۱ کرنتھی ۱۵: ۱)۔ مقتدر لوتا ایمان داروں کی
ایک اور جماعت کا ذکر کرتے ہیں جو ”تخمیناً ایک سو بیس شخصوں کی جماعت تھی (اعمال
۱: ۱۵)۔ جن میں ایسے ایمان دار بھی تھے جو یروشلم کے بیتھم سے لے کر خداوند کے ہمارے
پاس اٹھائے جانے تک برابر ہمارے ساتھ رہے“ (۱ کرنتھی ۱۵: ۱)۔

ایک اور جماعت کثرت میں کی بابت لکھا ہے کہ ”خداوند نے شتاد میں مقرر
کئے تین کو آپ نے اپنے آگے بھیجا (لوتا ۱۰) تاکہ وہ خوشخبری کی صدا دی کریں۔
ان کے علاوہ آپ نے یارہ رسول خاص مقرر کئے (لوقا ۱۳: ۳۱) جو شپ و روز
آپ کی صحبت کا فیض حاصل کرتے رہے۔ جو آپ کے ساتھ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے
رہے اور سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اور آپ کے ہر لفظ کے
لب و لہجہ تک سے واقف تھے۔ (لوقا ۲۲: ۲۲ مر ۱۳: ۳)۔ ان آخری دو جماعتوں کو آپ
خاص ہدایات دیتے تھے (لوقا ۱۰: ۱-۴)۔ لیکن سب سے زیادہ
توجہ آپ نے اپنے دو ازادہ رسولوں کی تعلیم و تربیت کی طرف دی (مر ۱۰: ۳ تا ۱۳)۔

میں سے بیان کیا کرنے اور اُس سے بیان کیا کرنے کہ اُس نے سنا اپنے باپ سے کہ اُس نے کہا کہ میں نے سنا اپنے باپ سے جس کو بتلایا فلاں نے کہ حضرت محمدؐ نے فلاں مقام پر فلاں اندھے کی آنکھیں اس طرح کھولیں۔ اناجیل اربعہ میں تو تابعین کے اقوال پائے جاتے ہیں اور نہ تبع تابعین کے اقوال مندرج ہیں۔ اناجیل کے بیانات میں نہ تو کوئی حدیث مقلدوع ہے اور نہ منقطع ہے۔ ان میں نہ حدیث مرسل ہے اور نہ مبہم ہے۔ ان میں کوئی بیان ایسا نہیں جو عن فلاں، و عن فلاں سے بیان کیا گیا ہو یعنی جس میں صرف سماعتی اسناد ہوں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جن اندھوں لنحوں مفکو بعد وغیرہ کو آئندہ خداوند نے اپنی معجزانہ طاقت سے شفا بخشی تھی انہوں نے اپنے بیٹوں - عزیزوں - دوستوں اور واقفکاروں کے ساتھ سے سرور ان عجیب معجزوں کا چرچا کیا ہو گا اور ان کے عزیز واقارب اور احباب نے اپنے بیٹوں پوتوں وغیرہ سے ضرور کہا ہو گا کہ میرے بھائی یا باپ یا دادا کو خداوند نے فلاں مقام پر شفا بخشی تھی اور یوں روایات کا سلسلہ قدرتی طور پر تیسری چوٹی پشت تک بلکہ اس سے بھی آگے چلا ہو گا۔ چنانچہ جیسا ہم آگے چل کر بتلائینگے۔ لبتب آپ پیس جیسے اشخاص ہمیشہ اسی جستجو میں لگے رہتے تھے کہ ابلہ درود تابعین کی زبان سے یہ معلوم کریں کہ اندریاس یا پطرس نے کیا کہا۔ یا یوحنا یا متی اور خداوند کے شاگردوں میں سے کسی اور نے کیا کہا..... کیونکہ میرا خیال تھا کہ میں زندہ گواہوں کے بیانات سے کتابوں کے صفحوں کی نسبت زیادہ سیکھ سکتا ہوں، لیکن تجلی بیانات جیسا ہم اوپر بتلا چکے ہیں اس قسم کی روایات سے بالکل مستغنی ہیں اور ان بیانات کا ردایات سے رتی بھر تعلق نہیں۔ کیونکہ ان بیانات میں تابعین یا تبع تابعین یعنی دوسری یا تیسری یا چوتھی پشت کے بیانات کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اناجیل اربعہ کو سمجھنے کے لئے نہ کسی روایت کی ضرورت ہے اور نہ راویوں کے سلسلہ

کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں نہ تو راویوں کے بیان کے صدق و کذب کو جانچنے کے لئے اصول قائم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اسما الرجال کے علم کی ضرورت ہے۔ اس نکتہ کو ہم انشاء اللہ جلد دوم کے حصہ چہارم کے باب ہشتم میں مفصل طور پر واضح کرینگے۔ انجیلی بیانات سیدھے سادے مختصر بیانات ہیں جو سب کے سب بغیر کسی استثناء کے صادق چشم دید گواہوں کے بتلائے ہوئے اور لکھے ہوئے ہیں در اولین کی پہلی پشت اور رسولوں کے گزرنے سے پہلے (جیسا ہم انشاء اللہ ثابت کر دیں گے) نہ صرف اناجیل اربعہ بلکہ رسولوں کے اعمال مقدس پولوس کے خطوط وغیرہ لکھے گئے اور نقل ہو کر آنحضرت کی وفات کے چالیس پچاس سال کے اندر اندر پہلی صدی کے اختتام سے بہت پہلے در دراز کے مقامات اور کنیسیاؤں کے ہاتھوں میں پہنچ گئے تھے۔

(۵)

اس سلسلہ میں ایک اور امر ناظرین کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ یہ ہزاروں مخالف و موافق گواہوں کی جماعت سب کی سب خواندہ تھی اہل یہود میں بچوں کی تعلیم جبر یہ اور لازمی تھی۔ بچوں کو پہلے ان کے گھر میں تعلیم دی جاتی تھی۔ جو پیدائش ہی سے مذہبی فضا میں تعلیم پاتے تھے۔ تورات اور صحائف انبیاء کے مطالعہ پر زور دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ربی جہانی (Jamane) کا یہ قول تھا کہ تورات کا علم ہاں کے دودھ کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ کتب عہد عتیق و جدید اس حقیقت کی گواہ ہیں کہ یہودی ماہیں اپنے بچوں کی روحانی تربیت اور ذہنی پرورش میں کوئی دقیقہ فراموش نہ کرتے تھے۔ (متمیرا: ۵ وغیرہ)۔ ہر یہودی باپ پر یہ فرض عائد تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو تورات اور کتب عہد عتیق کا علم سکھائے۔ جو تھی یہودی بچہ بولنے کے قابل ہوتا اس کو کتاب مقدس کی آیات حفظ کرائی

جانتیں اور جوں جوں وہ قد و قامت میں بڑھتا اُس کو کتاب مقدس کے محسوس اور
مزامیر حفظ کرانے جاتے تھے۔ یہودی فلاسفر فائلو کہتا ہے: ”یہود گویا اپنی پیدائش
ہی سے والدین، استادوں اور معلموں سے یہ سیکھتے ہیں کہ خدا جو دنیا کا خالق ہے وہ
ایک ہے۔ یہ حقیقت اُن کو پہلے سکھائی جاتی ہے اور اس کے بعد اُن کو موسوی
شرع اور یہودی رسوم کی باتیں بتلائی جاتی ہیں۔“ یہودی مؤرخ یوسفوس کہتا
ہے: ”ہماری قوم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اچھی تعلیم
دیں اور وہ شریعت کے قوانین اور آئین پر عمل کریں تاکہ کسی کو بھی یہ کہنے کا موقع
نہ ملے کہ وہ شریعت سے بے خبر ہے۔“ پانچ چھ سال کی عمر میں یہودی بچے مکتب
کو بھیجا جاتا تھا۔ پہلی صدی مسیحی میں ارض مقدس کے ہر شہر تعلیم اور گاہوں میں
یہ مکتب موجود تھے۔ چھ برس کے اوپر کے بچوں کی جبر تعلیم لازمی تھی اور ان کی تعلیم
پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ رتیبوں کا یہ فتوے تھا کہ کسی یہودی کے لئے ایسے مقام
میں رہنا حرام ہے جہاں مکتب نہ ہو۔ عبادت خانے اکثر اوقات مکتب کا کام بھی
دیتے تھے اور عبادت خانہ کا خادم یا امام مکتب کا استاد اور بچوں کی ذہنی تربیت
اور شریعت کی تعلیم کا ذمہ دار ہوتا تھا۔

انجیل جلیل کی کتب سے ظاہر ہے کہ حضرت کلمتہ اللہ کے زمانہ میں ارض مقدس
کے کونے کونے میں عبادت خانے موجود تھے جن میں آپ اور مقدس پولوس اکثر تعلیم دیا
کرتے تھے (لوقا ۱۱: ۱-۱۵: ۱۴ + ۱۲: ۱۸ + ۱۷: ۱۹ + ۸: وغیرہ)۔
آنحضرت کے دنوں میں فقط یرشلم میں عبادت خانوں کا شمار چار اور پانچ سو
کے درمیان تھا۔ جو مکتبوں کا کام بھی دیتے تھے۔ تمام ارض مقدس میں ان عبادت خانوں
نے یہودیت کو ایک واحد قوم بنادیا تھا پس وہ قوم کی تقویت۔ اتحاد اور یکجہتی
کے باعث تھے۔ اُن کے مکتبوں کے تعلیمی نصاب کی واحد غرض یہ تھی کہ یہودی قوم

تحتفظ ہوا اور یہودیت پابندہ اور زندہ رہے۔ اور وہ اسی مقصد کے تحت مرتب کیا جاتا تھا کہ قوم اسرائیل میں قومیت کا جذبہ اور قومی اتحاد کیلے پھولے۔ دیہات قصبات کے مکتبوں سے طالب علم ابتدائی اور ثانوی تعلیم حاصل کر کے یروشلم کے ”مکاتبوں“ میں برپا کرتے تھے (اعمال ۲۲: ۳)۔ ان تعلیمی اداروں کے طفیل ارض مقدس کے مختلف صوبوں میں اور یروشلم کے درمیان نہ صرف تبادلہ خیالات ہو جاتا بلکہ علماء کی تمام زندگی ایک خاص ڈھانچہ میں ڈھل جاتی جو قوم اسرائیل کی مضبوطی اور استحکام کی باعث تھی۔

ان مکتبوں اور مکھوں میں قوتِ حافظہ پر خاص طور پر زور دیا جاتا تھا۔ تعلیمی نصاب میں نہ صرف کتابِ مقدس کے حصص حفظاً یاد کرائے جاتے تھے بلکہ اداروں کے ربی اپنی اور بزرگوں کی خاص تعلیم کے الفاذا اپنے شاگردوں کو رٹایا کرتے تھے۔ قدرتا حافظہ کی قوت بڑھ جاتی اور ان تعلیمی اداروں کے شاگرد کتبِ تورات اور بزرگوں کی روایات کو ازبر کرنے میں ملحق ہوتے تھے، اور طوطے کی طرح رٹ کر سنایا کرتے تھے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ ہزاروں چشم دید مخالف و موافق گواہ سب کے سب کانپے پڑے خواندہ لوگ تھے جن کی قوتِ حافظہ سالوں کی تربیت سے نہایت تیز ہو گئی تھی۔ پس اگر ان ہزاروں گواہوں میں سے ایک یا دو یا تین سو شخص بھی ایسے ہوں جنہوں نے ”اس پیکر یا مدھی ہو کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں“ ان کو تمہند کریں اور حضرت ختمتہ اللہ کے کلمات طیبات کو احارہ تحریر میں لائیں یا ان کو حفظاً یاد کر کے دوسروں تک پہنچائیں تو یہ ایک نہایت قدرتی بات ہوگی کیونکہ بالفاظِ مقدس پیارس ”ممکن نہیں کہ جو ہم نے دیکھا اور سنا ہے وہ نہ کہیں“ (اعمال ۲: ۲۴)۔ بالخصوص سب ایمان داروں کی جماعت کے استادن نے ان

فرمایا تھا کہ ”تم میرے گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو“ (یوحنا ۱۵)۔
 پس آنحضرتؐ کی ظفر یاب قیامت کے بعد یہ بیان کر کے آسمان اور زمین کا کل
 اختیار ”یسوع مسیح کو دیا گیا ہے“ (متی ۲۸: ۱۸) یہ چشم دید گواہ پہلی صدی کے
 ختم ہونے سے قبل ”تمام قوموں“ میں گئے اور ان کو خوشخبری دی کہ ”جو جو تم
 نے دیکھا اور سنا ہے تم کو بھی اُس کی خبر دیتے ہیں تاکہ تم بھی میرے شریک ہو“
 (۱۔ یوحنا: ۳)۔ انہوں نے انجیلی واقعات کو قلمبند کیا اور کہا کہ ”یہ اس لئے
 لکھے گئے ہیں کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اُس
 کے نام سے زندگی پاؤ“ (۲۔ یوحنا: ۱)۔ ایمان داروں کی جماعت کے صدر ہا گیا
 میں سے ہر ایک کو یہی احساس تھا کہ ”یہ میرے لئے ضروری بات ہے کہ
 خوشخبری سناؤں بلکہ مجھ پر افسوس اگر خوشخبری نہ سناؤں“ (روم ۱: ۹)۔
 وہ کہتے تھے ”یہ باتیں ہم اس لئے لکھتے ہیں کہ ہماری خوشی پوری ہو
 جائے“ (۱۔ یوحنا: ۱)۔

باب دوم

مسیحی کلیسیا کا آغاز اور انجیل جلیل کی اشاعت

باب اول میں ہم بتلا چکے ہیں کہ حضرت مکملہ اللہ ۳۳۳ میں مسلوب ہوئے اور آپ کی جوانی مرگ کے واقعہ ہزار گاہ کے بعد ہزار ہا لوگ جو آپ کے سوانح حیات، معجزات، بیانات اور کلمات طیبات کے چشم دید گواہ تھے آپ کی وفات کے بعد کم از کم چالیس برس تک یعنی یروشلیم کی تباہی (�۷۰ء) تک زندہ رہے۔

یہ چالیس سال کا عرصہ انجیل جلیل کے بیانات اور ان بیانات کی صحت کے لئے نہایت اہم زمانہ ہے۔ کیونکہ اگر انجیل بیانات میں کوئی فتور پڑ سکتا تھا تو انہی پہلے چالیس سالوں کے عرصہ میں پڑ سکتا تھا۔ یہ زمانہ گویا زنجیر کی اولین کڑیاں ہیں اور اگر سیکڑیاں زور میں تو ان کے بعد کی کڑیوں کا مضبوط ہونا عبت ہے۔ ہم نے اپنی کتاب صحت کتب مقدسہ میں ثابت کر دیا ہے کہ پہلی صدی کے بعد انجیل جلیل کے متن میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ اس کے برعکس اس کے متن کی صحت بے مثال ہے لیکن اگر پہلی صدی کے دوران میں انجیل بیانات کی صحت میں فتور واقع ہو گیا ہو تو بالبدی سدیوں میں ان کی صحت کا ثابت کرنا بیکار ہے۔ پس اصل سوال یہ ہے چالیس سال کا واقعہ ہے جو واقعات کے رونما ہونے اور انجیل کے لکھے جانے کے درمیان شامل ہے۔ یہ زمانہ انجیل اربعہ کی تالیف اور مسیحی کلیسیا کے وجود میں آنے اور اس کی حیرت ناک ترقی سے تعلق رکھتا ہے۔ پس لازم ہے کہ ہم اس زمانہ کے خیالات، واقعات اور حالات کا مطالعہ کریں تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ انجیل اربعہ کا وجود کن حالات میں رونما ہوا اور وہ ضروریات کیا تھیں

جن کے تحت یہ امر ناگزیر ہو گیا کہ حضرت کلمۃ اللہ کے کلمات اور سوانح حیات یونانی زبان میں لکھے جائیں۔ اس زمانہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے مقدس لوقا کی تصنیفات کی جلد ثانی ”رسولوں کے اعمال“ اور مقدس پولوس رسول کے خطوط اور یہودی مورخ یوسفس کی تصانیف خاص طور پر قابل اعتبار اور کارآمد تاریخی ماخذ ہیں۔

ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ آسمان کی صعود فرما گئے تو آپ کے رسول اور ایمانداروں کی جماعت دس روز دعائیں مشغول رہی۔ دسویں دن اہل یہودی عید تھی اور اس دن روح القدس سے معمور ہو کر انہوں نے اپنی تبلیغی مہم شرع کی۔ عید کو منانے کے لئے نہ صرف ارض مقدس کے یہودی آئے ہوئے تھے بلکہ یہوشلیم شہر میں پارٹھی مادی عیلامی اور مسو پوتامیہ کپدکیہ نپٹس آسیہ۔ فردگیہ۔ پغولیہ مصر اور لیبیا کے رہنے والے اور کیرتی اور عرب بھی تھے مقدس پیٹرس نے ایک زبردست تقریر کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی روز زمین ہزار آدمیوں کے قریب ان میں مل گئے، اور اس کے بعد جو نجات پاتے تھے ان کو خداوند ہر روز ان میں ملا دیتا تھا۔ (اعمال ۲ باب)۔ لوگ چاروں طرف سے رسولوں اور مبلغوں کے پاس ددڑے آتے تھے (۳) جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ”کامہن اور میکیل کے سرزار اور بزرگ اور فقیہ اور سردار کامہن حنا اور کائنا اور یوحنا اور اسکندر اور جتنے سردار کامہن کے گھرانے کے تھے یہوشلیم میں جمع ہو گئے“ (۴) اور (۵)۔ ایک قیامت صغریٰ برپا ہو گئی۔ رسولوں کو عدالت میں کھسیٹا گیا۔ کھسکا یا پٹوایا گیا۔ جوالات میں قید کر دیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اُلٹا ع مرض بڑھنا لیا جو جوں دوا کی۔ کلام کے سینے والوں میں سے بہتیرے ایمان لائے یہاں تک کہ فرزوں کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہو گئی۔ (۶)۔

تین سال کی متواتر سرزادوں کے باوجود یہ تعداد بڑھتی ہی گئی اور ایمان لانے والے مرد و عورت خداوند کی کنیسیا میں اور کئی کثرت سے آئے۔ (۷)۔ خدا کا کلام پھیلنا لیا اور

یہ شلیم میں شاگردوں کا شمار بہت ہی بڑھ گیا معاملہ یہاں تک بڑھا کہ رکامہنوں کی ٹہنی
 گردہ اس دین کی تحت میں ہو گئی“ (۲۶)۔ تب تو سردار کاہن وغیرہ تلپالا اٹھے اور انہوں نے
 ”ان کو قتل کرنا چاہا۔“ مگر جگہ پر دئے بھیجے گئے کہ جو اس طریق پر پائے جائیں خواہ مرد خواہ
 عورت ان کو باندھ کر یرشلیم میں لایا جائے۔ یرشلیم میں بڑا ظلم برپا ہوا۔ ستقنس جو
 ایک عالم شخص اور جوشیلا مبلغ تھا شہید کر دیا گیا۔ پس رسولوں کے سوا سب لوگ
 یہودیہ اور سامریہ کی اطراف میں پراگندہ ہو گئے“ (۲۷)۔ کیونکہ سردار کاہن کے ایجنٹ
 کلیسیاؤں کو اس طرح نباہ کرنے کہ گھر گھر گھس کر اور مردوں اور عورتوں کو گھسیٹ کر
 قید کرتے تھے (۲۸)۔ لیکن ہاں تمام آفتوں کے باوجود مسیحی کلیسیا دن دگنی اور رات چوگنی
 ترقی کرتی گئی کیونکہ ”جو پراگندہ ہوئے تھے وہ کلام کی خوشخبری دیتے پھرتے“ (۲۹)۔ اودیوں
 یہودیہ گلیل۔ سامریہ۔ اردنا کیہ۔ کپرس۔ فینیکے۔ لستروہ۔ دربے۔ قیصریہ حبش وغیرہ
 دور دراز کے مقامات کے رہنے والوں کو نجات کا پیغام مل گیا۔

۳۳ء میں اہل یہود کا سب سے زبردست جوشیلا ایزادینے والا ایجنٹ دمشق
 کی کلیسیا کو ایزادینے گیا لیکن مسیحی ہو گیا اور اس کا نام پولوس رکھا گیا (۳۰)۔ وہ جو پہلے
 مسیحیوں کو قتل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا اب نہایت جوش و خروش سے ہر
 یہودی مرد اور عورت کو صلیب کا پیغام سناتے لگ گیا۔ اس پر اہل یہود کھڑک اٹھے
 اور بادشاہ ہیرودیس کے پاس فریاد پہنچی جس نے ۳۳ء میں سناتے کے لئے کلیسیا میں
 بعض پرہاتھ والا اور یعقوب کو تلواریں سے شہید کر دیا“ (۳۱)۔ مقدس پولوس جہاں کہیں گئے
 اہل یہود نے آپ کو ہر جگہ ستایا اور فتنہ برپا کر دیا۔ ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ تا
 ۳۰ وغیرہ۔ آپ کو بیانتوں سے پوچھایا گیا۔ قید کر لیا گیا۔ سنگسار کر دیا گیا حتیٰ کہ آپ کی
 جان لینے کی بار بار کوشش کی گئی ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰
 حکمت کا رگڑ ثابت نہ ہوئی۔ اس کا الٹا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی جہاں کی موت کے چند روزہ سال

گئے۔ وہ سمندر اور دیباؤں کے خطروں میں خشکی اور ڈاکوؤں کے خطروں میں بیابانوں کے خطروں میں پڑے۔ بھوک اور پیاس کی شدت، فاقہ کشی، سردی اور تنگے پن غیر کی انہوں نے مطلق پر دانہ کی۔ انہوں نے جہاں یکف ہو کر تیس سالوں کے اندر اندر ارض مقدس اور دیگر ممالک کے کٹر یہود کو اور یونانی مائل یہود کو اور بت پرست مشرک غیر یہود کو صلیب کے نیچے لاکر کلیسیا میں سب کو شامل کر کے ایک واسطہ رسولی اور پاک جامع کلیسیا کی بنیاد ڈال دی۔ اور یہودی قوم کی ساری امید توڑ دی (اعمال ۱۳)۔

(۲)

جب ہم ان تیس سالوں کے واقعات پر تفصیلی نظر ڈالتے ہیں تو ہم پچھیاں ہو جاتا ہے کہ ان ابتدائی ایام کی مسیحی کلیسیا میں حسب ذیل گروہ تھے :-

(۱) دوازده رسول ۔

(۲) یہودی مرید جو ہزاروں کی تعداد میں منجی جہان کے حلقہ بگوش ہو گئے تھے۔ (اعمال ۴ - ۶ - ۱۱) نہ صرف ارض مقدس کے یہودی خداوند پر ایمان لے آئے تھے بلکہ ارض مقدس کے باہر رہنے والے یہود بھی کلیسیا میں جوق در جوق شامل ہو گئے تھے (۲ - ۱۳ - ۱۴ وغیرہ)۔ ارض مقدس کے اندر خاص یہود شلیم میں یہودیوں میں ہزار ہا آدمی ایمان لے آئے تھے (۲۱) اور ان میں خاص طور پر قابل ذکر کچھ ہندوں کی بڑی گروہ ہے جو آنحضرت خداوند پر ایمان لے آئی تھی۔ (۶)۔ ان کی مادری زبان ارامی تھی۔

(۳) ان کٹر یہودیوں کے علاوہ یونانی مائل یہود ہزاروں کی تعداد میں مشرق بہ مسیحیت ہو گئے تھے۔ یہ یہود یونانی تہذیب اور علم کے دلدادہ اور فراخ دل کشادہ خیالات کے مالک تھے۔ (۲ - ۶ وغیرہ)۔ ان کی مادری زبان یونانی تھی۔ کلیسیا کے پہلے لیکن اسی گروہ میں سے تھے اور کلیسیا کا پہلا شہید ان لیکنوں میں سے ایک تھا (۱)۔

(۴) ان کٹر یہود اور یونانی مائل یہود کے علاوہ ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی منجی

عالمین پر ایمان لے آئی تھی جن کو اہل یہود و مسیح پرست نو مرید کہتے تھے (۲ و ۱۳ وغیرہ) یہ لوگ مذہب کے یہودی تھے لیکن قوم اسرائیل میں سے نہیں تھے۔ یہ وہ یہودی نو مرید تھے جن کی نسبت حضرت کلمتہ اللہ نے قیقہوں اور لسیوں کو ملامت کر کے فرمایا تھا کہ ”تم ایک مرید کرنے کے لئے تری اور خشتگی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکا ہے تو اسے اپنے سے دونا بہتم کا فرزند بنا دیتے ہو“ (متی ۲۳)۔ یہ یہودی نو مرید عبادت خانوں میں جاتے اور یہودی شر پر عمل کرتے تھے اگرچہ وہ نامختین تھے۔ یہ لوگ مسیح موعود کے تصور سے واقف تھے کیونکہ انہوں نے مسیح موعود کی بابت یہودی ربیوں سے تعلیم پائی تھی اور وہ عبادت خانوں میں عہد عتیق کی کتب کو سننے کے عادی ہو چکے تھے۔ ان کو بعض اوقات خدا سے ڈرنے والے کہا جاتا تھا (اعما ۱ - ۱۳) ان یہودی نو مرید نے بھی ہزاروں کی تعداد میں صلیب کے پیچھے دنیا نفس اور شیطان سے پناہ لے کر روحانی تسلی حاصل کی۔

(۵) مذکورہ بالا چاروں گروہ یہودی مذہب کے ذریعہ منجی جہان پر ایمان لائے تھے لیکن اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں لوگوں پر مشتمل تھی تاہم کلیسیا کی اکثریت ان کی نہ تھی۔ بلکہ کلیسیا کی اکثریت ان لوگوں کی تھی جو بت پرست مشرک اقوام ہیں۔ منجی جہان پر ایمان لے آئے تھے مقدس پولوس رسول نے جب دیکھا کہ اہل یہود و مسیح کا کلام رد کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل گھبراتے ہیں (۱۳ وغیرہ) تو آپ نے غیر یہود مشرک اقوام کو ”زندگی کا کلام“ سنانا شروع کیا جس کی وجہ سے آپ غیر اقوام کا رسول کہلائے (۲)۔ افسی ۱۱ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت روم کے ہزار ہا ہزار بت پرست پرولسی اور مسافر نہ رہے بلکہ مقدسوں کے وطن اور خدا کے گھرانے کے ہو گئے (افسی ۲)۔ یہ تعداد روز افزوں ترقی کرتی گئی تھی کہ پہلی صدی کے اواخر میں لاکھوں پر مشتمل ہو گئی۔

ان ہزار ہا مسیحیوں کو جو بت پرست اقوام سے آنحضرتؐ کے حلقہ بگوش ہو گئے تھے ذہنی طور پر یہودی شریعت سے کوئی خاص افس نہ تھا۔ یہودی رسوم و ریاات ان کے لئے کوئی معنی نہ رکھتی تھیں۔ وہ گناہوں سے نجات پانے کے طالب تھے اور پس۔ لہذا اس گروہ میں ایک کٹر یہودی مسیحیوں میں بالخصوص ان میں جو یروشلم کے رہنے والے تھے قدرتی طور پر کشمکش شروع ہو گئی۔ پہلا گروہ مختلفوں کا تھا جو یہودی رسوم و روایات کا عاشق تھا اور شریعت کے بارے میں سرگرم تھا (اعمال ۲۱)۔ یہ گروہ کہتا تھا کہ "اگلیوں کی رسم کے موافق تمہارا ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پاسکتے" اور وہ وغیرہ، لیکن آخری گروہ مقدس پولوس کے ساتھ اتفاق کر کے کہتا تھا کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا (گالتی ۵ وغیرہ) پس اس بات کو نیپٹانے کے لئے کلیسیا کی پہلی کونسل ۳۰۰ء میں یروشلم میں منعقد ہوئی جس میں فیصلہ ہوا کہ ضروری باتوں کے سوا تم پر (موسوی شرح کا کوئی) اندبوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اندلواؤ اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کرنا (۱۵)۔ جنوں جوں سال گزرتے گئے ان غیر یہود اقوام سے تو مرید بڑھتے گئے اور ان کی تعداد یہودی مسیحیوں کی تعداد سے بڑھتی گئی۔ یروشلم کی تباہی (۷۰ء) کے واقعہ نے یہودی قوم کا شیرازہ بکھیر دیا اور وہ پراگندہ ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں جا بسے۔ اس واقعہ نے مسیحی کلیسیا کی بھی کیا پلٹ دی کیونکہ اس واقعہ کے بعد غیر یہودی مسیحیوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے روز بروز اضافہ ہوتا گیا لیکن چونکہ یہودی پراگندہ ہو کر تتر بتر ہو گئے تھے ان کا رسوخ اور ان کی تعداد قدرتی طور پر مسیحی کلیسیا میں مہر سال یکم ہوتی گئی تھی کہ پہلی صدی کے آخر میں غیر یہودی مسیحیوں کی تعداد اس قدر غالب تھی کہ کلیسیا اعلیٰ طور پر ان ہی پر مشتمل تھی۔

باب سوم

اناجیل اربعہ کا پس منظر

گذشتہ باب میں ہم نے ناظرین کے سامنے ابتدائی ایام کی کلیسیا کے حالات پیش کئے ہیں تاکہ وہ ان حالات سے واقف ہو کر یہ جان سکیں کہ اناجیل کیوں لکھی گئیں اور وہ کس طرح اور کن حالات کے ماتحت لکھی گئیں اور وہ تقاضائے زمانہ کیا تھے جن کی وجہ سے وہ موجودہ یونانی صورت میں لکھی گئیں۔

ہم باب اول میں بتا چکے ہیں کہ اُس زمانہ میں ایسے ہزار ہا لوگ زندہ تھے جنہوں نے آپ اپنے کانوں سے حضرت کلمۃ اللہ کے کلمات طیبات کو سنا تھا اور خود اپنی آنکھوں سے آپ کے معجزات بینات کو دیکھا تھا ان میں سے صد ہا تھے جو ایمان داروں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے اور اپنے ہم مذہب اور قوم والوں کو آپ کی جان فزا تعلیم اور طریق نجات اور اعمال کا پیغام دیتے تھے۔ جب کہ کلیسیا میں لوگ جوق درجوق شامل ہو گئے تو یہ ضرورت پیش آئی کہ ایمان داروں کی یہ جماعت نو مزیدوں کو آنحضرت کی تعلیم و سوانح حیات سے مطلع کرے۔ ان کے ایمان کی استقامت میں مدد دے تاکہ یہودی ایذا سانیوں کے طوفان سے اور ان کے ایمان کی کشتی و کمانہ جائے۔ پس رسولوں نے اس چشم دید گواہوں کی ایما ندار جماعت کو نئی تشکیل و تنظیم دی تاکہ کلیسیا منظم ہو جائے۔ چنانچہ اب کلیسیا میں ”رسول“ تھے۔ پھر وہ پہلے شاگرد (یعنی صحابہ) جنہوں نے ”آنحضرت“ کو دیکھا تھا اور جو یونانی کے بیٹسم سے لے کر سندھ کے ہمارے پاس سے اٹھائے گئے تھے تاکہ

براہر ہمارے ساتھ رہے“ (اعمال ۱)۔ اس نظام میں ”نبی“ تھے جو انبیائے سابقین کی طرح روح القدس کے وسیلے خدا کی مرضی لوگوں پر ظاہر کرتے تھے کلیسیا میں شفا دینے والے پر سبٹر۔ ٹریکن۔ پاسٹر۔ مبشر اور معلم وغیرہ بھی تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ”خدا نے کلیسیا میں الگ الگ شخص مقرر کئے۔ پہلے رسول دوسرے نبی۔ تیسرے استاد۔ پھر معجزے دکھانے والے۔ پھر شفا دینے والے۔ مددگار۔ منتظم۔ طرح طرح کی زبانیں بولنے والے۔ بشارت دینے والے چرواہے بنا کر دے دیا تاکہ مقدس لوگ کامل بنیں اور خدا متناذری کا کام کیا جائے اور مسیح کا بدن ترقی پائے“ (اعمال ۱۳-۱۵-۱۹-۲۲-۲۸-۱۱-۱۲-۱۳ افسی ۲ وغیرہ)۔ رسول مختلف آدمیوں کو ان کی لیاقت کے مطابق مختلف کاموں کے لئے دعا اور روزہ کے بعد چن لیتے تھے (اعمال ۱۵-۲۲-۲۸ وغیرہ)۔

ہم ان اقسام میں سے خاص طور پر یہاں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں یعنی اول وہ جو بشارت یا منادی کرتے تھے اور دوسرے وہ جو معلم اور استاد تھے اور تعلیم (Didache) دیتے تھے۔ مقدس پولوس رسول کے خطوط میں ان دونوں قسم کے لوگوں میں تمیز کی گئی ہے۔ منادی مسیحیت کے اصول کی تعلیم دیا کرتے تھے لیکن معلموں کا یہ کام تھا کہ وہ اس منادی کی تشریح اور توضیح کر کے اپنے علم کے زور سے پیروں کو قائل کریں۔

بعض مثلاً پطرس رسول صرف منادی ہی تھے (اعمال باب ۲ وغیرہ۔ ۲ پطرس ۱: ۱۵-۱۶) لیکن بعض منادی اور معلم دونوں تھے مثلاً پولوس رسول فرماتا ہے کہ ”ہم مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں“ (اکر ۱) لیکن وہ ساتھ ہی معلم بھی ہے اور کہتا ہے کہ ”ہم کاملوں میں حکمت کی باتیں کہتے ہیں“ (اکر ۲ وغیرہ) یہ منادی مسیحیت کے اصول پر مشتمل تھے۔ یہ منادی ”نیو“ تھے جس کو اس توفیق کے موافق جو خدا نے منادیوں کو بخشی تھی وہ دانا

معمار کی طرح رکھتے تھے اور دوسرے اُس نیو پر عمارت اٹھانے تھے، (اکر ۳)۔ یہ عمارت اٹھانے والے معلم یا استاد یا مسیحی ”رَبّی“ تھے جن کو رسول فرماتا ہے ”ہر ایک خبردار ہے کہ وہ کیسی عمارت اٹھاتا ہے“۔ ”اگر کوئی اِس نبی پر سونا یا چاندی یا بیش قیمت پتھر یا لکڑی یا گھاس یا بھوسے کا ردار رکھے تو اُس کا کام ظاہر ہو جائیگا“ (اکر ۳)۔ پس ”دینو“، ”یک ہی تھی“ جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود مسیح یسوع ہے۔ اسی میں ہر ایک عمارت (یعنی ہر معلم کی نظام تعلیم) بل بلا کر خداوند میں ایک پاک مقدس بنتا جاتا ہے“ (اکر ۳)۔ افسی ۲ وغیرہ)۔ ہر رسول کی ”منادی“ کا نفس مضمون ایک ہی تھا۔ چنانچہ پولوس رسول فرماتا ہے ”خواہ ہیں ہوں خواہ دوسرے رسول ہوں ہم ہی منادی کرتے ہیں اور اسی پر تم ایمان بھی لائے“ (اکر ۱۵)۔

مقدس پولوس نے یہ خط غیر یہود نو مریدوں کو آنحضرت کی صلیبی موت کے ۲۳ سال بعد ۳۵ء میں لکھا تھا۔ پس ان ۲۳ سالوں میں اور ان کے پہلے بھی تمام نو مریدوں کو خواہ وہ یہود تھے یا غیر یہود ایک ہی منادی کی جاتی تھی۔ اگرچہ ”منادی“ کے اصولوں کی تشریح اور توضیح تدریجی طور پر یہود کے لئے ایک طریقہ سے کی جاتی تھی اور غیر یہود کو اُسی منادی کے اصول دوسرے طریقوں سے سمجھائے جاتے تھے۔

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس منادی کا نفس مضمون کیا تھا؟ لفظ منادی کے لئے اناجیل میں یونانی لفظ *kenyzma* ”کرگما“ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لفظ کے فعل کے معنی ہیں ”نقیب شاہی یا خیر دینے والے یا منادی کرنے والے کے ذرائع یا اعلان کرنا“۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی پیغام کا اختیار کے ساتھ اعلان کرنا پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ”منادی“ کا نفس مضمون کیا تھا جس کا اعلان اختیار اور قدرت سے کیا جاتا تھا؟

اِس منادی کے نفس مضمون کو معلوم کرنے کے لئے ہم ایسے پاس دو ماخذ ہیں۔ اول

بہت ہی بڑھتا گیا (اعمال ۱: ۶)۔ اس مختصر عرصہ میں ایمان دار ارض مقدس کے مختلف مقاموں، شہروں، قصبوں اور گاؤں میں پھیل گئے تھے اور شمار میں ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اتنی بڑی تعداد کو تعلیم دینا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن رسولوں نے ایمانداروں کی جماعت کو نئی تشکیل دے دی تھی پس ان کے حسن انتظام کی خوبی نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ انہوں نے قابل اور دیانتدار خادموں (کلسی ۱: ۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰) کے ہاتھوں میں تعلیم کا کام سونپ دیا۔ مثلاً پولس رسول نے کلسے کے غیر یہود طالبان حق کے لئے ایفراس کو مقرر کیا تھا کہ ان کو مسیحی طریق نجات کی تعلیم دے (کلسی ۱: ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰)۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کاتھنوں کی بڑی گروہ بھی آئندہ کی حلقہ بگوش ہو گئی (اعمال ۱: ۶)۔ فریسیوں کے علم پر درخبر قہ میں سے بھی جو ایمان لے آئے تھے (اعمال ۱: ۱۵)۔ نہایت مقتدر اور بارشور ختمائے جاتے تھے (اعمال ۲: ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰)۔ یہ دونوں گروہ ان لوگوں کو جو رسولوں اور دیگر مبلغوں کی "مناوی" کے ذریعہ کلیسیا میں شامل کئے جاتے تھے تعلیم دیتے تھے تاکہ جس طرح انہوں نے مسیح یسوع خداوند کو قبول کیا اسی طرح اس میں چلتے رہیں اور اس میں جڑ پکڑتے اور تعمیر ہوتے جائیں اور جس طرح انہوں نے تعلیم پائی اسی طرح ایمان میں مضبوط رہیں (کلسی ۲: ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰)۔ یہ کامن اور فریسی آئندہ اور خداوند کی تعلیم اور سوانح حیات کے چشم دید جینے جاگتے گواہ بھی تھے۔ ان میں سے بعض حضرت کلمتہ اللہ کے خفیہ شاگرد بھی رہ چکے تھے اور اپنی قوم کے سربراہ اور وہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے (یوحنا ۳: ۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰)۔ اب یہ تمام سربراہ اور وہ لوگوں کی جماعت علانیہ خداوند پر ایمان لے آئی تھی (اعمال ۴: ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰)۔ تعلیم اور درس و تدریس کے کام پر مامور ہوا۔

(۳)

ظاہر ہے کہ اُن بے شمار ایمان داروں کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ حضرت کلمۃ اللہ کی تعلیم اور کلماتِ طیبات سے واقف ہوں۔ اُن کے اُستادوں اور معلموں نے خود اپنے کانوں سے خُداوند کی زبانِ معجز بیان سے مختلف اوقات پر تعلیم سنی تھی۔ پس وہ اس بات کے اہل تھے کہ دوسروں تک آپ کی تعلیم کے اصول پہنچائیں اور اُن پر انبیائے سابقین اور آخداوند کی خصوصی تعلیم میں جو فرق ہے تفصیلی طور پر ظاہر کریں۔

حُسن اتفاق سے اُن معلموں کے ہاتھوں میں ایک سالہ لکھی تھا جو حضرت کلمۃ اللہ کی تعلیم اور آپ کے کلماتِ طیبات پر مشتمل تھی۔ اس سالہ میں خُداوند کے وہ اُردو رسولوں سے ایک نے یعنی مقدس متی رسول نے آپ کے کلمات کو جمع کر رکھا تھا۔ اس سالہ کا ہفتم فصل ذکر آگے چل کر مینگے اُن معلموں کے لئے یہ سالہ نہایت مفید اور کارآمد تھا۔ وہ اس کی مدد سے اُن نو مریدوں کو ایسی باتیں بتلا سکتے تھے جن کے وہ خود چشم دید گواہ نہیں تھے اس سالہ کی نقلیں کی گئیں تاکہ آخداوند کی تعلیم سے ہر کس و ناکس واقف ہو جائے۔ اس سالہ کلمات کے علاوہ ان ابتدائی ایام میں حضرت کلمۃ اللہ کے اقوالِ زہین و دیگر پاروں میں بھی تحریری شکل میں موجود تھے مثلاً ہم کو حال ہی میں ملک مصر میں بعض پائے دستیاب ہوئے ہیں جو پیمائرس پر لکھے ہیں جن میں (خُداوند کے نئے کلمات) مسطور ہے۔

sayings of Jesus سب سے زیادہ مشہور ہے۔

ان کے علاوہ آخداوند کے بعض ایسے مستند اقوال موجود تھے جو اناجیلِ زبورہ میں درج نہیں ہیں۔ مثلاً مقدس پولوس انس کے بندگان سے آخری وصیت کر کے کہتا ہے خُداوند یسوع کی باتیں یاد رکھنا چاہئیں کہ اُس نے خود کہا کہ دینا لینے سے زیادہ مبارک ہے (اعمال ۲)۔ بعض ایسے معتبر اور مستند کلمات غیر مروجہ اناجیل میں بھی محفوظ ہیں جو

سینہ بہ سینہ ان کے مصنفوں تک پہنچے تھے۔

(۴)

رسول اپنی "منادی" میں بار بار انبیائے سابقین کی کتابوں اور نبوتوں کا حوالہ دیتے تھے (اعمال ۲: ۱۶، ۲۵، ۳۲، ۴۱-۴۲، باب ۱-۱۳، ۲۴، ۲۵ تا ۳۸ وغیرہ) وہ یہود کے ساتھ "کتاب مقدس" سے بحث کرتے اور اس کے معنی کھول کھول کر دلیلیں پیش کر لیا کرتے تھے (۱۶)۔ اہل یہود کو آنحضرتؐ کے قدموں میں لانے کا یہ قدرتی طریقہ تھا تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ جن باتوں کی رسول "منادی" کرتے ہیں وہ کتاب مقدس کے مطابق ہیں (اگر ۱۵)۔

اُس زمانہ میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے چشم دید گواہوں سے آنحضرتؐ کی بابت سنا تھا۔ ایک ایسے شخص کا اعمال میں ذکر پایا جاتا ہے (۱۸: ۲۴-۲۸)۔ ایلولس ایک عالم شخص تھا جو سکندریہ کا رہنے والا خوش تقریر فصیح البیان اور کتاب مقدس کا ماہر تھا۔ جب وہ افسس میں آیا تو وہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا شاگرد تھا پس اُس کو خدا کی راہ اور زیادہ صحت سے بتائی گئی اور وہ کہتے تھے کہ اُسنادینا کر وہاں بھیجا گیا۔ اس طریقہ کار سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف اور دور دراز کے مقامات کے ایمانداروں کو تعلیم دینے کا کس طرح بندوبست کیا جاتا تھا اور یہ معلم کس پایہ کے عالم ہوتے تھے۔ ایلولس نے وہاں پہنچ کر ان لوگوں کی بڑی مدد کی جو فضل کے سبب سے ایمان لائے تھے۔ کیونکہ وہ کتاب مقدس سے یسوع کا مسیح ہونا ثابت کر کے بڑے زور شور سے یہودیوں کو علانیہ قائل کرتا رہا (اعمال ۱۸)۔

اہل یہود میں مسیحی نجات کی خوشخبری کا احسن طور پر رچا نہیں ہو سکتا تھا تا وقتیکہ حقیقت کے حوالوں سے "منادی" کی تائید ثابت نہ ہو۔ پولوس رسول کا بھی یہی طریقہ تھا مثلاً وہ تھسلونیکہ میں دستور کے موافق کتاب مقدس سے یہود کے ساتھ بحث کرتے

رہے اور کھول کھول کر دلیلیں پیش کر کے یہ ثابت کرتے تھے کہ یسوع ہی مسیح موعود ہے اور مسیح کے لئے دکھانا ضرور تھا اور کہ مسیح کتاب مقدس کے مطابق مردوں میں سے جی اٹھا (اعمال ۲: ۳۱)۔

پس مسیحی معلموں اور استادوں کی فاضل جماعت کے مسیحی کاہنوں اور مسیحی فریسیوں نے انبیائے سابقین کی کتابوں اور عمدہ تحقیق کی دیگر کتب کا غائر مطالعہ کیا تاکہ کتاب مقدس کے ان تمام مقلات کا سب ایمان داروں کو علم ہو جائے جن کی رُوح سے آنحضرت کی زندگی کے واقعات کا ہونا ضرور تھا۔ پس انہوں نے اپنے استاد ازل کے نمونہ کے مطابق ایمانداروں کو دھڑکی سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں جو باتیں اُس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں وہ ان کو سمجھا دیں (لوقا ۲۴)۔

ڈاکٹر ہیرس نے Rendel Harris نے یہ نظریہ قائم کیا کہ قدیم کلیسیا نے خداوند یسوع کی مسیحائی کو ثابت کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ میں کل آیات اور مقلات جمع کر دیئے تھے۔ اس رسالہ کو اس عالم نے Testamonies (رسالہ اثبات) کا نام دیا۔ تیسری صدی کے درمیان میں مقدس سپرین Cyprian نے بھی ایک اسی قسم کا رسالہ تالیف کیا تھا۔ لیکن اُس نے یہ کتاب خود تصنیف نہیں کی تھی بلکہ وہ پہلے ہی سے لکھی ہوئی تھی۔ اُس نے صرف اُس کی نظر نانی کر کے اُس میں چند ایذا دیاں کی تھیں۔ ڈاکٹر ہیرس نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کی آیات کے مجموعے رٹولین، آئرینوس اور جسٹن شہید کی تصنیفات میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس عالم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ (۱) انجیل بیلل کے مختلف مصنفین اس قدیم کلیسیا کے ”رسالہ اثبات“ سے اقتباسات پیش کرتے ہیں اور کہ (۲) ان اقتباسات کا متن عام طور پر سیٹوا جنٹ کے متن کے مطابق نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے یونانی ترجمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف کا یہ بھی نظریہ ہے کہ (۳) انجیل کی کتب کے مصنفین کے استعمال سے پہلے

ہی اس رسالہ اثبات کی بعض مختلف آیات ایک دوسرے سے باہم پیوستہ تھیں اور اسی واسطے انجیل کے مصنفین نے ان آیات کا اکٹھا اقتباس کیا ہے مثلاً مقدس ^{۱۳} میں ملاکی اور یسعیاہ کی کتب کی آیات جو اکٹھی لکھی ہیں وہ اس واسطے اکٹھی لکھی گئی ہیں کیونکہ وہ اس انجیل کے لکھے جانے سے پہلے ”رسالہ اثبات“ میں اکٹھی کی گئی تھیں۔

طا کر موصوف کا یہ خیال ہے کہ اس رسالہ اثبات میں اس کے مصنفوں نے کتاب مقدس کی آیات کو مختلف عنوانات کے ماتحت ان کے موضوع کے مطابق اکٹھا جمع کیا گیا تھا جس طرح تیسری صدی میں مقدس سیرین نے کیا تھا۔

تمام حالات کو مد نظر رکھ کر یہ عالم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ ”رسالہ اثبات“ اگر قدیم ترین رسالہ نہیں تو کم از کم قدیم ترین زمانہ سے متعلق ہے اور انجیل جلیل کی تمام کتب سے پہلے احاطہ تحریر میں آیا تھا۔

ان یہودی نو مریدوں کے لئے یہ لازمی امر تھا کہ اس بات کو جانیں کہ مسیح موعود کے لئے یہ کیوں ”ضرور“ تھا کہ وہ ”سروار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں“ اور یہود اپنے مسیح کو غیر قوموں کے حوالہ کریں جو اسے گھٹنوں میں اٹرائیں اور اس پر تھوکیں اور اسے کوڑے ماریں اور قتل کریں“ (مر ۱: ۳۳-۳۴) انجیل جلیل کے ناظرین کو یاد ہو گا کہ جب آنحضرتؐ نے اپنے رسولوں کو صلیب کی خبر دی تھی تو ان کا رد عمل یہ تھا: ”اے خداوند، خدا نہ کرے۔ یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا“ (متی ۱۶)۔ اہل یہود کے خیال میں مسیح موعود اور صلیبی موت دو متضاد تصور تھے۔ ”مسیح مصلوب“ یہودیوں کے نزدیک گھوڑے ”تھا“ (اک ۱: ۱۷)۔ پس مسیحی معلموں کے لئے ضرور ہوا کہ وہ نو مریدوں کو مفصل طور پر ان واقعات اور اسباب سے مطلع کریں جن کی وجہ سے مسیح موعود مصلوب ہوئے اور آپ کے ”دکھوں“ کی تفصیلات بتلائیں جو آپ کی زندگی کے آخری چوبیس گھنٹوں میں آپ کے پیش آئیں۔ ان معلموں نے نو مریدوں پر یہ بھی

ثابت کرنا تھا کہ ”صلیب کا پیغام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک تو بے وقوفی ہے مگر نجات پانے والوں کے نزدیک خدا کی قدرت ہے“ (۱۔)۔

پس معلموں کو ابتدائی ایام ہی میں ضرورت پیش آئی کہ صلیبی واقعہ کا ایک مربوط اور مسلسل بیان کریں تاکہ نو مرید اس واقعہ کی تفصیلات سے آگاہ ہو جائیں اور ان پر ان واقعات کی اصل وجہ اور غائت بھی منکشف ہو جائے کہ اس قسم کے روح فرسا اور جانناہ واقعات کا مسیح موعود کے مد پیش ہونا کیوں ضرور تھا۔

صلیبی واقعہ کی چشم دید گواہ ”ایک بڑی بھیر“ تھی (مرقس ۱۵۔ لوقا ۲۳ وغیرہ) جو عید کے موقعہ پر ارض مقدس کے مختلف مقامات سے یروشلم میں جمع ہوئی تھی۔ اس بھیر میں یروشلم کے رہنے والے بھی تھے۔ جب ان چشم دید گواہوں میں سے صد ہا آنخداوند کے حلقہ بلوٹش ہو گئے تو انہوں نے جو دیکھا اور سنا تھا لوگوں سے بیان کیا۔ اناجیل اربعہ کے غائر مطالعہ سے ثابت ہے کہ جس طرح مختلف مقامات کی کلیسیاؤں نے آنخداوند کے اقوال کو مختلف پاروں میں جمع کر رکھا تھا، اسی طرح صلیبی واقعہ کے مختلف بیانات مختلف کلیسیاؤں میں مروج تھے۔ ان بیانات میں قدرتی طور پر تفصیلی اور جزوی باتوں میں معمولی اختلافات تھے تاہم یہ بیانات مجموعی طور پر ایک دوسرے سے اتفاق کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل مرقس کا بیان بنیادی ہے اور مقدس متی کی انجیل کا بیان اس کی محض دوسری ایڈیشن ہے جس میں چند دیگر باتیں ایڑا کر دی گئی ہیں۔ مقدس لوقا کا بیان زیادہ مکمل ہے لیکن اس کی پلان دہی انجیل دوم کی ہی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مقدس مرقس کی انجیل کے صلیبی واقعہ کا بیان قدیم ترین زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اور یہ وہ بیان ہے جس کو ابتدائی ایام کی کلیسیا کے معلموں نے مختلف چشم دید گواہوں کے بیانات سے ترتیب دار ”مرتب کیا تھا۔“ لوقا ۱۔ تاکہ نو مریدوں کو آنخداوند کے صلیبی واقعات اور ان کی تفصیلات سے

آگاہی ہو جائے۔ چنانچہ بی۔ ایچ برینز کو سب اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ خداوند کے ”صلیبی واقعہ کا بیان تحریر میں آچکا تھا“۔^{۷۴}

دورِ حاضرہ کے نقاد جو ”فارم کرٹک“ Form Critic کہلاتے ہیں متفقہ آواز سے بیانِ دل اعلان کرتے ہیں کہ قدیم کلیسیا میں سب سے پہلے صلیبی واقعہ کے بیان مسلسل طور پر لکھے گئے تھے۔

انگریز عالمِ دینسنٹ ٹیلر Vincent Taylor کہتا ہے۔
”صلیبی واقعہ کا بیان جو اناجیل اربعہ میں محفوظ ہے دیگر انجیلی بیانات سے اس بات میں مختلف ہے کہ وہ مسلسل اور مربوط ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ شروع سے چلا آتا ہے۔ اس کا طرزِ بیان اور ترتیب اس کی صداقت پر گواہ ہے اور ثابت کرتی ہے کہ یہ بیان ایک تواریخی حقیقت ہے۔“

جرمن عالمِ ایڈورڈ مائر Edward Meyer کہتا ہے کہ در آخری فصیح کا بیان انجیل کے قدیم ترین حصص سے متعلق ہے گیتسمانی اور گرفتاری کے بیان صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ مقدس پیارس کی زبان کے بیان ہیں۔ مرقس ۱۴ باب کے واقعات اس وضاحت سے لکھے گئے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے ان کا سماں بند نہ جاتا ہے اور وہ خارجی حالات کے بھی عین موافق ہیں۔ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں کہ اس بیان کا سرچشمہ معتبر ترین ہے۔ اگر یہ بیانات بعد کے زمانہ کے لکھے ہوتے تو وہ اس قسم کے نہ ہوتے۔ مثلاً لکھا ہے کہ مسیح دورانِ مقدمہ میں تقریباً خاموش رہے لیکن اگر یہ بیان بعد کے زمانہ میں لکھے جاتے تو وہ انابیل موضوعہ کے بیانات کے سے ہوتے۔ جن میں آنخاندنڈیوختارسل سے، صدر عدالت والوں سے، ہیرو دس سے اور پلاطوس وغیرہ سے لمبی چوڑی گفتگو اور بحث کرتے ہیں۔ پس واقعہ صلیب کے انجیلی بیانات قدیم ترین اور صحیح ترین ہیں۔“

ڈاکٹر ولسنٹ ٹیلر اپنی کتاب میں سوال کرتا ہے۔ کہ کُجیب مقدس پولوس فرماتا ہے کہ مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مَوا "اگر ۱۳۱ تہذیب کتاب مقدس کے کس حصہ کی طرف اشارہ کرتا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا مطلب یسعیاہ ۵۳: ۵۶-۶۱ اور دانی ایل ۹-۱۲ اور ذکر باہ ۱۳-۱۴ - یوناہ ۱-۲ - زبور ۸۰: ۱۶-۱۸ - وغیرہ مقنا سے تھا۔ لیکن بس مین Busmann کہتا ہے کہ نہ صرف ان مقامات میں سے کوئی بھی پولوس رسول کے ذہن میں نہ تھا بلکہ وہ تہذیب عتیق کی کسی کتاب کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ "کتاب مقدس" سے آپ کا مطلب صلیبی واقعہ کے اُن بیانات سے تھا جو کلیسیا میں موجود تھے۔ آپ کا مطلب درحقیقت اُن ابتدائی بیانات سے ہے جن کا ذکر مقدس لوگوں اپنے دیباچہ میں کرتے ہیں (۱)۔ یہ عالم کہتا ہے کہ اگر تہذیبوں ۱۵ سے ظاہر ہے کہ صلیبی واقعہ کا بیان احاطہ تحریر میں آچکا تھا اور کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں موجود تھا۔ شمٹ Schmidt بھی کہتا ہے کہ صلیبی واقعہ کا ایک مسلسل اور مربوط بیان سارے کا سارا عبادت کے دوران میں ورد کے طور پر پڑھا جاتا تھا۔

بس ظاہر ہے کہ ابتدائی ایام سے ان معلموں نے جو علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز تھے کلیسیا کے ہاتھوں میں نہ صرف رسالہ کلمات "اگر رسالہ اثبات" دے دیا تھا بلکہ اُن زہریدوں کی خاطر ایک رسالہ میں مسلسل مربوط بیان بھی لکھ دیا تھا جس میں منجی عالمین کی زندگی کے آخری دنوں اور آخری واقعات کا بیان ترتیب وار مرتب تھا۔

چونکہ صلیبی واقعہ یرشلیم کے شہر میں واقع ہوا تھا لہذا اس کا ترتیب وار مسلسل بیان بھی عالم وجود میں جلدی آگیا۔ لیکن آنخاوند اپنی غفریاب قیامت کے بعد مختلف لوگوں کو ارض مقدس کے مختلف صوبوں اور مقاموں میں نظر آئے تھے لہذا وہ بیانات جو آپ کی قیامت سے متعلق ہیں مسلسل اور ترتیب وار نہیں ہیں بلکہ منتشر قسم کے ہیں کیونکہ

وہ مختلف کلیسیاؤں میں مروج تھے جن کو انجیل نویسوں نے بڑی کاوش کے بعد مختلف لوگوں اور مقاموں سے بعد میں اکٹھا کیا۔ چنانچہ مقدس پوٹس کی ایک فہرست ہے (اکر ۱۵: ۴-۸)۔ اعمال ۲۲ اور ۲۶ باب میں آپ کے بیانات ہیں۔ بعض بیانات برشلیم سے مخصوص ہیں۔ لوقا ۲۴ باب میں صوبہ گلیل میں دکھائی دینے کے بیان نہیں ہیں۔ لوقا ۲۴ اور اکر ۱۵ میں ذکر ہے کہ آنحضرتؐ اور مقدس پطرس کو نظر آئے لیکن انجیل اربعہ میں اس واقعہ کا بیان پایا نہیں جاتا جس کا مطالبہ یہ ہے کہ خداوند کے واقعہ قیامت میں کوئی ایسی ترتیب موجود نہیں جیسی واقعہ صلیب میں پائی جاتی ہے جس کا بیان مسلسل اور مربوط ہے۔

(۵)

جب غیر یہود اقوام میں سے بھی نو مرید جوق بد جوق مسیحی کلیسیا میں داخل ہو گئے تو ان کے لئے بھی یہ تینوں مندرجہ بالا رسالے بڑے کام کے تھے۔ پس یہ رسالے ان نو مریدوں کے لئے یونانی زبان میں ترجمہ کئے گئے کیونکہ پہلے پہل جب یہ لکھے گئے تھے تو قدرتی طور پر وہ ارامی زبان میں مرتب کئے گئے تھے۔ ان رسالوں میں سے بالخصوص رسالہ کلمات غیر یہود کی ضروریات کو پورا کرتا تھا پس اس کے یونانی زبان میں کئی تبجھے کئے گئے ان میں سے دو ترجموں کا ذکر ہم انشا اللہ آگے چل کر کریں گے۔

جب کلیسیا میں یہودی اور غیر یہودی ہزاروں کی تعداد میں شامل ہو گئے تو استادوں اور معلموں کی فاضل جماعت کے سامنے طرح طرح کے مسئلے اور قسم قسم کے سوال نو مریدوں کی دونوں مختلف جماعتوں نے پیش کئے تاکہ وہ ان کا حل دھونڈیں اور ان کے سوالوں کا جواب دیں تاکہ مسیحی کلیسیا کے افراد کی روحانی ضروریات پوری ہو سکیں۔ بعض نقادوں نے جو ”فارم کرٹکس“ کہلاتے ہیں *form criticism* ان سوالات کو چار اقسام کے بتلایا ہے:-

(۱) یہ نو مرید چاہتے تھے کہ مسیحی ایمان اور عمل کے بارے میں ان کی ہدایت ہو سکے۔ مثلاً بزرگوں کی روایات اور سبب کے احکام کے متعلق ان کا کیا رویہ ہونا چاہئے (مر ۱: ۱-۶)۔ موسوی شریعت کے متعلق ان کو کیا کرنا چاہئے (اعمال ۱۵) وغیرہ فقہیوں اور فریسیوں کی راستبازی اور ان کی راستبازی میں کیا فرق ہے (متی ۲۳ - ۳۱/۱۵ وغیرہ)۔ دشمنوں سے محبت کیوں کریں؟ خیرات - دُعا - روزہ - حرام حلال وغیرہ کے کیا احکام ہیں۔ بے ایمانوں کا اور ایمانداروں کا انجام کیا ہوگا؟ خداوند مسیح کب واپس آئیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالوں کے جواب میں وہ گواہ اور رسول جنہوں نے آنحضرت سے ان اور دیگر مسائل پر گفتگو کی تھی حضرت کلیمۃ اللہ کے ان کلمات کا ذکر کرتے تھے جو انہوں نے اپنے کانوں سے سُنے تھے۔ ان واقعات اور کلمات کو مختلف پاروں میں جمع کیا گیا تاکہ دور و دراز کے مقامات کے نو مرید ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

(۲) یہ نو مرید قدرتی طور پر آنحضرت کے سوانح حیات اور کلمات طبیات سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ”رسالہ کلمات“ کی نقلیں کی گئیں۔ تاکہ قصبات اور مصافات اور دیار و امصار کی کلیسیائیں ایمان میں مضبوط ہو جائیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں چشم دید گواہ زندہ تھے جو مختلف مقامات میں رہائش گزین تھے اور مقامی کلیسیاؤں سے آنحضرت کے معجزات طبیات اور سوانح حیات کا ذکر کرتے تھے اور یوں نو مریدوں کے ایمان کی استقامت کا باعث تھے۔ ان کے بیانات مختلف پاروں میں مختلف کلیسیاؤں کے لئے لکھے گئے تھے اور معلموں کی جماعت ان کو تعلیم دیتی تھی۔ (۳) تیسری قسم کے سوالات کا تعلق عبادت کے ساتھ تھا۔ اعمال کی کتاب سے

ظاہر ہے کہ یہودی نو مرید قدیم الایام میں سبیل میں عبادت کرنے کے علاوہ اپنی خاص عبادت کیا کرتے تھے (۱: ۱۳-۲: ۴۶-۴: ۲۳-۱۰: ۳ وغیرہ)۔ ان عبادتوں میں وہ ان خاص باتوں کو ادا کرتے جو ان سے مخصوص تھیں یعنی عشاء ربانی وغیرہ ۲۔

اکر ۱: ۱۶-۱۷ وغیرہ)۔ ان عبادتوں میں دُعا بھی ہوتے جن میں مَنجی عالمین کے کردار و گفتار بتلائے جاتے تھے (اعمال ۲۹ وغیرہ)۔ یہود اور غیر یہود قربانیاں کرتے تھے اور نذیریں گزراتے تھے۔ پس یہ سوال پیدا ہوئے کہ کیا بتوں کے آگے قربانی کرنا یا ہیکل میں قربانیاں گزراننا جائز ہے؟ کیا قربانیوں کے گوشت کو کھانا جائز ہے؟ وغیرہ۔

(۴) چوتھی قسم کے سوالوں کا تعلق بحث سے تھا۔ جب یہود یا غیر یہود میں سے کوئی نو مرید ہوتا تو قدرتا لوگ اُس پر ٹوٹ پڑتے اور ایذاؤں کے علاوہ اُس پر سوالوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی۔ پس نو مریدوں کو جائز و ناجائز سوالوں کا جواب دینا ہوتا تھا۔ اس کے لئے اُن کے پاس بہترین جواب دہ تھے جو آنحضرتؐ نے ایسے موقعوں پر خود دیئے تھے۔ ہزاروں لوگوں نے حضرت کلمۃ اللہ کے جوابات کو خود سنا تھا جن کو سن کر وہ تعجب کرتے تھے، ”لو قاتلنا (۲۱) ایسا کہ پھر کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی (لو قاتلنا)۔ ایسے واقعات اور اقوال بھی قدرتی طور پر مختلف اوقات میں اور مختلف مقامات میں پاروں میں جمع کئے گئے تھے تاکہ کلیسیاؤں کے لئے اور نو مریدوں کے لئے شمع ہدایت ہوں۔

پس کلیسیا کے وجود کے ابتدائی ایام کے پہلے دس سالوں میں ہی ان اُستادوں اور معلموں کی فاضل جماعت نے وہ تمام بیانات جمع کر لئے جن کا تعلق کلیسیا کی ضروریات زندگی سے تھا۔ اس دورانِ نیش رویہ کی وجہ سے کلیسیا کو لقا اور ایمان کی استقامت ملی۔ یہ بیانات چشم دید گواہوں کی بیان کردہ معتبر باتیں تھیں جن کو ہزاروں لوگوں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اور جن میں سے بعض واقعات کے یہ فاضل معلم خود بھی چشم دید گواہ تھے۔ یہ بیانات مختلف پاروں میں جمع تھے جو مختلف لوگوں اور مقاموں کی کلیسیاؤں اور بالخصوص یہ شلم کی کلیسیا کے پاس محفوظ تھے۔ اُستادوں اور معلموں کی فاضل جماعت ہر جگہ اور بالخصوص یہ شلم میں ان پاروں

اور رسالوں کی حفاظت کی ذمہ دار تھی۔

(۶)

اسلامی تاریخ میں رسول عربی کی رحلت کے بعد ہی مختلف سیاسی جماعتیں پیدا ہو گئیں جنہوں نے اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور ذریعہ مخالفت کو رک دینے کے لئے قرآنی آیات میں کم و بیشی کی اور احادیث کو وضع کیا۔ ان جماعتوں کا اختلاف قومی، مذہبی، سیاسی اور اعتقادی، فرض سمجھی قسم کا تھا۔ لیکن خداوند مسیح کی ظفریاب قیامت کے بعد مسیحی کلیسیا کا یہ حال نہ تھا۔ سب ایمان دار "ایک دل ہو کر جمع ہوا کرتے اور خوشی اور سادہ دلی سے زندگی گزارتے تھے (اعمال ۱: ۱۲-۲)۔" (۵-۶ وغیرہ)۔ جتنے کہ حبیب غیر یہود کا ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے ان میں افتراق پیدا ہوا تب بھی رسول اور بزرگ اور سب ایمان دار، "ایسے نازک ایام میں یکدل" رہے (اعمال ۱: ۲۲ و ۲۴)۔ پس خداوند مسیح کی ظفریاب قیامت کے بعد اناجیل اربعہ کی تالیف کے زمانہ تک حالاتِ زمانہ کی وجہ سے ان قدیم ترین پاروں اور رسالوں میں کسی قسم کا فرق یا فتور پیدا نہ ہوا بلکہ وہ بحسنہ لفظ و بیسہ ہی رہے جیسے ان کے ثقہ اور چشم دید گواہوں نے لکھا تھا۔ اور کلیسیا کے استادوں اور معلموں کی فاضل جماعت ان پاروں اور رسالوں کی حافظہ اور ذمہ دار رہی۔

باب چہارم

چشم دید گواہوں کے زبانی اور تحریری بیانات

فصل اول

زبانی بیانات کے نظریہ کی تنقید

گذشتہ باب میں ہم نے بتلایا ہے کہ کلیسیا کے فاضل اُستادوں اور علماء کی جماعت نے صد ہا چشم دید گواہوں کے بیانات کو جمع کر کے اُن کو رسالوں کی شکل میں ترتیب دے دیا تھا اور کہ ارض مقدس کے دیگر مشہور اوقاف میں بھی صد ہا چشم دید گواہ موجود تھے، جن کی شہادتیں مختلف پاروں میں اُن مقامات کی کلیسیاؤں نے اُن ابتدائی ایام میں محفوظ کر رکھی تھیں۔ پچنانچہ مقدس اُن کو اپنی انجیل کے دیباچہ میں ان رسالوں اور پاروں کی جانب اشارہ بھی کرتا ہے لیکن مغربی ممالک کے بعض قابل علماء مثلاً لیشپ سٹاکٹ اور ڈاکٹر رائٹ جیسے پارے کے فاضل کہتے ہیں کہ چشم دید گواہوں کے بیانات احاطہ تحریر میں سا ہا سال تک نہیں آئے تھے بلکہ جب تک اناجیل لکھی نہیں گئیں یہ بیانات سینہ بسینہ چالیس پچاس سال تک زبانی حفظ کئے جاتے تھے اور دوسرے تک پہنچائے جاتے تھے۔ اوروہ لوگ بھی اُن کو رٹ کر حفظ کر لیا کرتے تھے اوروں تو انجیل اور تسلسل کا تسلسلہ اناجیل اربعہ کے لکھے جانے تک جاری رہا۔ یہ تو اترا تسلسل اناجیل کی صحت کا ذمہ دار ہے۔

ان علما کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے شاگردوں اور رسولوں کو اپنے کلمات اور خطبات زبانی یاد کروائے اور چونکہ مشرق کے لوگوں کا حافظہ تیز اور زبردست ہوتا ہے، لہذا ان لوگوں کے حافظہ میں حضرت کلمۃ اللہ کے خطبات اور کلمات کا نقش فی الحجر ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی باری میں خداوند کے کلمات کو دوسروں کو حفظ کرایا چنانچہ پیادری رائٹ صاحب لکھتے ہیں :-

”زبانی تعلیم اس طرح شروع ہوئی ہوگی کہ مقدس پطرس نے ایک تختی پر سبق لکھا اور اُس کو اپنے شاگردوں کو پڑھ کر سنایا جنہوں نے اس سبق کو اپنی تختیوں پر لکھ لیا اور وہ اُن کو بلند آواز سے پڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ سبق حفظ یاد ہو گیا۔ اگلے روز وہ حافظہ سے اس یاد کردہ سبق کو سناتے تھے اور پھر دوسرا سبق پڑھ لیتے تھے۔ یہ طریقہ کار روز بروز جاری رہا ہوگا جب تک کہ مسیحی تعلیم کا ایک اچھا خاصہ حصہ حفظ یاد ہو گیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ مقدس پطرس کے پاس ایسی نصف درجن تختیاں ہوں گی جن سے وہ اپنی یاد کو بھی تازہ کر لیتے ہوں گے ایسا کہ آپ کو کامل طور پر سب باتیں خود یاد ہو گئیں۔ آپ نے ان شاگردوں کو جن کے حافظے تیز ہوں گے اُستاد بنا دیا ہوگا تاکہ وہ اُسی طرح دوسروں کو بھی سکھلائیں۔ جب کلیسیاؤں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو ان اُستادوں کی ضرورت پڑی جن کا ذکر اعمال کی کتاب اور مقدس پولوس کے خطوط میں پایا جاتا ہے۔“

”اس قسم کی عارضی دستاویزیں شروع ہی سے موجود تھیں مقدس مرقس نے بعد کے زمانہ میں مقدس پطرس کے ارامی خطبات کو یونانی میں اس طرح لکھا کہ اُس نے پہلے ارامی کے ایک حصہ کو ایک تختی پر لکھا۔ پھر ایک دوسری تختی پر اُس حصہ کا یونانی میں ترجمہ کر دیا۔ تب اس نے اس ترجمہ کی نظر ثانی کر کے ”یونانیوں“ کو سکھلایا۔ جس طرح مقدس پطرس نے ”عبرانیوں“ کی جماعت کو سکھایا تھا۔“

یہی صاحب ایک اور جگہ کہتے ہیں: مشرقی ممالک میں مغربی ممالک سے زیادہ حافظہ پروردیا جاتا ہے۔ چنانچہ قاہرہ کی ازہر یونیورسٹی میں جو ان طلباء قرآن کو حفظ کرتے ہیں۔

ایک اور مقام میں یہ صاحب حضرت محمد عربی کی نظیر دے کر کہتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت نے اپنے صحابہ کو قرآن کی آیات اور پارے حفظ کرائے تھے اسی طرح حضرت کلمۃ اللہ کا دوسرا طریقہ ہوگا۔

(۲)

ہم نے باب اول میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اہل یہود کا ہر بالغ آدمی اور ہر نابالغ چھ سو سال کی عمر سے زیادہ کا بچہ پڑھا لکھا ہوتا تھا کیونکہ ہر بچہ کی تعلیم حیرت اور لازمی تھی۔ زبانی بیانات کے نظریہ کے حامی اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ حضرت کلمۃ اللہ کے ہم عصر یہود حضرت محمد کے ہم عصر عرب کی مانند نانو اندہ احد آدمی قوم تھے اور کہ اہل یہود کے پاس نوشت و خواند کے لئے سرت و نصف درجن کے قریب تختیاں ہی ہو گئی جیس طرح اہل عرب کے پاس قرآن کو لکھنے کے لئے کھجور کے پتے سفید پتھر کی تختیاں۔ چمڑے کے پارچے اور شانوں کی مڈیاں وغیرہ تھیں۔ اور کہ حضرت کلمۃ اللہ کے شاگردوں نے آپ کے خطبات کو اسی طرح رٹ لیا ہوگا جس طرح ازہر یونیورسٹی کے طلباء قرآن کو حفظ کر لیتے ہیں لیکن یہ سب ان کا محض ظن ہے جو حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

۱۱) اناجیل اربعہ کی بنیاد حافظہ پر قائم نہیں ہے۔ آپ چاروں انجیلوں کو پڑھیں اور اس کے ایک ایک صفحہ کی ایک ایک سطر کو چھان ماریں، آپ کو اس بات کا شائبہ بھی کہ میں نہیں ملیگا کہ حضرت کلمۃ اللہ خطبہ دے کر اپنے شاگردوں کو خلوت میں خلیہ کا ایک ایک لفظ زبانی حفظ کراتے تھے۔ یہ آئندہ اوند کا طریقہ کار ہی نہ تھا اور نہ

کوئی صاحبِ عقل شخص انجیل کے مطالعہ کے بعد اس قسم کے طریقہ کو آخذاوند سے متعلق کرنے کا خیال بھی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے سامعین آپ کی تعلیم کو سن کر حیران رہ جاتے تھے کیونکہ وہ ان کیفیتوں کی طرح نہیں بلکہ صاحب اختیار کی طرح تعلیم دیتے تھے، (مر ۱۶/۷ وغیرہ) آپ کے جان لیوا تک اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ "انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا" (یو ۷/۱۹)۔ خداوند کا طریقہ یہودی ریتوں کا طریقہ ہی نہ تھا جن کو بات بات پر اپنے استادوں کے کلام کی سند لانی پڑتی تھی اور بغیر سند کو رٹ سنائے وہ ایک قدم بھی نہ چلتے تھے۔ آخذاوند تو استادِ ازل تھے ان کے شاگردوں نے بھی رٹنے کا طریقہ کبھی استعمال نہ کیا۔ عہدِ جدید کی تمام کی تمام کتب اس حقیقت کی گواہ ہیں کہ آپ کے شاگردوں نے نہ تو کوئی خطبہ طوطے کی طرح خود رٹا اور نہ دوسروں کو رٹوایا۔ ڈاکٹر رائٹ صاحب کا یہ قول کہ مقدس پطرس ایک سختی پرستی لکھتے اور اپنے مصاحبوں سے حفاظت کرتے تھے محض آپ کی قوتِ متخیلہ کے ظن پر مبنی ہے جس میں رتی بہر حقیقت نہیں۔

اگر انجیل کی بنیاد سینہ بسینہ روایات پر مبنی تو ویڈ کے الفاظ میں "یہ احتمال رہتا ہے کہ قدیم ترین انجیل بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ جب کسی شخص کے (خواہ وہ سولی ہی کیوں نہ ہو) گذشتہ مشاہدات صرف حافظہ کی بنا پر، ۳۰ سال کے بعد ایک ایسا شخص لکھے جو ان واقعات میں سے صرف ایک دو کا ہی عینی گواہ ہو تو یہ کہنا زیادہ قرینِ عقل ہے کہ واقعات کی رپورٹ لکھنے والے شخص کی نیت میں شک نہیں لیکن ان واقعات کی اصلیت میں شک کی گنجائش رہ جاتی ہے جو اس صاحبِ حافظہ کے نظریہ پر زور دیتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ انسانی حافظہ کسی واقعہ کو صرف اجمالی طور پر ہی درستی سے پیش کر سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حافظہ ہر لفظ کی صحت کا بھی ذمہ دار ہو۔ حافظہ کے لئے کسی خطبہ یا تقریر کا ایک ایک لفظ صحت

کے ساتھ واقعہ کے چالیس سال بعد دہرانا ایک ناممکن امر ہے۔

”فارم کرٹک“ Form Content جو زبانی روایات کے حامی ہیں کہتے ہیں کہ جو دو اہم سینہ بسینہ چلی آئے وہ کچھ مدت کے بعد ایک خاص جامد صورت اختیار کر لیتی ہے اور اس کے الفاظ تک پکے ہوئے جمود کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور گویا منجمد ہو جاتے ہیں لیکن پروفیسر برکٹ ایک ایسی مثال دیتے ہیں جس سے اس خیال کو اٹھکھلا دینا ممکن ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کیا یہ لفظ اس قدر پکے ہو جاتے ہیں کہ پانچ ہزار کے کھانے کے معجزہ کے وقت دوبارہ ”لو کریاں“ اٹھائی جائیں (مر ۳۴)۔ اور چار ہزار کے کھانے کے وقت سات ”پٹارے“ یا ”لو کرے“ اٹھائے جائیں (مر ۳۵)۔ انجیل مرقس میں الفاظ ”لو کریوں“ اور ”لو کریں“ میں تمیز کی گئی ہے اور انجیل اول میں بھی یہ تمیز برقرار رکھی گئی ہے (مر ۱۶: ۱۰-۱۱)۔ مرقس ۱۶: ۱۰-۱۱۔ حیرت پر حیرت یہ ہے کہ اس معجزہ میں زبانی روایت کے الفاظ تو اس قدر پکے ہو جاتے ہیں کہ دونوں انجیلوں میں ان کا الگ الگ ذکر ہوا اور وہ مخلوط نہ کیے جائیں لیکن واقعہ صلیب اور واقعہ قیامت جیسے اہم ترین واقعات کے بیان کرنے میں ان کی تفاسیل اور ان کے الفاظ میں اس قدر اختلاف ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت کلمۃ اللہ نے اپنے رسولوں کو ”دعائے ربانی“ کے علاوہ اور کوئی شے حفظ نہ کرائی۔ لیکن اس دعا کی کئی دو قرائتیں ہیں جن کے الفاظ میں اختلاف ہے (متی ۲۶: ۱۳-۱۴)۔ اگر آؤ خداوند اپنے مبارک منہ کے الفاظ کو رسولوں سے رٹوایا کرتے تھے تو اس اختلاف کے کیا معنی؟

پروفیسر برکٹ کہتے ہیں ”خداوند نے اپنے ہاتھوں سے کچھ نہ لکھا۔ آپ نے اپنے شاگردوں کو دعائے ربانی کے الفاظ کے علاوہ اور کچھ نہ سکھایا اور یہ دعا بھی دو مختلف قرائتوں میں ہم نواکت پہنچی ہے۔ آپ کا یہ طریقہ ہی نہ تھا کہ شاگردوں کو کوئی مخصوص الفاظ یا مقررہ ترتیب سے جملے حفظ کرائیں۔ اناجیل یہ ظاہر کر دیتی ہیں کہ آپ نے اپنی

تعلیم کو کسی خاص نظام میں نہ ڈھالا اور نہ اس کے مختلف حصوں کو آپ نے مسلسل اور مربوط کیا۔ آپ کی تعلیم میں کوئی تکلف نہ تھا بلکہ وہ سیدھی سادی غیر رسمی تعلیم تھی جو ہم اور نہ غیر معین اور نہ غیر واضح تھی۔ وہ ہمیشہ صاف اور واضح تعلیم تھی جس کا صحیح مطلب ہر کس و نا کس سمجھ لیتا تھا۔ وہ موقع اور محل کے مطابق اور اقتضائے ضرورت کے موافق تھی۔ اس کا تعلق کسی واقعہ یا تقریب کے ساتھ ہوتا تھا۔۔۔۔۔ حافظہ کا تعلق باقاعدہ تعلیم سے ہوتا ہے جو کسی خاص نظام میں مربوط اور منسلک ہو۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ فلاں بٹی کے شاگردوں نے اپنے استاد کے کلام کا ایک ایک لفظ دوسروں تک پہنچایا لیکن یہ بٹی اپنے شاگردوں کو اپنی تعلیم رٹاتے تھے جس طرح قرآن کے حفاظ کرتے ہیں اور قافیہ بندی وغیرہ کے طریقوں سے وہ تعلیم حفظ کرائی جاتی تھی۔ لیکن خُداوند کا یہ طریقہ نہ تھا۔۔۔۔۔ حق تو یہ ہے کہ خُداوند اور فیصلوں کے درمیان جو تضاد مہوا اُس کا اصلی سبب ہی یہ تھا کہ وہ بزرگوں کی روایات کو ہر حال میں قائم اور استوار رکھنا چاہتے تھے لیکن خُداوند کا کلام انوکھا فطری طور پر بدیع اور اپنے اندر تخلیقی قوت رکھنے والا تھا۔

اگر ناظر بن خود چالیس سال پہلے کے کسی ایک آپ بیتی واقعہ یا تقریر کو قوتِ حافظہ پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کریں تو وہ خود معلوم کر سکتے ہیں کہ کس حد تک اُن کو اس واقعہ کی تفصیل یا تقریر کے الفاظ صحت کے ساتھ یاد رہ سکتے ہیں۔ وہ اجمالی طور پر ہی واقعہ یا تقریر کو صحیح طور پر یاد کر سکیں گے لیکن واقعی تفصیل کو یا تقریر کے ہر لفظ کو صحت کے ساتھ دہرانا اُن کے لئے ناممکن ہو گا پس چالیس سال کے عرصہ کے بعد جو ایک پشت سے بھی زیادہ کا عرصہ ہے سُولوں کا انخراوند کے معجزات کی تفصیل اور آپ کے خطبات کے الفاظ کو صحیح طور پر یاد رکھنا اعجاز سے کم نہیں۔ ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ چالیس سال کا عرصہ گزرنے کے بعد

دوازدہ رسول بُوڑھے ہو گئے تھے اور زندگی کے آخری ایام میں حافظہ جواب دے دیتا ہے۔ ہاں اجمالی طور پر خطیبہ یا واقعہ کی صحت اور بات ہے لیکن یہاں تو ہر لفظ اور تفصیل کی صحت کا سوال ہے۔ چالیس سال کے بعد عقل سلیم کے لئے انجیلی بیانات کے ہر لفظ کو قطعی طور پر درست اور ٹھیکہ طور پر خطا سے بری ماننا ایک ناممکن امر ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ دنیا میں ایسی ہستیاں بھی ہوئی ہیں جن کی قوت حافظہ اعجازی تھی مثلاً اسکالر paschal کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ کبھی کسی شے کو جو اُس نے پڑھی ہو یا سنا کا خیال بھی اُس کے ذہن میں کبھی آیا ہو فراموش نہیں کرتا تھا۔ لیکن یہاں ایک دو غیر معمولی انسانوں کا ذکر نہیں۔ اس نظریہ کے حامی تو یہ سمجھتے ہیں کہ مشرق کے تمام لوگوں کی قوت حافظہ ہی اعجازی ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن کے قاری اور حفاظ تو الگ رہے خود حضرت محمد قرآن کی آیات کو دل لکھا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن باب نسیان القرآن)۔

جرمن نقاد ولہاسن درست کہتا ہے کہ لکھلکے کے مکتوبات کے ساتھ ساتھ ممالک کے رہنے والوں کا حافظہ معجزی ہو ایک کے رہنے والوں کے حافظے نہیں تھے۔ مثال کے طور پر وہ حضرت محمد کے اقوال کی نقل و پیش کرتے ہیں۔ میں مندرج ہیں اور کہتا ہے کہ یہ احادیث یقینی طور پر قابل اعتناء نہیں ہیں اور یہی مسلمان علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔

(۲) بہر حال ہمارے پاس یہ ماننے کی کوئی وجہ موجود نہیں کہ حضرت کلمۃ اللہ کے سامعین اور رسول اور چشم دید گواہ سب کے سب ایسا حافظہ رکھتے تھے جو اعجازی تھا۔ اس نظریہ کے حامی یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت کے ہزاروں چشم دید گواہ سب کے سب لکھے پڑھے انسان تھے اور کہ جدیداً ہم گزشتہ باب میں بتلا چکے ہیں تقاضائے وقت

ہی ایسا تھا کہ اُن گواہوں کی شہادتیں ابتدا ہی میں قلمبند کی بجائیں تاکہ کلیسیاؤں کی روحانی ضروریات اور تقاضے پورے ہو سکیں۔ اُس زمانہ میں لکھنے کے لئے گو کاغذ نہیں تھے لیکن پے پائرس کے طومار جس سے انگریزی لفظ *Manuscript* (معنی کاغذِ تکلام) ہر جگہ دستیاب ہوتے تھے۔ جو سرکاری کام، کاروباری معاملات، نجی خط و کتابت، کتابوں کے لکھنے وغیرہ کے کام آتے تھے۔

پیپائرس مستقل قسم کی تحریریں لکھی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ چرمی کاغذ "رق کے طومار" بھی استعمال ہوتے تھے (موجودہ $\frac{1}{4}$ س)۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے ملک ہندوستان میں آریہ لوگ اپنی کتابوں کو بھونچ پتر کی کھال پر لکھا کرتے تھے موجودہ قسم کا کاغذ ۱۷۷۰ء سن عیسوی میں ملک چین میں پہلے پہل بنا۔

معلوم نہیں کہ یہ کیوں فرض کر لیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ کے رسولوں اور دیگر شالہوں نے جب تک آپ اس دنیا میں ان کے ساتھ رہے، آپ کے کلمات طبیقات کو لکھنے کے لئے قلم کو ہاتھ نہ لگایا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عرب جیسی جگہ میں نبی حضرت محمدؐ کے صحابہ اُن کے مُنتہی کی باتیں لکھ لیا کرتے تھے۔ پھر حضرت کلمۃ اللہ کے رسولوں کو کون چیز مانع تھی کہ وہ ایسا نہ کرتے؟ انبیائے سابقین کا کلام مثلاً حضرت یرمیاہؑ کا کلام اُن کے مصاحب یاروک نے لکھا۔ فاضل جارج ایڈمز *Dr. A. Smith* کہتا ہے کہ پورہ کاکیت بغیر کسی شک و شبہ کے اسی زمانہ کا لکھا ہوا ہے جس زمانہ میں وہ واقعات ہوئے تھے جو اُس میں درج ہیں۔ "عہدِ شفیق کے دیگر محققوں کی نسبت بھی علماء کی ایک بڑی تعداد کا یہی خیال ہے۔ پس ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اناجیل کے متعلق کیوں کلیتہً حافظہ پر زور دیا جاتا ہے اور تحریریں مسالہ کو غیر متعلق قرار دے کر اس بحث سے بالکل خارج کیا جاتا ہے؟ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ حضرت کلمۃ اللہ کے خطبات غیر اناجیل کے تحریر ہونے سے بہت پہلے احاطہ تحریر میں آچکے تھے تو ان کلمات کا مقبہ ہونا حاکم

کی قوت پر انحصار کرنے سے زیادہ بہتر طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

جب انبیائے سابقین کا کلام اُن کی حین حیات میں ہی احاطہ تحریر میں لکھنا تھا تو اس امر میں کونسی بات مانع تھی کہ آنحضرتؐ کے لکھے پڑھے ہزار ہا چشم دید گواہ جن کا یہ ایمان تھا کہ ”ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا ہے“ (لوقا ۱۶: ۱۵ - مرقس ۶: ۱۵ - متی ۲۱: ۲۱ وغیرہ) خاموش رہتے ادا آپ کی حین حیات میں آپ کے کلمات طبیعیات کو قلمبند نہ کرتے؟ انا جیل اربعہ تو یہ بتلاتی ہیں کہ یہ عوام خاموش رہنے والے افسانہ نویس تھے کہ ۱۳ - متی ۹ - لوقا ۱۶ - لوقا ۱۵: ۲۵ - ۱۶ - یوحنا ۹ وغیرہ۔ زبانی روایات کے نظریہ کے حامی ان ہزار ہا چشم دید جوشیلے گواہوں کی مستی کو ایسا نظر انداز کر دیتے ہیں کہ گویا آنحضرتؐ کی وفات کے فوراً بعد اُن کو پر لگ گئے تھے یا وہ کہیں نقل مکانی کر کے چلے گئے! یا اُن کے ہاتھ نکل ہو گئے تھے کہ اُن سے ایک لفظ بھی لکھنا نہ گیا!! اصراف اُن کی قوت حافظہ ہی تیز ہو گئی تھی!!!

اگر کوئی دوسرا شخص آنحضرتؐ کے کلمات طبیعیات اور معجزاتِ بنیات کو قلمبند کرنے والا نہیں تھا تو کم از کم آپ کے دوازدہ رسولؐ تو تھے جو اپنے عزیز واقارب، گھرانے، کام کاج وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کے پیچھے ہو گئے تھے (زمرہ ۱۰ وغیرہ) کیا یہ رسولؐ جوشیلے و روزِ آپ کی رفاقت سے فیض حاصل کرتے تھے لکھے پڑھے نہ تھے؟ کیا انہوں نے جب ”یہ نئی تعلیم سنی“ جو اُن کا خداوند ایک ”صاحب اختیار“ شخص کی طرح دیتا تھا اور جس کو سُن کر عوام الناس حیران رہ جاتے تھے۔۔۔ یہ خیال کبھی نہ کیا کہ وہ آپ کے کلمات طبیعیات کو قلمبند کر لیں؟ قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ جس طرح باروک حضرت یرمیاہ کی نبوتوں کو قلمبند کر لیا تھا اور جس طرح مقدس لوقا نے جب وہ مقدس پولوس کے ساتھی تھے اُن کے سفروں کا ایک باقاعدہ روزنامہ لکھا تھا اور جس کو انہوں نے بعد کے زمانے میں اپنی کتاب اعمالِ ارسلا میں شامل کر لیا، اُسی طرح آنحضرتؐ

کے شاگرد اور بالخصوص مقدس متی آنحضرتؐ کے خطبات اور کلمات کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ ایسا کرنے میں کوئی بات مانع نہیں تھی کہ اس ابتدائی زمانہ میں آنحضرتؐ کی زندگی کے دوران میں شاگردوں میں سے بعض نے دوسروں کو بتلانے کے لئے اپنی یاد کو تازہ کرنے کے لئے آنحضرتؐ کے کلمات کو لکھا تھا۔ انشاء اللہ ہم آگے چل کر ثابت کر دینگے کہ مقدس متی نے خداوند کی حیات میں اپنا رسالہ کلمات کو مرتب کیا تھا۔ یہ وہی رسالہ تھا جس کو ابتدائی ایام کی کلیسیا کے معلموں کی فاضل جماعت نے ایمانداروں کے ہاتھوں میں دیا تھا اور جس کی نقلیں انہوں نے مختلف مقامات کی کلیسیاؤں میں بھیجی تھیں۔

یہاں ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مقدس متی رسول کا پیشہ ہی ایسا تھا جس میں یہ ضروری اور لازمی شرط تھی کہ وہ اس بات کے اہل ہوں کہ اشیاء وغیرہ کو اور لوگوں کے اقوال وغیرہ کو فوراً نوٹ کر لیا جائے۔ پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایسی قابلیت رکھنے والے شخص نے آنحضرتؐ کے اقوال اور تمثیلوں کو سننے کے بعد فوراً نوٹ کر لیا تھا۔

(۳) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو علماء و زبانی روایات کے حامی ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا زمانہ گویا دور جہالت کا زمانہ تھا۔ یہ اصحاب خیال کرتے ہیں کہ نوشت و خواند کوئی حال ہی کی بات ہے اور قدیم زمانہ میں اس کا رواج نہ تھا لیکن موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے اس کا پول کھول دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ فن تحریر نہایت قدیم فن ہے اور بحر متوسط کے مشرق کی جانب کے ممالک میں قدیم زمانہ سے درج تھا۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ خداوند کے زمانہ میں ارض مقدس سلطنت روم کا حصہ تھا اور کہ یہ سلطنت نہایت مہذب سلطنت تھی جس کے قوانین اور جس کی کلیچہ ممالک مغرب کی موجودہ کلیچہ کی بنا ہے۔ اس سلطنت میں مختصر لوسی یا شاوٹ مہینڈ کارواج تھا چنانچہ پلوٹارک PLUTARCH کہتے ہیں کہ Cato کیٹو

the younger نے جو تقریر Senate (محاسن اکابر میں کمیٹیاں
 Catantane کے خلاف کی تھی وہ شارٹ مہینڈ میں لکھی تھی۔ لارڈ میکالے
 ہم کو بتلاتا ہے کہ سینیکا (Seneca) کے مطابق شارٹ مہینڈ روم میں اس
 درجہ کے کمال کو پہنچ گیا تھا کہ جلدی سے جلدی بولنے والے کی تقریر کو کبھی مختصر نوں
 احاطہ تحریر میں لاسکتا تھا۔ مختصر نوں سی کا یہ فن یونانیوں میں بھی رائج تھا مثال کے طور
 پر اوکس ری نیکیس Oxyrhynchus کا غذات (جو شاد کے
 ہیں) میں ایک ٹھیکہ کا ذکر ہے جس کی رُود سے مینوسیلی کے ایک افسر نے اپنے غلام کو کسی
 استاد کے سپرد کیا تھا تاکہ وہ غلام کو دو سال کے اندر مختصر نوں سی میں طاق کر دے۔
 ان ایام میں کاتب بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ پولوس رسول کاتب استعمال کرتے تھے
 (گلتی ۶ - اکر ۱۶ وغیرہ)۔ ڈاکٹر مافٹ Mozart کہتا ہے کہ پولوس
 رسول کا کاتب تریس (روم ۱۶) ان عمدیداروں Nola میں
 سے تھا جن کو تمسکات کی رجسٹری وغیرہ کرنے کا اختیار تھا جو اکثر اوقات مختصر
 نوں میں ہوتے تھے۔ ڈاکٹر سامس بھی کہتا ہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مختصر نوں سی ان
 دنوں میں عام تھی۔ ڈاکٹر A. T. Robertson رابرٹس کہتا ہے۔
 ”بعض علماء یہاں تک کہتے ہیں کہ مقدس متی نے آنخاؤنڈ کے کلمات کو آپ کی حیات
 حیات میں ہی قلمبند کرنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ وہ ایک معمول لینے والے افسر
 اور عمدیدار تھے۔ پس ان کا یہ کام تھا کہ وہ جلدی نوٹ لکھیں اور غالباً انہوں نے
 شارٹ مہینڈ میں ان اعجازی الفاظ کو قلمبند کر لیا جو ایسے تعلیم انسان معلم کی زبان
 سے نکلے تھے۔“

لیکن اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ مقدس متی رسول شارٹ مہینڈ نہیں جانتے تھے
 تو کبھی یہ امر زیادہ قرین قیاس ہے کہ آپ نے حضرت کلمتہ اللہ کی تعلیم کو جس کا ہر سو

پیر چاہو رہا تھا قلمبند کر لیا تھا۔ اس کا ذکر ہم انشاء اللہ آگے چل کر کریں گے۔

(۳)

(۱) جب ہم اناجیل کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو چند اشارات پائے جاتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ بعض آیات اور مقامات فوراً اُسی وقت لکھے گئے تھے جن کو بعد کے زمانہ میں اناجیل میں شامل کیا گیا۔ مثلاً یہ دو دلیس کی ضیافت کا سوال مقابلہ طویل ہے۔ اس کو پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کو سال ہی میں کسی نے لکھا ہے۔ اگر یہ واقعہ سالوں بعد حافظہ پر زور دگا کر لکھا جاتا تو وہ اس قدر وضاحت سے مفصل اور طویل بیان نہ ہوتا۔ بیت عنیاہ کے گھر کے متعلق اور بالاخانہ کے متعلق اناجیل کی خاموشی نہایت معنی خیز ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بیان اُس زمانہ میں لکھا گیا تھا جب ان جگہوں کا پتہ بتلانا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ (اعمال ۱۲)۔ اگر اناجیل مرقس حضرت یعقوب کی شہادت (۳۳) کے ساہا سال بعد لکھی گئی ہوتی تو اُس میں ”پطرس اور یعقوب اور یعقوب کا بھائی یوحنا“ (۵) اس ترتیب سے نہ لکھے جاتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مقدس یوحنا کیسیا کے رکنِ اعظم تھے۔ چنانچہ مقدس لوقا اس ترتیب کو دو دفعہ الٹا کر مقدس یوحنا کو مقدس یعقوب سے پہلے لکھتا ہے (۱) و (۲) و (۳) و (۴) و (۵) و (۶) و (۷) و (۸) و (۹) و (۱۰) و (۱۱) و (۱۲)۔ اناجیل اول میں ”نیم شغال“ کا ذکر (۱۷) تب ہی موزوں ہو سکتا ہے، جب یہ بیان ابتدائی تحریری مآخذ سے لیا گیا ہو۔ کیونکہ اگر ساہا سال بعد حافظہ سے یہ بیان لکھا جاتا تو اس کی تشریح درکار ہوتی۔ کیونکہ بعد کے زمانہ کے غیر یہودی پڑھنے والے اس سگہ رسم اور قصہ کے کناہ سے ناواقف تھے۔ یہی بات ہم لوقا ۳ کی نسبت کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی جھڑپیں اور آدیز شبیں اکثر ہوتی رہتی تھیں۔ مرقس ۴ اور ۵ باب بھی اسی زمانہ کا لکھا ہوا ہے جب یہ واقعات ہوئے تھے کیونکہ ان

میں صرف دو دن کے واقعات کا حال بہت طویل اور مفصل ہے۔ حالانکہ مرقس کی انجیل میں تقریباً تین سالوں کے واقعات کو نہایت اختصار سے بیان کیا گیا ہے اور اس تناسب سے ساٹھ سال بعد دونوں کے واقعات کی طویل بیانی نہایت غیر متناسب ہو جاتی ہے۔ پس بظاہر یہی سبب نظر آتا ہے کہ کسی چشم دید گواہ نے اسی وقت ان باتوں کو لکھ لیا تھا۔ یہ امر بھی قابل غور اور معنی خیز ہے کہ اناجیل اربعہ میں جب آنحضرت اپنے رسولوں کے ساتھ راہ چلتے باتیں کرتے ہیں تو ان باتوں کا خلاصہ چند فقرات میں ہی ملتا ہے جن میں آپس میں کوئی ربط نہیں ہوتا لیکن جب کبھی آپ کسی جگہ بیٹھ کر اپنے رسولوں سے گفتگو کرتے ہیں (مثلاً مرقس ۱۳: ۳) تو ان کلمات کی رپورٹ زیادہ طولانی ہوتی ہے جس سے ہمارے نظر پر کی تائید ہوتی ہے کہ رسول آپ کی ان تقریروں کے نوٹ فوراً بعد لے لیا کرتے تھے۔

(۳) ایک اور امر قابل غور ہے۔ آنحضرت کا خطاب ابن آدم، اناجیل اربعہ کے علاوہ انجیلی کتب کے مجموعہ میں کسی اور جگہ نہیں ملتا۔ اناجیل میں بھی قیصر فیلی کے واقعہ کے بعد پایا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات کو انہی ایام میں لکھا لیا تھا۔

(۴)

اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ گواہ ابن آدم کا تصور اور فاتح کاہن و شاہ کا تصور اور ابن آدم کے دکھ اٹھا کر جلال میں داخل ہونے کا تصور تینوں تصورات ہمدر عینیت میں موجود تھے لیکن ان تصورات کو ابتدا ہی سے مسیح موعود کے تصور کے ساتھ یکجا کرنے کا کام صرف حضرت کلمنتہ اللہ ہی کا زبردست تخلیقی دماغ کر سکتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس یسعیاہ کی کتاب کے ”خادم یہوداہ“ کا تصور اور زبور کی کتاب کے ”راستباز کے دکھ اٹھانے کا تصور“ اور خدا کی برگزیدہ قوم اسرائیل کے گرنے اور بحال ہونے کی بنوئیں انبیائے سابقین کی کتب میں پہلے ہی سے موجود تھیں لیکن ان مختلف

تصویرات کو ایک ہی ہستی (یعنی مسیح موعود) سے منسوب کرنے کا کام مسیحی کلیسیا کے
اُستاد اور معلموں کی فاضل جماعت نے نہ کیا۔ وہ اس قسم کے دل و دماغ کے مالک ہی
نہ تھے۔ اگرچہ ان میں ایلوس۔ پولوس اور غیر انہوں کا مصنف اور انجیل چہارم کے مصنف
جیسے زبردست عالم موجود تھے۔ ان مختلف تصویرات کے تار و پود سے ایک نئے
تصور کی حضرت کلمتہ اللہ نے ہی خلق کیا جو ان تمام تصویرات کی صحیح تائید اور درست
تفسیر تھا اور جس کی روشنی میں آپ کے تمام کلمات اور سوانح حیات کے پنهانی
مطالب واضح ہو گئے۔ اناجیل سے واضح ہے کہ آنحضرتؐ نے رسولوں کی توجہ بار بار
انبیائے سابقین کے ان تصویرات کی جانب مبذول فرمائی تاکہ وہ ان کی روشنی میں آپ
کے کلام اور سوانح حیات، آپ کی صلیبی موت اور ظفریاب قیامت کے صحیح مفہوم کو سمجھ
سکیں۔ چنانچہ آپ نے ۱۱ زبور کی جانب اشارہ کر کے اپنے رسولوں کو سمجھایا تاکہ وہ
آپ کی زندگی اور موت کے حقیقی مقصد کو سمجھ سکیں۔ آپ نے تصور ”خداوند“ کو اور خدا
کی دہنی طرف بیٹھنے کے تصور کو اور دانی ایل کی کتاب کے ”ابن آدم“ کے تصور کو یکجا کر
دیا۔ جس سے مسیحیت میں ایک نیا باب کھل گیا۔ گو اس امر کو سمجھانے کے لئے آپ نے
اپنے رسولوں کے ساتھ بہتیرا مغز کھپایا لیکن رسولوں نے نہ سمجھنا تھا اور نہ وہ سمجھنے
(لوقا ۱: ۳۴-۵۲: ۶-۹ لوقا ۵: ۲۴-۲۵: ۲۵-۲۶: ۲۷-۲۸: ۲۹-۳۰: ۳۱-۳۲: ۳۳)۔ اب ظاہر ہے
کہ اگر اناجیل کے یہ مقامات جن میں آنحضرتؐ نے ان مختلف تصویرات کو یکجا کر دیا تھا اسی
وقت نہ لکھے جاتے تو مابعد کے زمانہ میں کہاں اس قسم کا تخلیقی دل و دماغ تھا جو ان کو یکجا
کرتا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ ان مقامات نے غمِ عتیق کی نبوتوں و شیرہ کی اصلیت کو سمجھنے کا ایک
نیا طریقہ قائم کر دیا اور آپ کے بعد کلیسیا کے فاضل معلموں کی جماعت نے اسی طریقہ کو اختیار
کیا۔ یہ طریقہ ابتدائی ایام میں اسی واسطے رائج ہو گیا کیونکہ یہ مقامات تحریری شکل میں ان
عالموں کے ہاتھوں میں تھے۔ اور اس طریقہ کو نہ صرف مقدس پولوس نے بلکہ انجیل چہارم

اور خبرانیوں کے خط کے مصنفوں نے منزل بہ منزل تکمیل تک پہنچایا۔

(۵)

پس آنحضرتؐ کے بہت سے کلماتِ لیلیات اور سوانحِ حیاتِ قدیم الایام سے ہی تحریری شکل میں موجود تھے جن کو ان لوگوں نے لکھا تھا جنہوں نے خود ان کو سنا اور دیکھا تھا۔ یہ امر موجودہ زمانہ کے لئے سبق آموز ہے کہ جن باتوں کو گزشتہ پشت کے علماء کہتے تھے کہ وہ سینہ بسینہ روایات سے زبانی چلی آتی تھیں وہ اب پچاس سال کی چھان بین کے بعد موجودہ علماء کے مطابق زبانی روایات سے اخذ نہیں کی گئی تھیں بلکہ تحریری پاروں میں اناجیل کی تالیف سے پہلے موجود تھیں۔ مثلاً اس صدی کے ادائل میں پادری آر تھمراسٹ صاحب نے لکھا تھا کہ ”اناجیل کے الفاظ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ابتدائی ایام میں مبشر اور معلم ان الفاظ کو زبانی حفظ کر لیا کرتے تھے۔“ لیکن اب سب علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اناجیل کے الفاظ ایک دوسرے سے اس لئے ملتے ہیں کیونکہ ان کے مؤلفوں نے ایک ہی تحریری ماخذ استعمال کئے تھے جن میں سے ایک تحریری ماخذ رسالہ کلمات ہے۔ اس رسالہ کے تحریری شکل میں ہونے پر سب علماء متفق ہیں۔ چنانچہ ویڈ تک تسلیم کرتا ہے کہ ”غالباً متی کے رسالہ کلمات کا مجموعہ اکیلا مجموعہ ہی نہ تھا اور یہ اقلب ہے کہ یہ رسالہ آنحضرتؐ کے کلمات کے ان مختصر مجموعوں سے جمع کیا گیا تھا جو بغیر کسی شک و شبہ کے لوگوں میں مسیح کی زندگی کے واقعات لکھے جانے سے پہلے مروج تھے۔“ ویڈ کو اس بات کا بھی اقبال ہے کہ مقدس متی اس بات کے اہل تھے کہ وہ ان کلمات کو جمع کرتے اور اپنی رپورٹ کے نفسِ مضمون کو پرکھ سکتے۔

اکسفورڈ کے دو علماء گرین فیل اور ہنٹ GRENFELL

HUNT کو گزشتہ صدی کے آخر میں مقام آکسی رینلس Oxley
rhymachus

سے آنخداوند کے چند اقوال کے نسخہ کے پارے دستیاب ہوئے۔ اس دریافت نے ثابت کر دیا ہے کہ مقدس متی کے رسالہ کلمات کے علاوہ قدیم زمانہ میں دیگر لوگوں نے بھی خداوند کے مختلف اقوال کو جمع کیا تھا۔ ان پاروں کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ تیسری صدی میں اس مقام میں اور وادی نیل کے دیگر مقامات میں یسوع کے کلمات کا مجموعہ کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں تھا جو عام طور پر رائج تھا۔ ان پاروں کے اقوال آنخداوند کے اصلی کلمات معلوم دیتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض پر اناجیل اربعہ کے اقوال اور شاہد مقدس پولوس کے خطوط اور مکاشفیات کی کتاب کا اثر پایا جاتا ہے۔ یہ مجموعہ غالباً ۱۵۰ء کے قریب لکھا گیا تھا۔ ان میں سے بعض کلمات سے ظاہر ہے کہ وہ خداوند کے اپنے منہ کے ہیں۔ مثلاً ”خدا کی بادشاہی آسمان پر ہے لیکن وہ تمہارے اندر بھی ہے“۔ ”تمام فطرت اور بالخصوص انسانی فطرت مقناطیس کی طرح ہے جو تم کو خدا کی طرف کھینچ لے جاتی ہے“۔ ”اعمال کے ظاہری فعل کی طرف نہ دیکھو بلکہ ان کے اصلی منبع اور چشمہ کی جانب دیکھو“۔ ”سچائی انسانی زندگی کی کافی اور دانی“۔ — رہنما ہے۔ اگر تم اس دنیا میں حق کی پیروی کرو گے تو تم کو خدا کے دیدار کا کامل علم حاصل ہوگا“۔ مقدس پولوس کی ایک تقریر میں خداوند کا ایک اور قول محفوظ ہے۔ آپ نے کہا ”خداوند کی باتیں یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے خود فرمایا کہ دینا لینے سے زیادہ مبارک ہے“ (اعمال ۲۰: ۳۵)۔

گزشتہ پچاس سالوں میں مغربی ممالک کے علماء نے اپنی عمر گرامنایہ اناجیل اربعہ کے ایک ایک لفظ کی چپان میں صرف کر دی ہے اور اب وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اناجیل اربعہ کی تالیف سے پہلے تحریری بیانات اور پارے کلیسیا کے ہاتھوں میں موجود تھے۔ اور گوزبانی بیانات بھی ان ابتدائی ایام میں ہر مقام میں پائے جاتے تھے لیکن اناجیل کی تالیف کے لئے وہ ایسے اہم شمار نہیں کئے جاتے اور نہ اب ان کی

اہمیت پر اس قدر زور دیا جاتا ہے۔ اناجیل اربعہ کا مطالعہ یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ ان کے مؤلفوں نے زبانی اور تحریری بیانات دونوں سے کام لیا تھا اور ان میں سے جیسا ہم بتلا چکے ہیں، بعض مقامات ایسے ہیں جو واقعہ کے فوراً بعد لکھے گئے تھے اور دیگر آخذ اند کی حین حیات میں لکھے گئے تھے۔

فصل دوم

خداوند مسیح کی آمد ثانی کا انتظار اور زبانی بیانات کا مفروضہ

عصر حاضرہ میں جو لوگ تحریری بیانات کا انکار کرتے ہیں اور انجیلی پیغام کا سینہ بسینہ بیانات پر انحصار رکھتے ہیں ان کی اکثریت یہ وجہ بتلاتی ہے کہ آپ کے رسول اور شاگرد آپ کی فوری آمد کے منتظر تھے کیونکہ حضرت کلمۃ اللہ نے ان سے فرمایا تھا کہ آپ ایک نیا دور شروع کرنے کے لئے آنے والے ہیں لیکن آپ کی آمد کے دن اور گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا (متی ۲۴)۔ کیونکہ آپ اچانک آئیں گے جب کوئی آپ کی راہ کو نہ دیکھتا ہو۔ (مرقس ۱۳: ۳۵ تا ۳۷ - متی ۲۴: ۲۴ تا ۲۸ - لوقا ۱۲: ۳۵ تا ۳۷ - ۱ کورن ۱۵: ۵۱ تا ۵۴ وغیرہ)۔ پس جاگتے رہو کیونکہ نہ تم اس گھڑی کو جانتے ہو اور نہ اس دن کو (متی ۲۵) کیونکہ ابن آدم اپنے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئیں گے اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دیگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے وہ موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے (متی ۱۶: ۱۶ - ۱۷: ۱۶ - مرقس ۹: ۱ - لوقا ۱۲: ۴۰)۔ زبانی بیانات کے حامی کہتے ہیں کہ چونکہ رسول اور شاگرد سب کے سب آپ کی فوری آمد کے شدید انتظار میں تھے لہذا انہوں نے اس بات کی ضرورت ہی نہ سمجھی کہ

آنحضورؐ کے کلمات طیبات، معجزات یقینات اور سوانح حیات کو بقیہ تحریر لائیں۔ وہ ہر آن اسی انتظار میں رہتے تھے کہ خداوند اب آئے کہ آئے ہیں انہوں نے زبانی بیانات پر ہی الکفا کرنا دانشمندی سمجھی لیکن جب پہلی پشت گزر گئی اور وہ ضعیف العمر ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ آنحضورؐ کی آمد میں تاخیر ہے تو انہوں نے آنے والی پشت کے لئے اناجیل لکھیں۔

یہاں ہمیں خداوند مسیح کی آمد ثانی کے وسیع مضمون پر بحث کرنا منظور نہیں ہے پس ہم چند امور پر ہی جو ہمارے مضمون سے متعلق ہیں غور کریں گے:-

(۱) ہم گذشتہ باب میں رسولوں کی "منادی" کا ذکر مفصل طور پر کر آئے ہیں اگر ناظرین اس مقام کے حوالوں کا بغور مطالعہ کریں تو ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ رسول تعلیم ضرور دیتے تھے کہ آنحضورؐ عدالت کے لئے آنے والے ہیں لیکن کسی فوری آمد ثانی کی تعلیم نہیں دیتے تھے۔ اعمال کی کتاب میں رسولوں کی کسی تقریر سے یہ نہیں پایا جاتا۔ کوئی شخص جس نے ان تقریریں کو ۲، ۳، ۵، ۱۰ و ۱۳ باب میں پڑھا ہے یہ نہیں کہہ سکتا آنحضورؐ کی فوری آمد ثانی کا عقیدہ رسولوں کی "منادی" کا جزو تھا۔ پس یہ مفردہ سرے سے بے بنیاد ہے کہ رسول اس قسم کی فوری آمد کے منتظر تھے کہ وہ خداوند کے اقوال و سوانح حیات کے لکھنے میں رکاوٹ کا باعث ہو۔

(۲) فرض کرو کہ خداوند کے شاگرد اور رسول اور تمام چشم دید گواہ جو ایمان لے آئے تھے سب کے سب آمد ثانی کے فوراً اور اچانک قوع میں آنے کے منتظر بھی ہوں پھر بھی قیاس ہی چاہتا ہے کہ خداوند کے کلمات خطبات اور واقعات زندگی لحاظ تحریر میں آجاتے۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ خداوند مسیح کے ظہور سے پہلے ہی یہود خداوند کے دن کے انتظار میں تھے (صفیہ ۲ - ۱) چنانچہ یوایل نبی کہتا ہے "خداوند کا دن نزدیک ہے وہ قادر مطلق کی طرف سے بڑی ہلاکت کی مانند آئیگا" (۱ - ۱۵ وغیرہ)۔

خداوند کا ہم عصر مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والا بھی اسی خداوند کے دن کی طرف اشارہ کر کے اہل یہود کو تنبیہ کرتا ہے (متی ۱۲) لیکن اس کے باوجود اہل یہود نے کتابیں لکھیں جن میں سے بعض مثلاً دانی ایل عند عتیق کے مجموعہ میں موجود ہیں خود مقدس پولوس نے اپنی کلیسیاؤں کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر ان کو خطوط لکھے بلکہ جب آپ نے دیکھا کہ امتزائی کے انتظار کی وجہ سے تھسلونیک کی کلیسیا میں گڑبڑ ہو رہی ہے تو آپ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ”یہ سمجھ کر کہ خداوند کا دن آپہنچا ہے تمہاری عقل دفعۃً پریشان نہ ہو جائے اور نہ تم گھبراؤ کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا کیونکہ وہ دن نہیں آئیگا جب تک کہ پہلے رشتگی نہ ہو۔۔۔۔۔ کیا تم کو یاد نہیں کہ جب میں تمہارے پاس تھا تو تم سے یہ باتیں کہا کرتا تھا۔۔۔۔۔ پس آئے بھائیو ثنایت قدم رہو (خط ۲ باب)۔

جس طرح پہلی صدی میں ایماندار خداوند مسیح کی امتزائی کے منتظر تھے اسی طرح موجودہ زمانہ کے بہت سے مومنین اس بات کے قائل ہیں کہ آئندہ ایس آئے کہ آئے۔ لیکن وہ بھی کتابیں خود لکھتے ہیں کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ آپ آئے دے ہی ہیں تاہم چونکہ اس دن اور گھڑی کو کوئی نہیں جانتا، ان کی کتابیں درمیانی عرصہ کے لئے کام آئیں گی۔

موجودہ زمانہ ”ایٹمی زمانہ“ کہلاتا ہے جس میں ہائیڈروجن بم اور سپٹینک وغیرہ پرزد دیا جاتا ہے دنیا کی طاقتور سلطنتوں کے ہاتھ میں ایسے خوفناک بم ہیں کہ اگر دنیا کے کسی ایک کو نہ ہیں بھی جنگ پھڑکے تو سیاسی حالات کی وجہ سے وہ عالمگیر ہو جائیگی اور دنیا کا چند ٹکڑوں میں خاتمہ ہو جائیگا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دُکریا آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ پر بیٹھا ہے لیکن اس کے باوجود ہر ملک اور ہر شخص اپنے روزانہ کاروبار میں بدستور مشغول رہتا ہے اور دیک کر کسی کو نہ میں اس انتظار میں نہیں تھا کہ اب مے کرے۔ (۳) پس یہ گمان باطل ہے کہ کلیسیا پہلی صدی کے نصف سے زیادہ عرصہ تک

اپنے خداوند کی آمد ثانی کے خیال میں اس قدر محو تھی کہ وہ آپ کے سوانح حیات کے لکھنے کی جانب سے بالکل بے پردا رہی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس یسوع کی آمد کی کلیسیا اس بیقراری سے منتظر تھی وہ وہی مسیح موعود تھا جو آج کا تھا (اعمال ۱۱)۔ کوئی صحیح العقل شخص یہ نہیں مان سکتا کہ ابتدائی زمانہ کے مسیحی آنحضرت کی سو سے سالہ زندگی کی طرف سے غافل تھے۔ یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا خاموش بیٹھ رہے امدان کو آپ کے کلمات و معجزات سے اتنی دلچسپی بھی نہ تھی کہ وہ ان کو احاطہ تحریر میں لانے کی زحمت گوارا کرتے۔ اعمال کی کتاب (۲۳: ۲-۳) وغیرہ میں آپ کے معجزات و بینات کا خلاصہ موجود ہے اور اس کتاب میں کلیسیا کا رویہ صاف بتا دیا ہے کہ آپ کی تعلیم اور آپ کا نمونہ کلیسیا میں کارفرما ہے۔ (۲: ۲۴-۲۵) الخ۔ (۳: ۳۳-۳۴) الخ وغیرہ۔ اگر انجیل مسیح کی "سخت خبری" کے طور پر پیش کی جاتی تھی تو لازم آتا ہے کہ آپ کی مسیحائی کا اعلان، موت، اقامت، آمد ثانی، آپ کے کلمات اور معجزات وغیرہ وغیرہ کسی خاص شکل میں احاطہ تحریر میں آچکے تھے۔ جن پر یہ "سخت خبری" مشتمل تھی اور پیش کی جاتی تھی اور جو رسولوں کی منادی کی تائید کرتی تھی اور ان کے موعود کو زندہ نقش بنا کر ان میں زندگی کا دم پھونکتی تھی۔

(۴) بچوں، جوانوں، کلیسیا کا شمار بڑھتا گیا تعلیم کا کام بھی ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور مختلف مقامات کی کلیسیاؤں میں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ معلموں کی زیادہ سے زیادہ تعداد اس کام پر مقرر کی جائے پس قدرتی طور پر ان معلموں کی تعداد چشم دید گواہوں کی تعداد سے بڑھ گئی اور سینہ بسینہ زبانی پیغام بہت جلدی اس مقصد کے لئے ناکافی ثابت ہوا۔ چشم دید گواہ بھی یکے بعد دیگرے مرتے جا رہے تھے (اکر ۱۵)، لوگ، سینہ بسینہ زبانی پیغام کے الفاظ بھول سکتے تھے امدان میں آمیزش بھی ہو سکتی تھی۔ آمد ثانی میں تاخیر واقع ہو رہی تھی اور خداوند کی فوری آمد کے انتظار کے خدائے کلیسیا کو سنسنی

کیا جا رہا تھا (۲)۔ یہیں بہت جلدی ان واقعات کو احاطہ تحریر میں لانے کی ضرورت کا احساس بہر جگہ ہونے لگا اور مختلف مقامات کے لوگوں نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی اور پہلے پہل چند اوراق ادبیارے اور رسالے لکھے گئے جن کو بعد کے زمانہ میں انجیل نویسوں نے (جیسا ہم آگے چل کر بتلاؤ گے)، اپنی تصانیف لکھتے وقت بطور ماخذ استعمال کئے۔

۱۵۔ خداوند مسیح نے رسولوں اور شاگردوں کو تو حکم دیا تھا کہ تم یروشلیم سے شروع کر کے سب قوموں میں توبہ اذکار کروں گی معافی کی منادی کرو۔ تم ان باتوں کے گواہ ہو۔ ان کو شاگرد بناؤ اور ان کو تعلیم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں (لوقا ۲۴: ۴۷-۴۸)۔ ان رسولوں کی زندگی کا واحد مقصد ہی یہ تھا کہ بڑی سے بڑی تعداد کو خداوند کا حلقہ بگوش کریں۔ ان کی تقریروں کا مضمون ہی خداوند کی تعلیم، زندگی، موت اور قیامت کے حیرت انگیز واقعات تھے کیونکہ یہ اشد ضروری تھا کہ وہ دنیا کے لوگوں کو آپ کی آمدناتی کے لئے تیار کریں لیکن یہ مقصد صرف معدودے چند لوگوں کی چند ایک تقریروں سے پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ان تقریروں میں صرف مونی مونی باتیں جن کو وہ "منادی" KERYGMA کہتے تھے لوگوں کو بتلا سکتے تھے۔ ہم اس نکتہ پر باب سوم میں بحث کر چکے ہیں۔ مقدس پطرس کی تقریر (اعمال ۱۰: ۳۶-۴۳) اس بات کو واضح کر دیتی ہے کہ رسول منادی اور تعلیم دونوں دیتے تھے لیکن اگرچہ لوگ ہزار ہا کی تعداد میں کلیسیا میں شامل ہو رہے تھے لیکن ابھی کہ وہ اس کے باہر تھے جنہوں نے نجات کا پیغام سنا بھی نہ تھا۔ پس رسولوں اور پیشروں کی جماعت نے ان سب ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تشریری یا دواشتیں اور تحریری شہادتیں بہم پہنچائیں جو چشم دید گواہوں نے لکھیں یا لکھوائیں (لوقا ۱۰: ۱۱) تاکہ معلموں اور استادوں کی فاضل جماعت اور دیگر مقامات

کی کلیسیاؤں کے مبشران کا استعمال کر کے لوگوں کو خداوند کے قدموں میں لائیں۔ اس سلسلہ میں مقدس پطرس کے الفاظ ہمیشہ محفوظ خاطر رکھنے چاہئیں۔ پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔“ (اعمال ۳: ۱۹)۔

(۶) خداوند مسیح کی بعض تمثیلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضرت کلمتہ اللہ کا اپنی اہم ثانی سے یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ دُنیا ختم ہو جائیگی بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ یہ دُنیا ختم ہو جائیگی اور ایک نیا دور اور زمانہ شروع ہو جائیگا جس میں آسمان کی بادشاہی کے اصول کا رواج ہوگا جس میں رفتہ رفتہ نیکی بدی کی طاقتوں پر غالب آتی جائیگی۔ یہاں تک کہ خدا کی محبت واحد حکمران ہوگی۔ مثلاً بیج بونے والے کی تمثیل۔ کر دے جانے کی تمثیل۔ رائی کے دانے کی تمثیل۔ بیج کے پوشیدگی میں بڑھنے کی تمثیل وغیرہ سب سے ظاہر ہے کہ دُنیا خداوند کی وفات کے پچھ مہینے یا سالوں کے اندر غائب نہیں ہوگی بلکہ خدا کی بادشاہی اس دُنیا میں آجکل ہے اور وہ رفتہ رفتہ بڑھتی جائیگی اور ترقی ہی کوئی جائیگی لیکن خداوند نے ترقی کی تکمیل کا زمانہ متعین نہیں کیا جس سے ظاہر ہے کہ ابتدائی ذریعہ نہیں ہوگی بلکہ بتدریج رائی کے درخت کی طرح بڑھتی جائیگی اور آپ کی تعلیم کا خمیر سب میں تاثیر کر کے ایک نیا دور شروع کر دیگا۔

(۷) یہ بات غلط ہے کہ تمام ابتدائی کلیسیا خداوند کی ذریعہ آمد کی منتظر تھیں خواہ دُنیا اخلاقی طور پر آپ کے آنے کے لئے تیار ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ مقدس پطرس کے الفاظ (اعمال ۳: ۱۹) اس نظریہ کے قطعاً خلاف ہیں۔ خداوند کے رسولوں کا یہ خیال تھا کہ دُنیا آپ کا اخلاقی اور روحانی چیلنج قبول کر لے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دُنیا میں ایک نیا دور شروع ہو جائیگا جس کی بناء ظلم اور استبداد کی بجائے انصاف

پر اور بدی کی بجائے نیکی اور محبت پر ہوگی۔ لیکن یہ گہرا نکتہ پہلے پہل خوشاگر نہیں سمجھے تھے جس طرح وہ خداوند کی بہتری و دوسری باتیں نہیں سمجھے تھے (متی ۱۵: ۱۷)۔ پس جب رسولوں نے پہلے پہل منادی شرع کی تو یہ ممکن ہے کہ بعض کا خیال ہو کہ اگر چند ماہ میں نہیں تو سالوں کے اندر اندر آئندہ کی آمد ثانی ہوگی لیکن جب سالہا سال گزر گئے اور آپ کی آمد میں تاخیر ہی واقع ہوتی گئی تو کلیسیائے مقدس پولوس اور مقدس یوحنا جیسے معلموں اور فاضل اُستادوں کی قیادت اور رہنمائی میں واقعات کی روشنی میں آئندہ کے کلمات پر غور کیا جس طرح رسولوں کو بعد کے واقعات کی روشنی میں خداوند کے دیگر کلمات کا اصل مفہوم معلوم ہو جاتا تھا (متی ۲۶: ۷۵)۔ لوقا ۲۲: ۶۱ و ۲۴: ۸۔ یوحنا ۱۴: ۲۲ و ۱۴: ۱۲ وغیرہ) اسی طرح کلیسیا کے فاضل معلموں مقدس یوحنا اور مقدس پولوس رسول نے ان کلمات کے اصل مفہوم کو پالیا جن کا تعلق آمد ثانی کے ساتھ تھا جو عین خداوند کے منشا کے مطابق تھا۔ چنانچہ پولوس رسول دوسرے شاگردوں سے سن کر ازل ازل ہی خیال کرتے تھے کہ آپ کی آمد فوری ہوگی (۱۔ تھیموٹائی ۴: ۱۳ و ۲۔ تھیموٹائی ۴: ۸)۔ لیکن جب آمد ثانی میں تاخیر واقع ہوتی گئی تو آپ نے خود اس کا گہرا مطلب پالیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مابعد کے خطوط میں ایسے الفاظ نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ ۱۔ تھیموٹائی ۴: ۱۳ میں مقدس پولوس خداوند کی آمد ثانی کے منتظر ہیں لیکن بعد کے خطوط میں آپ آمد ثانی پر زور نہیں دیتے بلکہ آپ کا تمام زور گناہ سے نجات حاصل کرنے کی تعلیم پر ہے۔ (۱۔ کورن ۱۶: ۵۔ کلسی ۱: ۱۳ و ۶: ۶ وغیرہ)۔

لیکن معلموں میں سے بعض لوگ تھے جو ان گہرے مطالب کو نہ پاسکے انہوں نے آئندہ کے کلمات کا انبیائے سابقین یا خصوصاً دانیل اور دیگر مکاشفاتی کتابوں کی اصطلاحات کا استعمال کر کے ایک نیا نقشہ پیش کیا جس کے بعض حصے ہم کو

مرقس کے ۱۳ باب میں ملتے ہیں۔ اس گروہ کے خیالات نے یوحنا عارف کے مکاشفہ میں تکمیل پائی۔

بہر حال یہ ظاہر ہے کہ دونوں قسم کے خیالات کے گردہوں کے معلم ان قدیم ترین ایام میں بسالے اور کتابچے لکھتے تھے۔ ہم حصہ دوم کے باب اول میں انشاء اللہ ذکر کریں گے کہ مقدس مرقس کی انجیل ۱۳ باب میں اسی طرح کا ایک درقی موجود ہے جو تحریری شکل میں تھا۔ ان کتابوں کی تصنیف اور اشاعت نہایت معنی خیز ہے کیونکہ زبانی بیانات کے حامیوں کے نظریہ کے کلیتہً خلاف ہے اور ثابت کرتی ہے کہ آنحضرتؐ کی فوری آمد ثانی کا انتظار آپ کے کلمات اور سوانح حیات کے احاطہ تحریر میں آنے اور جمع کئے جانے کی راہ میں رکاوٹ کا باعث نہ تھا۔

(۸) اگر حضرت کلمۃ اللہ کا مطلب یہ ہوتا کہ آپ کی آمد ثانی ایک فوری بات ہوگی تو آپ کا اخلاقی تعلیم کو دنیا ایک فستول یات ہو جاتی۔ پیارٹی و غلطی وغیرہ عبث ہو جاتی ہے کیونکہ جیب دنیا کا خاتمہ ہی فوراً ہونے والا ہے تو لوگوں کو ”نئی تعلیم“ کی تلقین کرنے کا کیا مطلب؟ پس آنحضرتؐ کی تعلیم اس طرح درحقیقت بے معنی ہو جاتی ہے لیکن آپ اناجیل اربعہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جائیں آپ کو یہ کہیں نہیں ملیں گے کہ آپ کی تعلیم صرف چند سال کے وقفہ کے اُس درمیانی مدت کے لئے ہے جو آپ کی وفات اور آمد ثانی کے درمیان حاصل ہوگا۔ پیارٹی و غلطی سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اس دنیا میں انسانی زندگی ہزاروں سال چلتی جائیگی۔ مرقس ۱۲/۴ متی ۲۴/۴۰-۲۲/۸-۹ د لوقا ۱۲/۴۰-۲۲/۴۰ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ پس ان ہزاروں مخلوق خدا میں سے جو حضرت کلمۃ اللہ کی باتوں کو اپنے کانوں سے سُننے لائے تھے، بہنوں نے اس پیکر باندھی، کہ اس جانفزا پیغام کو اپنی یادداشت کے لئے اور دوسروں کو بتلانے کے لئے لکھیں۔ اس بات کا ثبوت کہ آنحضرتؐ کے کلمات

قلمبند نہیں کئے گئے تھے اُن لوگوں کی گردن پر ہے جو اس زیر بحث نظریہ کے قائل ہیں۔
لیکن یہ نظریہ حقیقت اور تاریخ دونوں سے کوسوں دُور ہے۔

ہمارا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہزار ہا چشم دید گواہوں کی جماعت میں سے
ہر ایک فرد نے تحریری بیان ہی دیا تھا یا جوا قول اور واقعات ہر شخص نے دیکھے تھے
وہ اُن کو اساطیر تحریر میں لے آیا تھا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ زبانی بیانات دینے والے کبھی
ان قدیم ایام میں موجود تھے جو خبر دیتے تھے کہ خداوند نے کیسے بڑے کام کئے۔ (مر
۱۹: ۵) اور وہ "اس بات کا پرہیز کرتے" تھے لیکن ہم اس حقیقت پر زور دیتے ہیں
چاہتے ہیں کہ زبانی بیانات کے ساتھ ساتھ تحریری بیانات موجود تھے جو ان قدیم ترین
کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں تھے اور ارض مقدس کے طول و عرض میں پائے جاتے تھے
ہر ذی عقل شخص پر آمیز ہو جاتا ہے کہ ہزار ہا مومنین کی جماعت کو جو ان قدیم ترین
ایام میں یروشلیم اور ارض مقدس کے اندر اور سلطنت روم کے مختلف قصبوں اور
شہروں میں پھیل گئی تھی، صرف زبانی بیانات حفظ کرنے سے ایمان کی استقامت
حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کام تحریری لفظ کر سکتا ہے وہ ایک یا متعدد شخص
کی تقریروں کے الفاظ سے انجام نہیں دے سکتے۔ پس جوں جوں سال گزرتے گئے اور
دُور و دراز کی کلیسیاؤں کا شمار بڑھتا گیا، تحریری بیان، پارے، رسالے اور کتابیں
زیادہ استعمال ہونے لگیں اور یہ پارے اور رسالے ہر مقام کی کلیسیاؤں میں مروج
ہو گئے۔ (لوقا ۱۱) :-

باب پنجم

اناجیل کے ماخذ

گزشتہ ابواب میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت کلمۃ اللہ کے کلمات اور خطبات کو سننے والوں اور آپ کے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والوں کی تعداد ہزار ہا تھی۔ یہ سب کے سب لکھے پڑھے یہودی عوام اور خواص تھے۔ انہوں نے جو دیکھا اور سنا اس کی ان کے رشتہ داروں، واقف کاروں اور دوستوں کے حلقوں میں دھوم مچ گئی۔ آپ کی وفات کے بعد ان میں سے ہزاروں آپ پر ایمان لے آئے، اور کلیسیا میں شامل ہو کر نجات سے بہرہ ور ہو گئے۔ پس رسولوں نے کلیسیا کی تنظیم کی۔ نو مریدوں کو مسیحی ایمان کی تعلیم دینے کے لئے اور ان کے ایمان کو مستحکم کرنے کے لئے رسالے لکھے گئے۔ ان میں سے بعض رسالے اور پارے آنحضرتؐ کی حیات میں ہی لکھے گئے اور دیگر پارے حشیم دیدگواہوں کے بیانات پر مشتمل تھے جو معتبر تھے بعض رسالے رسولوں نے اور بعض رسالے معلموں اور استادوں کی فضل جماعت نے مرتب کئے۔ بعض پارے یروشلیم کی کلیسیا میں مروج تھے دیگر پارے ارض مقدس کے دیگر مقامات کی کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں تھے۔ یہ سب کے سب پارے اور رسالے معتبر حشیم دیدگواہوں کے بیانات پر مشتمل تھے۔ چنانچہ اناجیل کو غور سے پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ ان کے بعض حصّوں میں الفاظ ”ہم“، ”وہم“، ”تو“، ”تم“، ”تجھے“ وغیرہ یعنی واحد حاضر۔ جمع حاضر۔ واحد متکلم

اور جمع متکلم کے صیغے آتے ہیں (لوقا: ۳: ۴۴۔ یوحنا: ۲: ۲۱ وغیرہ)۔ یہ حقیقت ظاہر کرتی ہے کہ یہ بیانات چشم دید گواہوں کے ہیں جو کلی وثوق کے ساتھ اپنے مخاطبوں کو ان باتوں کی نسبت تحریر کرتے ہیں جن کو ”ہم“ نے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا“ (۱۔ یوحنا: ۱: ۱) یہ سب کے سب بیانات آنحضرتؐ کی وفات کے چند سالوں کے اندر اندر لکھے گئے (لوقا: ۱: ۱)۔ یہ پارے اور رسالے جو ابتدائی ایام میں لکھے گئے تھے انما جیل کی تالیف کرنے والوں کے ہاتھوں میں تھے۔ انجیل نویسوں نے ان رسالوں اور پاروں کو جو مختلف کلیسیاؤں میں فروج تھے اپنی انجیلوں کے ماخذ بنایا کیونکہ وہ سب سے معتبر شمار کئے جاتے تھے۔ اس باب میں ہم ان قدیم ترین رسالوں میں سے چند ایک کا مفصل ذکر کریں گے۔

فصل اول

رسالہ کلمات

دوسری صدی کے اوائل میں افسس کے نزدیک کے شہر ایترالپولس کے بشپ، مقدس یوحنا کے شاگرد پے پٹرس (تاریخ پیدائش ۳۰۰ء) نے ایک سالہ لکھا جس میں نہ صرف اُن کے اپنے خیالات درج ہیں بلکہ اس میں انہوں نے روایا بھی جمع کی ہیں جو انہوں نے کلیسیا کے سربراہان قادیان سے پہلے وقتوں میں سنی تھیں۔ اس رسالہ میں یہ بشپ لکھتے ہیں :-

”پس متی نے عبرانی زبان میں خداوند کے کلام کو جمع کیا اور شہرخص نے اپنی لیاقت کے مطابق اُن کا ترجمہ کیا“ اس فقرہ میں صرف بشپ پے پٹرس کا اپنا خیال

ہی درج نہیں بلکہ اُس کے وقت سے پہلے کے زمانہ کی یعنی سلسلہ کی روایت کا بیان ہے۔ اس مختصر فقرے سے ہم کو چار باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے :-
 (۱) حضرت کلمۃ اللہ کے کلمات اور خطبات جمع کئے گئے تھے۔ (۲) یہ کلمات عبرانی زبان میں جمع کئے گئے۔ غالباً ”عبرانی“ سے مراد ارض مقدس کے یہود کی زبان یعنی ارامی زبان ہے۔ (۳) ان کلمات کو جمع کرنے والے کا نام مٹی تھا اور اس سے غالباً مٹی رسول مراد ہے۔ (۴) مختلف لوگوں نے اپنی لیاقت کے مطابق ان کا ترجمہ کیا۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس سے مراد یونانی زبان میں ترجمہ ہے۔
 پس سلسلہ کی روایت کے مطابق حضرت کلمۃ اللہ کے خطبات اور کلمات مقدس مٹی رسول نے جمع کئے تھے جس کے سلسلہ سے مدتوں پہلے یونانی زبان میں مختلف ترجمے بھی کئے گئے تھے۔

اس روایت کو ابتدائی مسیحی مؤرخ لیشپ یوسی ٹیس اپنی کتاب تاریخ کلیسیا میں لکھتا ہے جس میں وہ لیشپ پے ٹیس کی کتاب ”خداوند کے کلمات سہارا کی تفسیر“ کا اقتباس کرتا ہے۔ اس کتاب میں یہ لیشپ بدعتی معلموں کی غلط تفسیروں کے خلاف حضرت کلمۃ اللہ کے اقوال کی صحیح تاویل کرتا ہے جو کلیسیا کے نزدیک معتبر تھی۔

پس دوازدہ رسولوں میں سے مقدس مٹی رسول نے آنحضرت کے خطبات اور کلمات کو ارامی زبان میں جمع کیا۔ پروفیسر وکیز کے مطابق یہ مجموعہ حضرت کلمۃ اللہ کے جیتے جی جمع کیا گیا تھا جس طرح عاموس نبی کی کتاب اُس کی حیات میں ہی لکھی گئی تھی۔ اور یہ مجموعہ اس قدر مقبول عام ہو گیا تھا کہ اس کی بہت نقلیں کی گئیں۔ کیونکہ ایمانداروں کی جماعت کو جو روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ وہ آنحضرت کی تعلیم سے واقف ہو۔

بعد میں اس مجوعہ کی کئی ایڈیشن بھی لکھی گئیں جس میں بعض علماء مثلاً ہاکنس - سینڈے - سٹریٹر وغیرہ کے مطابق چند واقعات مثلاً آخداوند کی آزمائشیں - صوبہ دار کے خادم کا شفا پانا اور چند دوسری کہانیاں اور خدادند کے اقوال کے ”شان نزول“ شامل کئے گئے۔ یہ رسالہ غیر بیودی کلیسیاؤں میں بھی نہایت مقبول ثابت ہوا اور ان کی قاطر مختلف اشخاص نے اس کے ترجمے اپنی اپنی لیاقت کے مطابق یونانی زبان میں کئے۔

(۳)

ان مختلف یونانی ترجموں میں سے ایک ترجمہ ہماری موجودہ انجیلِ اول کے یونانی متن میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ انجیلِ اول اور سوم کے لکھنے والوں نے اپنی اپنی انجیلوں میں لفظ بہ لفظ نقل کر لیا کیونکہ یہ رسالہ نہایت معتبر تھا۔ اس کو بارہ رسولوں میں سے ایک نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھا تھا اور حضرت کلمتہ اللہ کی حین حیات میں جمع کیا تھا۔ یہ رسالہ ابتدائی ایام سے ہی مختلف مقامات کی کلیسیاؤں میں مقبول عام ہو گیا تھا۔

یہ رسالہ ان مقامات پر مشتمل تھا جو پہلی اور تیسری انجیلوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ مقام حسب ذیل ہیں:-

(۱) یوحنا بیٹسمہ دینے والے کی منادی (لوقا ۳: ۷-۹ - ۱۲ - ۱۷ + متی

۷: ۳ - ۱۲)

(۲) خدادند یسوع کی آزمائشیں (لوقا ۴: ۱-۱۳ + متی ۴: ۱-۱۱)

(۳) خدادند یسوع کی منادی (لوقا ۶: ۲۰-۲۹ + متی ۱۰: ۵-۳ + مرقس ۶: ۷-۱۱)

۱۲ + ۱۳ + ۱۴ + ۱۵ + ۱۶ + ۱۷ + ۱۸ + ۱۹ + ۲۰ + ۲۱ + ۲۲ + ۲۳ + ۲۴ + ۲۵ + ۲۶ + ۲۷ + ۲۸ + ۲۹ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۲ + ۳۳ + ۳۴ + ۳۵

۱۵ + ۱۶ + ۱۷ + ۱۸ + ۱۹ + ۲۰ + ۲۱ + ۲۲ + ۲۳ + ۲۴ + ۲۵ + ۲۶ + ۲۷ + ۲۸ + ۲۹ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۲ + ۳۳ + ۳۴ + ۳۵

(۶) شاگردی کے اُمیدوار (لُوقا: ۵۷-۶۲ + متی: ۱۹-۲۲)۔

(۷) مبلغوں سے خطاب الوقتاً: ۲:۱- الخ ۸- ۱۶+ متی ۹: ۲۷- الخ ۸

-($\mu_0:1.944 - \mu_0:11515914:1$)

(۸) شاگردی کے حقوق (لوقا: ۱۰: ۲۴-۲۱ + ۱۱: ۹-۱۳ + متی: ۱۱: ۲۵ -

٢٤ : ١٣ : ١٤ - الحج ٤ : ٤ - (١١) -

(۹) بعلزبول کی نسبت بخت (لوقا: ۱۱: ۱۳-۲۶ + متی: ۱۲: ۲۲-۲۳ و

- (55-53940-40

(۱۰) خوشامد کی ملامت (لوقا ۱۱: ۲۷) - الخ + متی ۱۲: ۴۶-۵۰ -

(۱۲) نشان کے طالب (لوقا: ۱۱: ۲۹-۳۶ + متی: ۱۲: ۳۸-۴۰) - الخ و

-(21-22:45:5

(۱۲) فریسیوں کے خلاف (لوقا ۱۱: ۲۲ تا ۲۵) و ۱۲: ۱-۲ - الخ + متی ۲۳: ۲۳ و

Σ' - 44: 10913: 23924 - 33931 2992: 23924

(۱۳) شاگردوں کی ایذا رسانی (لُوقا ۱۲: ۴-۱۲) ۲۲+۱۲-۳۴+متی ۱۰: ۲۸-

- (PI-19934-25:4244:12934)

(۱۴) عدالت کاناڑک وقت (لوقا ۱۲: ۳۵-۱۸: ۵۹) - ۲۱ + متی ۱۰: ۲۵

- ۳۳-۳۱:۱۳۲۶-۲۵:۵۹۳۶-۳۴:۱۰۵۱-۲۳:۲۴۹۱۳۷

(۱۵) توبہ نہ کرنے والوں کا حشر (لوقا ۱۳: ۲۲-۳۰ و ۳-۱۵: ۱۵-)

- ۲۳+متی ۸:۱۱- الخ ۲۳:۳۷-۳۹ د ۲۲:۱۰-۱۰- (۱۰)
 (۱۶) نازک دقت میں شاگردی (لوقا ۱۴:۲۵-۲۷ د ۲۴:۳۴ الخ- د ۱۴:۱۳ و
 ۱۶-۱۸+متی ۱۰:۳۷-۳۸ د ۱۳:۵۱ د ۲۴:۱۱-۱۲- ۱۳:۶۱ د ۶:۱۸-۱۷- (۷)
 (۱۷) ابن آدم کے دن (لوقا ۱۷:۲۲-۲۴+ متی ۲۴:۲۶-۲۷ د ۱۰:۳۹-۳۹
 د ۲۴:۲۴-۲۵-۲۶) (۲۸)

اگر ناظرین مندرجہ بالا حوالہ جات کے ایک ایک لفظ کا مقابلہ کریں تو آپ
 دیکھیں گے کہ دونوں انجیلوں کے مندرجہ بالا مقامات لفظ بلفظ آپس میں ملتے
 ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان انجیلوں کے مصنفوں نے اپنی انجیلوں کے مختلف
 مقامات میں اپنے اپنے مقصد کے مطابق ”رسالہ کلمات“ کے الفاظ کو لفظ بلفظ نقل
 کیا تھا۔ اور اب اس رسالہ کی تمام آیات ہمارے ہاتھوں میں من و عن و لسی ہی
 موبو دین جیسی مقدس متی نے لکھی ہیں۔ یا الفاظ دیگر حضرت کلمتہ اللہ کے خطبات
 اور کلمات یا برکات نہایت صحت کے ساتھ ہماری انجیل میں محفوظ ہیں اس
 رسالہ کلمات کے الفاظ انجیل سوم کا چھٹواں حصہ اور انجیل اول کا ۱۱ حصہ ہیں۔
 یہ رسالہ قریباً ۱۹۲ آیات پر مشتمل تھا۔

بشپ پے پٹس نے اپنی کتاب میں بدعتی معلموں کے خلاف حضرت کلمتہ اللہ
 کے زہین اقوال کی صحیح تفسیر کی جو کلیسیا کے نزدیک معتبر تھی۔ بشپ پے پٹس اور
 ان کے ہم عصروں کے نزدیک رسالہ کلمات کے مندرجہ اقوال کو وہی پایہ حاصل تھا
 جو حضرت موسیٰ کے دس احکام کو حاصل ہے۔ اس سے ہم رسالہ کلمات کے پایہ
 اعتبار اور سند کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

(۳)

جرمن نقاد ہارنیک کہتا ہے کہ رسالہ کلمات کے مضامین پر غور کرنے سے یہ

ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کا مرکزی پیغام یہ تھا کہ مسیح موعود ایک زبردست معلم اور خدا کی بادشاہت کا نبی تھا کیونکہ اس میں صرف کلمۃ اللہ کی تعلیم کا ہی مجموعہ تھا۔ اس کے مضامین صلیب کے واقعہ سے پہلے کے ہیں پس اس کا مرکزی پیغام مسیح ہمارا نجات دہندہ نہیں ہے۔ اس ایک بات سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ رسالہ صلیب کے واقعہ سے پہلے احاطہ تحریر میں آچکا تھا۔ کیونکہ اگر اس جگہ کا واقعہ کے بعد لکھا جاتا تو یہ واقعہ اس رسالہ میں لازمی طور پر ہوتا کیونکہ دوازدہ رسول انبی سنا دی کے پہلے ایام ہی سے اس واقعہ پر دریتے تھے (اعمال ۱ - ۲ وغیرہ)۔ چنانچہ پرفیسر برکٹ بھی کہتا ہے کہ ”رسالہ کلمات میں واقعہ صلیب کا ذکر نہ تھا بلکہ حق تو یہ ہے کہ بکریو اور بھٹیروں کی تمثیل (متی ۲۵: ۳۱-۴۰) خداوند کے خطبات کا نہایت موزوں خاتمہ ہے۔ یہ رسالہ اسی تمثیل پر ختم ہوتا تھا کیونکہ اس کے بعد متی کی انجیل میں رسالہ کلمات سے کوئی قول نقل نہیں کیا گیا۔“

پروفیسر ہیزے کہتا ہے کہ اس قسم کے رسالہ کو کوئی مسیحی آنخداوند کی صلیبی موت کے بعد نہ لکھتا۔ کم از کم عید پیتیتی کو ست کے بعد اس قسم کے رسالہ کا لکھا جانا ناممکن ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت کلمۃ اللہ کی حین حیات میں ہی لکھا گیا تھا۔ دیگر علماء کا خیال ہے کہ یہ رسالہ حضرت کلمۃ اللہ کی وفات کے بعد لکھا گیا تھا۔ ہم نے اوپر لائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ قیاس درست نہیں ہے۔ ہر سال تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ رسالہ قدیم ترین ہے اور پہلی صدی کے درمیان سے پہلے یعنی شہ ۱ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے جس کا بائناں دیگر مطلب یہ ہے کہ ان علماء کے خیال میں یہ رسالہ آنخداوند کی وفات کے دس پندرہ سال کے اندر اندر لکھا گیا تھا لیکن متعدد علماء پروفیسر ہیزے کے ہم نوا ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ ماننے کے لئے کافی وجوہ ہیں کہ خداوند کی تمثیلوں اور آپ کے کلمات کا مجموعہ آپ کے جیتے ہی آپ کے زیر اہتمام لپرا

کیا گیا،^{۱۲} پروفیسر ونسلٹ ٹیلر بھی اس عالم سے اتفاق کرتے ہیں۔^{۱۳} پروفیسر برکٹ کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ وہ کہتے ہیں میرے لئے تسلیم کرنا مشکل ہے کہ خداوند کے وہ اقوال اور تمثیلیں (جن کا تعلق خدا کی بادشاہی کے اس دُنیا میں پورا ہونے سے ہے) خداوند کے زمانہ کے بعد کی ہیں اُن کی تازگی اور اُن کی فضا کی شگفتگی اس بات کی بین دلیل ہے کہ وہ آپ کے زمانہ کے بعد کی باتیں نہیں ہیں۔ قدیم مسیحی ادب میں اناجیل متفقہ کے باہر قدرتی مناظر اور انسانی فطرت کے متعلق اُس قسم کا نظریہ زندگی کہیں نہیں ملتا جو آپ کی تمثیلوں میں موجود ہے۔ اعمال کی کتاب میں مختلف رسولوں کی تقریریں لکھی ہیں لیکن ان میں ایک بھی تمثیل موجود نہیں اور نہ اُس قسم کے اقوال پائے جاتے ہیں جو آنخدادند کی زبانِ مبارک سے نکلے۔^{۱۴}

ناظرین نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ رسولوں کی ”منادی“ (باب سوم) میں حضرت کلمۃ اللہ کی مبارک تعلیم کی نسبت ایک لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ اناجیل اربعہ میں بار بار آیا ہے کہ سامعین آپ کی تعلیم سن کر ”دنک رہ جاتے تھے“ اور مخالفین تک اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ ”انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا“ (یوہنا ۶: ۶۰)۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی تعلیم رسولوں کی ”منادی“ کا غالب حصہ نہ تھی۔ اس کی صرف یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ تعلیم اور ارض مقدس میں نہ صرف ایک بڑی تعداد اس تعلیم سے واقف تھی بلکہ یہ تعلیم تحریری صورت میں ایمان داروں کی جماعت میں مرقع تھی۔ لیکن چونکہ اس رسالہ میں خداوند کی تعلیم کے علاوہ اندکچھ نہ تھا لہذا رسولوں کی ”منادی“ اُن باتوں پر مشتمل تھی جو اس رسالہ میں نہ تھیں۔ اُس قسم کی ضمنی باتوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آنخدادند کے زرین اقوال آپ کی حیاتِ حیات میں ہی لکھے گئے تھے اور وہ تحریری صورت میں موجود تھے۔

مقدس پولوس رسول کے خطوط سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس رسالہ

کلمات موجود تھا جس میں آنحضرتؐ کے کلمات اور احکام موجود تھے (اگر ۱۰:۱۰)۔
 ۱۲ و ۲۵ - متی ۵: ۳۲ - اعمال ۱۳ - ۱۹ - ۲۰ (غیر) - آپ کے خطوط (روم ۱۲: ۱۲)۔
 ۲۱ - ۲ کرنتھی ۱: (غیر) کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ رسالہ کلمات رسول مقبول کے ہاتھوں
 میں موجود تھا۔ ۱ - کرنتھیوں کا ۱۳ باب درحقیقت آنحضرتؐ کے کیرکٹر اور خصلت کا
 بیان ہے۔ آپ آیات ۴ تا ۱۴ میں لفظ "محبت" کی بجائے لفظ "یسوع مسیح" پڑھیں
 تو آپ پر ظاہر ہو جائیگا کہ کس خوبی سے مقدس پولوس نے آنحضرتؐ کی زندگی کا خاکہ
 کھینچا ہے اور اس زندگی سے محبت کا سبق پڑھا ہے۔ مقدس پولوس بار بار آنحضرتؐ
 کی حلیمی اور انکساری کا ذکر کرتا ہے (۲ کر ۱۰: ۱۰ - فلپی ۲: ۷ - ۸ - اکر ۱۱: ۱۰ وغیرہ) جس سے
 ظاہر ہے کہ رسالہ کلمات جس میں متی ۱۱ کا قول موجود ہے اُن کے ہاتھوں میں موجود تھا۔
 آپ کے خطوط سے یہ بھی ظاہر ہے کہ رسالہ اثبات آپ کے ہاتھوں میں تھا جس کا مفصل
 ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ یہ رسالہ "کلمات" کے مجموعہ کے بعد لکھا گیا تھا۔ پس کوئی وجہ
 نہیں کہ مقدس پولوس اور دیگر رسولوں اور مبلغوں کے ہاتھوں میں رسالہ کلمات نہ ہو ہم
 کو تعجب ہوتا ہے جب کوئی کہتا ہے کہ مقدس پولوس منجی جہان کی زندگی کے واقعات
 اور تعلیمات کی طرف سے بے نیاز تھے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آپ کے خطوط میں
 منجی کی زندگی کے واقعات کا ذکر بہت کم پایا جاتا ہے لیکن یہ خطوط اس غرض کے
 لئے لکھے ہی نہیں گئے تھے۔ آپ کے زمانہ میں کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں یہ رسالے
 اور پارے موجود تھے جو قدیم کلیسیا میں مروج تھے۔ پس ہم اس نتیجہ پر نہیں پہنچ
 سکتے کہ رسول مقبول منجی عالمین کی زندگی اور واقعات سے واقف نہ تھے یا آپ
 کے نزدیک وہ بہت اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ رسول کی زندگی کے انقلابی واقعہ کا
 مرکز ہی یہ تھا کہ مصلوب گیلی درحقیقت کون تھے اور کیا تھے اور دنیا میں آپ کی اہمیت
 دراصل کیا تھی۔ آپ کے خطوط سے ظاہر ہے کہ قدیم رسالے اور بالخصوص رسالہ

کلمات آپ کے ہاتھوں میں موجود تھا۔ پر دغیر سر رکھنا کا خیال ہے کہ پاپوس رسول
نے خداوند کی طرف یا قیامت کے اور عشاے ربانی کے جو بیان لکھے ہیں (ا کر ۱۱: ۲۳- الخ ۱۵)
۱۵: ۳- الخ) وہ تحریری صورت میں موجود تھے۔

حق تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خالی الذہن ہو کر اس سوال پر غور کرے کہ
جس قسم کی تعلیم رسالہ کلمات میں موجود ہے وہ کب احاطہ تحریر میں آئی ہوگی
تو وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس ماخذ کی تاریخ پینتکوست کے بعد کی نہیں ہو سکتی کیونکہ
مقدس رطرس کی تفریفات ظاہر کرتی ہے کہ اُس وقت تک رسولوں پر انجیل کا اصلی
منشا اور آخداوند کی آمد کی علت غائی اور آپ کی صلیبی موت اور ظفریاب قیامت
کا عقدہ کھل گیا تھا اور ان ایام میں مسیحیت صلیبی موت کی قربانی اور گناہوں سے
نجات کی نیو پر پختہ طور پر کھڑی ہو چکی تھی۔ اگر یہ رسالہ پینتکوست کے بعد لکھا
جاتا تو ناممکن تھا کہ اس میں نجات کی خوشخبری کا یہ طریقہ مذکور نہ ہوتا۔ شاید کوئی
کہے کہ یہ رسالہ خداوند کی قیامت اور عید پینتکوست کے درمیانی عرصہ میں لکھا
گیا تھا لیکن یہ قیاس ایسا غیر معقول ہے کہ کسی نقاد نے پیش نہیں کیا۔ اس ہم
رجا کے زمانہ میں کس کو یہ جو صلہ ہو سکتا تھا کہ ایسا رسالہ مرتب کرے جس کی فضا
بلند معیار اور رنگ و ہنگ رسالہ کلمات کا سا ہو۔

تمام امکانات پر غور کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ رسالہ کلمات صرف تب
ہی لکھا جاسکتا تھا جب آخداوند ابھی زندہ تھے اور یہی وجہ تھی کہ مقدس رطرس
جیسا محتاط مؤرخ اس رسالہ کو اپنے دیگر ماخذوں سے بھی زیادہ مستند اور معتبر
سمجھتا ہے اور انجیل اول کا مصنف بھی اس کو یکتا خیال کر کے استعمال کرتا ہے۔
اس رسالہ میں مقدس متی نے آخداوند کے کلمات، احادیث، دیکھے اور کانوں سے
واقعات کو قلمبند کر لیا تھا اور انجیل اول اور سوم کے مصنف دونوں اس رسالہ کی

سند کو قبول کر کے اپنے اپنے نکتہ نظر کے مطابق اس رسالہ کو اپنی اپنی ترتیب کے اختلاف کے مطابق اپنی انجیلوں میں لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں۔ یہ رسالہ ایک طرف تو ایسی دستاویز بھی جو مشمولہ واقعات کی ہم عصر تھی۔ جس میں ان شاگردوں کے تاثرات اور رد عمل کا ذکر تھا جو واقعات کے چشم دید گواہ تھے۔ اور دوسری طرف یہ کلمات اور واقعات تب احاطہ تحریر میں آ گئے جب یہ چشم دید گواہ ان الفاظ کی اہمیت اور واقعات کے مطالب و معانی کو سمجھنا تو درکنار وہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئے تھے (یوحنا ۲۱ - ۱۲ - لوقا ۲۴: ۶ - ۸ - مرقس ۹ - ۱۲ - لوقا ۹ - ۱۲ - مرقس ۱۸: ۱۸ تا ۳۴ وغیرہ)۔ شاگردوں میں ابھی یہ صلاحیت پیدا ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ ان کلمات کو سمجھ سکیں جن کا تعلق صلیب کے ساتھ تھا یا اس واقعہ کے حقیقی مقاصد اور اصلی مطالب کو جان سکیں۔ چنانچہ متی ۱۶: ۲۱ - ۲۳ کے واقعہ کے عین بعد ۲۴ و ۲۵ آیات کا واقعہ سے یہ ثابت ہے۔ اسی طرح لوقا ۹: ۲۴ - ۲۵ کے بعد آیات ۵۴ - ۵۶ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت اور آپ کے شاگردوں کے نکتہ نظر میں کتنا فرق تھا۔ یہ بیوقوفانہ راہ از کجاست تا کجا۔ انجیل نویس رسالہ کلمات کے مندرجہ احوال خداوندی کے بعد اپنا نوٹ لکھتے ہیں "اُس کی باتیں ان (شاگردوں) کو یاد آئیں۔" انہوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول اُن پر پوشیدہ رہا اور ان باتوں کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہ آیا۔ حضرت کلمۃ اللہ نے اُن کو بعض اقوال بولنے کے بعد ہی سمجھا دیئے (مرقس ۴: ۱۳ و ۳۴ وغیرہ)۔ بعض کے مطلب کا اُن کو بعد کے واقعات کی روشنی میں پتہ چلا (مرقس ۴: ۱۸ - ۱۹ - اعمام ۱۰: ۱۴ - ۱۵ وغیرہ)۔ ان الفاظ کا وجود ہی ان کی صحت کا ذمہ دار ہے اور شاگردوں کے اپنے پرانے خیالات کا آئینہ اُن کے ذہنی ارتقا کا شاہد ہے۔ ان باتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے اقوال

اُس وقت لکھے گئے تھے جب آپ نے فرمائے تھے۔

(۴)

جب ہم رسالہ کلمات کے مضامین پر نظر کرتے ہیں تو اس کی خصوصیات ہم پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اس کا دائرہ نظر معهود ذہنی اور احساسات سب کے سب بیودی فضا اور بیودیت میں رنگے ہیں۔ دوم۔ اس رسالہ میں بتلایا گیا ہے کہ فریسیوں کے فرقہ میں اور آغذاوندیوں باہمی آویزش رہتی تھی۔ اور سوم اس میں خدا کی بادشاہی کا تصور مسائل معاد (Eschatological) سے متعلق ہے۔ اس رسالہ میں آغذاوند کی جو تصویر نظر آتی ہے وہ خدا کی بادشاہی کے نبی کی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ یہ نبی ابن آدم ہے جو خدا کی بادشاہی کو قائم کرنے کے لئے آنے والا ہے۔

یہ رسالہ کلمات پانچ حصوں پر مشتمل تھا۔ اسی لحاظ سے بشپ پے پٹس کی تفسیر بھی پانچ حصوں پر مشتمل تھی۔ پس نیسل *Verstehen* کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ بشپ مذکور کی تفسیر مقدس متی کے رسالہ کلمات کے پانچ حصے تھے جس طرح تورات کی اور زبور کی کتابیں پانچ حصوں میں منقسم تھیں۔ یہ تقسیم اس حقیقت کو بھی ثابت کرتی ہے کہ مقدس متی نے اپنے رسالہ کلمات کو پانچ حصوں پر اس بنا پر تقسیم کیا تھا کیونکہ رسالوں کے نزدیک حضرت کلیمہ اللہ کی زبان کا ایک ایک لفظ کتب تورات اور صحائف انبیاء کی طرح الہامی تھا۔
 یوحنا ۱۰: ۳۳ + متی ۱۲: ۸ و ۱۳: ۹۔ یوحنا ۱: ۱۳ و ۱۴: ۱۵۔
 جس طرح انبیائے سابقین کے صحیفہ ان انبیاء کا کلام موقعہ اور محل کا ذکر کرتے بغیر جمع کیا کرتے تھے اسی طرح مقدس متی نے بھی رسالہ کلمات میں خداوند کے کلام معجز نظام کو جمع کیا اور ان کا شان نزول نہ بتلایا۔ آپ نے یہ نہ لکھا کہ خداوند

نے فلاں موقع پر یا فلاں محل پر فلاں کلمات فرمائے تھے۔

چونکہ رسالہ کلمات ایک مختصر رسالہ تھا جس میں صرف آنحضرتؐ کے کلمات ہی درج تھے اور اس میں منجی جہان کی صلیبی موت اور دیگر سرائخ حیات اور معجزات کا بیان نہ تھا اور مقدس متی اور مقدس لوقا نے اس رسالہ کے ایک ایک لفظ کو اپنی انجیلوں میں نقل کر لیا تھا لہذا جوں جوں وقت گزرتا گیا اس رسالہ کی نقلیں ہوتی بند ہوتی گئیں۔

علاوہ ازیں قدیم زمانہ کے مسیحی صرف چند طوماروں کے ہی مالک ہو سکتے تھے۔ پس انہوں نے انجیل متی اور انجیل لوقا کے طوماروں کو ترجیح دی اور یہ رسالہ آہستہ آہستہ نقل ہوتا بند ہو گیا اور ایک زمانہ آیا جب یہ رسالہ ناپید ہو گیا۔

فصل دوم

رسالہ اثبات

ہم باب سوم میں بتلا چکے ہیں کہ ابتدائی ایام کی کلیسیا کے معلموں نے ایمان داروں کی جماعت کے ایمان کی استقامت کے لئے ایک سالہ مرتب کیا جس میں مختلف عنوانات کے ماتحت عہد عتیق کی کتابوں کی ان آیات کو اکٹھا کیا گیا تھا جن کا ایک ہی موضوع تھا اور کہ یہ رسالہ اسی قسم کا تھا جس قسم کا بعد کے زمانہ میں ایشپ سیرین نے نظر ثانی کر کے تیار کیا تھا جس سے متعدد دلائل مہنفوں نے اقتباس کئے ہیں ان تمام وجوہ کے باعث ڈاکٹر میرس Hauser جیسا عالم اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ رسالہ اگر قدیم ترین کتاب نہیں تو کم از کم قدیم ترین

زمانہ سے متعلق ہے۔ اور انجیلی مجموعہ کی تمام کتب سے پیشتر احاطہ تحریر میں آیا تھا اور اس کتاب کا اثر انجیل کی تقریباً ہر کتاب میں نظر آتا ہے۔ اس عالم کے خیال میں یہ کتاب عمر عتیق کی نبوتوں پر مشتمل تھی اور اس مجموعہ کی بہتیری ایڈیشن ہوئیں اور ہر ایڈیشن میں اس سے پہلی ایڈیشن کی نظر ثانی کی گئی تھی جس میں بعض آیات کو خارج اور دیگر مقامات کا اضافہ کیا گیا تھا۔ ہم باب سوم میں بتلا چکے ہیں کہ اس قسم کے رسالہ کا قدیم ترین زمانہ میں مرتب کیا جانا ایک قدرتی بات بھی تھی۔ دوسری صدی کے اوائل میں جسٹس شہید نے اپنی کتاب "اپالوجی" کی بنیاد بھی عمر عتیق کی نبوتوں پر رکھی تھی اور دیگر آیات کلیسیا نے بھی تبلیغ کا یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔

اس فصل میں ہم اس رسالہ کے مضامین پر مفصل بحث کریں گے۔

جب ہم انجیلی مجموعہ کی کتب پر ایک غائر نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ انجیل کے بعض مقامات میں عمر عتیق کی کتب کا اقتباس کرنے سے پہلے انجیل کے بعض مؤلف ایک خاص فارمولا یا مقررہ الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً "جیسا نبی کی معرفت کہا گیا تھا" وغیرہ۔ لیکن انجیلی مجموعہ کی کتب میں متعدد مقامات ایسے بھی ہیں جہاں یہ ظاہر ہے کہ مصنف کا منشاء اقتباس کرنے کا ہے لیکن اقتباس کرنے سے پہلے وہ کوئی خاص فارمولا استعمال نہیں کرتا۔ بعض اقتباسات لفظ باللفظ یونانی ترجمہ سپراجنٹ سے ملتے ہیں لیکن دیگر اقتباسات سیدھے عبرانی اہل متن سے ترجمہ کئے گئے ہیں بعض مقامات سے ظاہر ہے کہ وہ توضیح کی خاطر اقتباس کئے گئے ہیں۔ دیگر مقامات میں عمر عتیق کی کسی کتاب کی جانب صرف اشارہ ہی پایا جاتا ہے۔

عمر عتیق کی کتب کے چند مقامات حسب ذیل ہیں:

(۱) زبور ۲ - یہ آیت اناجیل میں مرقس ۱۱/۹ و متی ۱۲/۳ اور لوقا ۲۰/۱۳ اور اناجیل کے باہر اعمال ۱۳/۳۵ و عبرانیوں ۱/۵ میں پائی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر

ہے کہ عہدِ جدید کی کتابوں کے تین مختلف مصنف (جن کا ایک دوسرے کی تصنیفات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں) زبور ۲: ۷ کا استعمال کرتے ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کتابوں کے لکھے جانے سے بہت پہلے یہ آیت مسیح موعود کے ثبوت میں پیش کی جاتی تھی۔ (۲) زبور ۸: ۴-۶ کا اقتباس عبرانیوں ۲: ۶-۸ (جس کے الفاظ سیدنا حضرت

ترجمہ کے مطابق ہیں)۔ اگر ۱۵/۲۲ - افسی ۱/۲۲ - فلیپی ۳/۲۱ - ۱ پیٹر ۳/۲۲ - میں پایا جاتا ہے۔ ۱۔ پیٹرس کے خط کا اقتباس خاص طور پر غور طلب ہے۔ کیونکہ وہ مقدس پولوس یا عبرانیوں کے خط کے مصنفوں کی تشریح کو جو وہ اس آیت کی کرتے ہیں نہیں لیتا۔ بلکہ وہ اس زبور کی مقبول عام تفسیر کا قائل ہے۔ پس یہ تینوں مختلف مصنف اس زبور کی آیات کو اپنے اپنے مطالب کو ظاہر کرنے کے لئے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں تاکہ ہر کس و نا کس یہ جان لے کہ مسیح کو دکھا دکھا کر جلال میں داخل ہوتا ضرور تھا (لوقا ۲۴/۲۶)۔ پس ظاہر ہے کہ ان مصنفوں کی تحریرات سے بہت پہلے کلیسیا کے معلم ان آیات کو اس غرض کے لئے پیش کرتے تھے۔

(۳) زبور ۱۱۰/۱ اس آیت کا اقتباس نہ صرف انجیل مرقس (۱۲/۱) میں کیا گیا ہے بلکہ اعمال ۲: ۳۴ و ۳۵ (جس کے الفاظ سیدنا جنت کے مطابق ہیں) اور عبرانیوں ۱/۱۲ میں کیا گیا ہے۔ لیکن عہدِ جدید کی کتب میں اس آیت کی جانب متعدد مقامات میں اشارے موجود ہیں مثلاً مرقس ۱۶/۷ - اعمال ۵/۵ - روم ۸/۳۰ - افسی ۱/۲۲ - کلیسی ۳/۱۰ - ۱ تیم ۱/۱۲ - ۱ اور ۱ پیٹر ۳/۲۲ - ظاہر ہے کہ یہ آیت شریفہ رسولوں کی منادی کی بنیادی آیت تھی پس مقدس مرقس - مقدس لوقا مقدس پولوس اور عبرانیوں اور ۱ پیٹرس کے خطوں کے مصنف مختلف مقامات میں اس آیت کا اقتباس کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ان انجیل کے احاطہ تحریر میں آنے سے پہلے یہ سلا لکھا گیا تھا۔

(۴) زبور ۱۱۸: ۲۲ و ۲۳۔ ان آیات کو مقدس مرقس (۱۲: ۱۱) استعمال کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ یونانی ترجمہ سیپٹوا جنت کے مطابق ہیں۔ علاوہ ازیں ان آیات کا اقتباس اعمال ۱۶ اور اپطرس ۲ میں کیا گیا ہے۔ پس تین مختلف گواہ اس بات کے شاہد ہیں کہ انجیلی مجموعہ کے وجود میں آنے سے پہلے ان آیات کو اس غرض کے لئے پیش کیا جاتا تھا۔

(۵) یسعیاہ ۴: ۹۔ ۱۰ کا اقتباس اناجیل میں موجود ہے لیکن انجیل احوال (۳: ۱۵-۱۶) کے الفاظ یونانی ترجمہ سیپٹوا جنت کے مطابق ہیں۔ انجیل چارم کے الفاظ ۱۲: ۴۰ سیپٹوا جنت سے مختلف ہیں۔ انجیل دوم ۱۶ کے الفاظ مقدس یوحنا کے الفاظ اور سیپٹوا جنت دونوں سے مختلف ہیں مقدس یوحنا بھی ان آیات کا اقتباس کرتے ہیں (اعمال ۲۵: ۲۵-۲۶) الفاظ کے اختلاف سے یہ ظاہر ہے کہ مصنف ایک دوسرے سے نقل نہیں کر رہے بلکہ ایک ہی مقام کے تین مختلف اقتباسات نقل کر رہے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ قدیم ترین زمانہ میں کلیسیا اس آیت کا استعمال کرتی تھی، جیسا کہ یہود نے نجات کے پیغام کو قبول نہ کیا۔ تاکہ اس آیت کی سند سے وہ یہ ثابت کرے کہ انجیل ہیل کی متادی شیر یہود میں کی جائے گی۔

(۶) یسعیاہ ۵۳ کا اقتباس انجیل یوحنا (۱۲: ۳۸) میں کیا گیا ہے جس کے الفاظ سیپٹوا جنت کے مطابق ہیں اور مقدس پولوس بھی اس آیت کا ذکر رومیوں کے خط (۱۶: ۱۰) میں کرتے ہیں۔

(۷) یسعیاہ ۴۰: ۳-۵ کا اقتباس تین انجیلوں یعنی یوحنا ۳: ۴-۶ اور متی ۳ اور یوحنا ۱ میں پایا جاتا ہے۔ انجیل چارم کے اقتباس کے الفاظ سیپٹوا جنت کے متن سے مختلف ہیں۔ ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اناجیل اربعہ کے احاطہ تحریر میں آنے سے پہلے کلیسیا ان آیات کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرتی تھی۔

(۸) یسعیاہ ۲۸ و ۲۹ - یہ دونوں مقامات ۱ پطرس ۲: ۶ و ۷ میں موجود ہیں لیکن ان کے الفاظ سیڈوا جنٹ سے مختلف ہیں۔ ان آیات کا اقتباس رومیوں ۹ میں بھی ہے۔

(۹) پیدائش ۱۲ و ۲۲ - یہ دونوں مقامات اعمال ۲۵ اور گلتی ۳ میں یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے ہیں کہ غیر یہود خدا کی بادشاہت میں داخل ہو کر برکت پائیں گے جس سے ظاہر ہے کہ قدیم زمانہ ہی سے ابتدائی کلیسیا اس غرض کے لئے ان آیات کو استعمال کرتی تھی۔

(۱۰) یرمیاہ ۳۱: ۳۱ - ۳۴ - ان آیات کا اقتباس عبرانیوں کے خط (۸: ۸-۱۲) میں کیا گیا ہے اور اس کے لفظ ترجمہ سیڈوا جنٹ کے مطابق ہیں۔ ان آیات کی طرف اگر ۱۱ میں اشارہ کیا گیا ہے اور ۲ کی سیباب میں ان آیات سے استدلال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قدیم ترین زمانہ کی کلیسیا ان آیات کو کس کس مقصد کے لئے استعمال کرتی تھی۔

(۱۱) یوہان ۲: ۲۸ - ۳۲ کا اقتباس اعمال ۲: ۱۴ - ۲۱ و ۳۹ میں کیا گیا ہے۔ اور ان آیات کا ذکر روم ۱۱ میں بھی آیا ہے۔ ان آیات کا زبردست اثر ابتدائی کلیسیا کے ان خیالات پر پڑا جن کا تعلق آنحضرتؐ کی آمد ثانی کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ ہو لوقا ۲۵: ۲۱ اور مکاشفات ۹ -

(۱۲) زکریا ۹ کا اقتباس انجیل متی ۲۱ اور انجیل یوحنا ۱۲ میں کیا گیا ہے۔ ان دونوں مقامات کا متن یونانی ترجمہ سیڈوا جنٹ سے مختلف ہے۔ یہ حقیقت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ یہ دونوں انجیل نویس ایک دوسرے کے مرہونِ مٹت نہیں ہیں بلکہ ان اناجیل کے احاطہ تحریر میں آنے سے بہت پہلے قدیم زمانہ کے معلم اور استاد اس آیت شریفہ کا استعمال کرتے تھے۔

(۱۳) حقیق ۲: ۳-۴ کا اقتباس عبرانیوں کے خط (۱۰: ۳۷-۳۸) میں اور مقدس پولوس کے دو خطوط (رؤم ۱/۱۱ و گلتی ۳) میں کیا گیا ہے اور لطف یہ ہے کہ مقدس پولوس کا ترجمہ یونانی سیڈوا جنٹ کے متن سے اور عبرانیوں کے خط کے الفاظ دونوں سے مختلف ہے۔ یہ امر ثابت کرتا ہے کہ قدیم کلیسیا کے معلموں کا مجموعہ اصل عبرانی زبان میں تھا اور بعد کے زمانہ میں مختلف مصنفین نے حسب ضرورت ان آیات کا اپنے اپنے علم کے مطابق یونانی میں ترجمہ کیا۔

(۱۴) یسعیاہ ۱: ۲۱-۲۲ کا اقتباس انجیل لوقا (۴: ۱۸-۱۹) میں کیا گیا ہے جو عام طور پر یونانی سیڈوا جنٹ کے مطابق ہے۔ اسی آیت کا اقتباس اعمال ۱۳ میں بھی موجود ہے۔

(۱۵) استثناء ۱۵: ۱۹-۱۸ کا اقتباس مقدس لوقا نے اعمال ۲۲: ۳-۲۳ میں کیا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قدیم ترین زمانہ میں رسول اور معلم ان آیات سے خداوند یسوع کا مسیح موعود ہوتا ثابت کیا کرتے تھے۔

ہم نے اوپر کی پندرہ آیات کو بطور مشتق نمونہ از خردارے پیش کیا ہے تاکہ ناظرین پر ظاہر ہو جائے کہ انجیلی مجموعہ کی کتب کے مصنفین ان آیات کو اور اسی قسم کی دوسری آیات کو اپنے مطالب اور مقاصد کو سمجھانے کے لئے پیش کرتے ہیں جو ان کے لکھنے سے پہلے ہی کلیسیاؤں میں مروج تھیں۔

(۲)

(۱) جب ہم مذکورہ بالا آیات کے اقتباسات پر نظر کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ قدیم ترین کلیسیا کے معلموں کے ”رسالہ اثبات“ کا نفس مضمون کیا تھا اور اس زمانہ کے معلم، مبلغ اور مبشر ان آیات کو کن کن اغراض اور مقاصد کی خاطر استعمال کرتے تھے ان اقتباسات سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ رسالہ مختلف

مقامات کی کلیسیاؤں میں مروج تھا۔ اور اناجیل اراجہ کے لکھے جانے سے پیشتر عام مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔

(۲) جب انجیلی مجموعہ کی کتب کے مصنف اس رسالہ کی آیات کا اقتباس کرتے ہیں تو وہ کسی خاص یونانی ترجمہ کا اقتباس نہیں کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسالہ کی آیات کا متن یونانی زبان میں نہ تھا بلکہ یہ رسالہ اصل عبرانی آیات کا مجموعہ تھا اور عبرانی زبان میں ہی مختلف مقامات کی کلیسیاؤں کے معلموں کے ہاتھوں میں تھا۔

(۳) جب ہم اقتباسات پر نظر کرتے ہیں تو ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصنف اقتباس کرتے وقت کسی آیت کے تمام الفاظ کا اقتباس کرنا ضروری خیال نہیں کرتا۔ اگر ایک مصنف کسی آیت کے پہلے حصے کا اقتباس کرتا ہے تو دوسرا مصنف اسی آیت کے دوسرے حصے سے استدلال کرتا ہے کسی مصنف کا اقتباس طویل ہے، کسی کا کم اور کسی کا بالکل مختصر ہے۔ مثال کے طور پر زبور ۶۹: ۹ کو (جس کا مندرجہ بالا آیات میں ذکر نہیں کیا گیا) لے لیں۔ مقدس یوحنا اس آیت شریفہ کے پہلے حصے کا اقتباس ۲ میں کرتا ہے لیکن مقدس پولوس اسی آیت کے پہلے حصے کا اقتباس نہیں کرتا لیکن دوسرے حصے کا اقتباس (روم ۱۵) کرتا ہے۔ دونوں مصنف الفاظ نہ لکھا ہے استعمال کرتے ہیں۔ دونوں دلیل دیئے بغیر یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق خداوند یسوع پر ہے۔ یہ دونوں مصنف ایک دوسرے کی تصنیفات سے ناواقف ہیں کیونکہ پولوس رسول نے رومیوں کا خط ۲ شہ میں لکھا تھا جس سے ثابت ہے کہ دونوں مصنف قدیم ترین کلیسیا کے اس نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں مسیح موعود کی طرف اشارہ ہے حالانکہ اہل یہود اس زبور کو ”مسیحی“، ”مزامیر میں شامل نہیں کرتے تھے لیکن قدیم کلیسیا اس

زبور کو اخذ اند کی طرف منسوب کرتی تھی چنانچہ اناجیل ۱۵ متی ۲۴ مرقس ۱۵ اور اعمال الرسل (پہلے) دونوں سے ظاہر ہے کہ قدیم زمانہ میں کلیسیا اس زبور کو نبوت کے طور پر پیش کرتی تھی۔ اسی طرح مذکورہ بالا دیگر آیات کے اقتباسات سے بھی ظاہر ہے کہ انجیلی مجموعہ کے مصنفوں کا مقصد محض یہ نہ تھا کہ عہد عتیق کی آیات کے اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جائے بلکہ ان کا مقصد یہ بتانا بھی تھا کہ ان آیات کا اصل مفہوم کیا ہے اور مسیح موعود کے آنے سے عہد عتیق کی تمام نبوتیں پوری ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ سب اشارات ہیں جو خداوند یسوع کے حق میں پورے ہوئے۔

(۴) ناظرین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ مذکورہ بالا پندرہ آیات کا تعلق رسولوں کی "منادی" کے نفس مضمون کے ساتھ ہے جس کا ذکر باب سوم میں کیا گیا ہے۔ قدیم ترین معلم رسولوں کی "منادی" کی "نیز" پر عہد عتیق کی آیات کی عمارت رکھتے تھے تاکہ ایمان داروں کی جماعت کو رسالہ اثبات کے ذریعہ اس بات کا علم ہو جائے کہ خداوند یسوع ناصری مسیح موعود ہو کر آئے اور آپ کی آمد سے تمام یہود پر آپ کے قول کا صحیح مطلب ظاہر ہو جائے کہ میں "توریت اور نبیوں کی کتابوں کو پورا کرنے آیا ہوں"۔

(۳)

اس باب کی فصلوں میں ہم نے اناجیل اربعہ کے صرف دو تحریری ماخذوں کا بیان کیا ہے تاکہ ناظرین پر ظاہر ہو جائے کہ اناجیل کے مصنفوں نے لکھتے وقت صرف ایسے ماخذوں کا ہی استعمال کیا تھا جو قدیم ترین تھے اور جن کا پایہ اعتبار تمام کلیسیاؤں میں مسلم تھا۔

یہ دو ماخذ ایسے ہیں جن کو چاروں کے چاروں انجیل نویسوں نے استعمال کیا تھا لہذا ان کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے لیکن ہمیں یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ انجیل نویسوں کے سامنے بہت سے ماخذ اور بھی تھے جن کو انہوں نے جو شرع

سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ترتیب دار ”لکھا تھا (لوقا: ۱۱-۴)۔
پس ہزار ہا چشم دید گواہوں کے زبانی اور تحریری بیانات ارض مقدس کے طول
عرض میں مختلف مقامات کی کلیسیاؤں میں پھیلے ہوئے تھے۔

پہلے پہل جو مجموعے چشم دید گواہوں نے آنحضرت کے کلمات اور سوانح حیات
کے لکھے وہ سب شخصی، ذاتی اور انفرادی قسم کے تھے۔ وہ لوگوں کے اپنے سچ کے
مجموعے تھے۔ ان کو کلیسیا کی طرف سے مستند قرار نہیں دیا گیا تھا اور نہ کسی رسول
کی مہر ان پر ثبت تھی۔ اس بات پر انجیل سوم کا دیباچہ گواہ ہے۔ چاروں انجیل
نویسوں نے نہایت کاوش اور جانفشانی سے ان مقامات کا دورہ کیا، جہاں کی
کلیسیاؤں میں معتبر بیانات مروج تھے اور ان بیانات کی ان لوگوں کے ذریعہ جو
”شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم“ تھے خوب چھان بین کی اور جانچ
پڑتال کے بعد ان انجیل نویسوں نے ”مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ
شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ترتیب“ سے لکھیں۔ ان کو اس بات
کا خوب احساس تھا کہ کسی قول یا فعل کو حضرت کلمتہ اللہ کی ذات سے منسوب
کر دینا بڑی ذمہ داری کا کام ہے جس کو وہ بے باکانہ انجام نہیں دے سکتے۔ خدا
نے ان کی مساعی جمیلہ کو یاد رکھا۔ اگلے ابواب میں ہم دیکھینگے۔

— کہ ہر انجیل نویس نے مندرجہ بالا دو تحریری مآخذوں کے علاوہ اور ایسے
مآخذ بھی ہم پہنچائے جو دورِ اولین میں معتبر ترین تھے اور جن کا پایہ صحت نہایت
مستحکم تھا۔ ہر انجیل نویس کے ایسے مآخذ صرف اسی کی انجیل میں پائے جاتے ہیں۔
ہم ان مآخذوں کا مفصل ذکر ہر انجیل کی تالیف کے تحت کریں گے۔

حصہ دوم

جمع و تالیف اناجیل (از سترتا سترتا)

باب اول

انجیل مرقس کی تالیف

فصل اول

انجیل مرقس کے ماتخذ

ہم حصہ اول کے باب پنجم کی پہلی فصل کے شروع میں بزرگ بشپ پے پٹس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ بزرگ فرگیہ کے ہائر اپوس (الشباٹے کوچک) کے دوسری صدی کے پہلے نصف میں بشپ تھے اور سمرنا کے بشپ شہید یولی کارپ کے رجو مقدس یوحنا کے شاگرد تھے (دوست تھے)۔ وہ تلیس مبشر کی بیٹیوں سے ملے تھے جن کا ذکر اعمال ۲۱ میں ہے۔ وہ قیصر M. Aulus Maximus کے زمانہ میں ۱۵۵ء کے قریب شہید ہوئے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "تفسیر کلمات خدائے دی" *Exposition of the anecdot's of* ہے۔ اس کتاب کے چند حصے مورخ یوسی بیٹس کی کتاب *The Lord*

”تواریخ کلیسیا“ Ecclesiastical History میں پائے جاتے ہیں جو قسطنطین اعظم کے زمانہ میں لکھی گئی تھی اس میں بشپ بے پیٹرس کی کتاب سے مرقس کی انجیل کی نسبت حسب ذیل اقتباس ہے:-

”اور وہ ایلیڈرا پریسبٹر یوحنا جس کے قولی کی یہ بشپ نقل کرتے ہیں، یہ کہا کرتے تھے کہ مرقس پطرس کا ترجمان تھا۔ اُس نے صحت کے ساتھ جہاں تک اُس کو یاد تھا وہ باتیں لکھیں جو خداوند نے کہی تھیں یا کہی تھیں لیکن ترتیب سے نہیں۔ کیونکہ نہ تو اُس نے خداوند کی باتوں کو سنا تھا اور نہ وہ خداوند کا شاگرد تھا لیکن جیسا میں کہ چکا ہوں وہ بعد میں پطرس کا شاگرد تھا۔ پطرس حسب موقعہ اپنے سامعین کی ضروریات کے مطابق تعلیم دیا کرتا تھا۔ اُس کا یہ ارادہ نہ تھا کہ وہ خداوند کے خطبات کو سلسلہ وار ربط دے کر ترتیب سے بیان کرے مرقس نے ان باتوں کو لکھتے وقت جو اُس کو یاد تھیں کوئی غلطی نہ کی کیونکہ اُس نے ایک بات کی خاص احتیاط کی کہ کوئی چیز جو اُس نے سنی تھی قلم انداز نہ ہو جائے اور کسی بات میں غلط بیانی نہ ہو۔“

اس اقتباس میں صرف پہلا فقرہ ایلیڈرا کی زبان کا ہے۔ باقی فقرے بشپ پے پیٹرس کے اپنے ہیں۔

مرقس کی انجیل کی نسبت یہ قدیم ترین روایت ہے اور اس کے بعد کی کلیسیائی روایات بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اس انجیل میں مقدس پطرس کی متادی کا نقش مضمون پایا جاتا ہے۔ اعمال کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ کلیسیا کے آغاز ہی سے مقدس مرقس مقدس پطرس کے ساتھی تھے (اعمال ۱: ۲۳) اور ۲: ۱۴ سے پہلے پطرس رسول قید خانہ سے رہائی پانے کے بعد مرقس کے گھر میں آئے تھے جہاں ایماندار

کی جماعت دعا کیا کرتی تھی (۱۳)۔ دونوں کا تعلق مدت تک قائم رہا۔
(۱- پطرس ۵)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقدس مرقس اور اس کا خاندان آنحضرت سے
صلیبی واقعہ سے پہلے بھی واقف تھا (مرقس ۱۲: ۱۲-۱۶) اور خود مقدس مرقس آنحضرت
کی صحبت سے فیض یاب ہو چکا تھا اور بعض واقعات کا چشم دید گواہ بھی تھا۔ (مرقس ۱۴:
۵۱-۵۲)۔ اس کی ماں کا گھر یرشلم کے شہر میں ابتدائی شاگردوں اور ایمانداروں
کے اکٹھے ہونے کی جگہ تھی۔ پس مقدس مرقس کو آنحضرت کے چشم دید گواہوں سے
ملنے اور ان سے حالات کا پتہ لگانے کے بے شمار موقعے ملے۔ ۳۲ تک حاصل
تھے۔ وہ تین رسولوں کے ساتھ رہ چکے تھے اور آخر تک پولوس رسول کے ساتھ تھے
(کلسی ۴)۔ آپ ربنا س کے رشتے کے بھائی اور اس کے ساتھ تبلیغ کا کام کرتے
رہے تھے (اعمال ۱۲: ۲۵-۱۵: ۳۹)۔ آپ ایمان میں مقدس پطرس کے بیٹے تھے۔
(۱- پطرس ۵: ۱۳)۔

پیشاپے پطرس کی روایت کے الفاظ ”لیکن ترتیب سے نہیں“ کا صحیح مطلب
کیا ہے؟ اس انجیل کی ترتیب ایسی صحیح ہے کہ جیسا ہم آئندہ ثابت کر دینگے مقدس
لوخا اور مقدس متی اپنی انجیل کی ترتیب کو اسی انجیل کی ترتیب کی بنا پر رکھتے ہیں۔
قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ مقدس مرقس نے اس ترتیب کو مقدس پطرس سے
حاصل کیا تھا کیونکہ مقدس پطرس رسول کی یہ عادت تھی کہ آپ واقعات کو شروع سے
ترتیب وار بیان کیا کرتے تھے (اعمال ۱۱-۱۲ وغیرہ)۔ پس یوں انجیل کی متفقہ
اندرونی شہادت ان الفاظ کے خلاف ہے۔ ممکن ہے کہ ان الفاظ کا مطلب یہ ہو
کہ اس میں تاریخ وار وہ واقعات درج نہیں ہیں جو خداوند کی سہ سالہ خدمت میں
یرشلم میں پیش آئے تھے اور جن میں سے چند ایک کا ذکر انجیل چہارم میں پایا جاتا ہے۔

(۲)

پروفیسر برکٹ کہتا ہے کہ یادی انتظریں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقدس مرقس نے پہلے پہل ترتیب وار انجیل لکھتے کا بیڑا اٹھایا اور اس بات کی پہلے پہل کوشش کی کہ خداوند کی زندگی کے واقعات کو یکجا کر کے لکھے۔ اگر یہ درست ہے تو ظاہر ہے کہ اس انجیل کے ماخذ متفرق قسم کے الگ الگ پارے ہوں گے جو اس انجیل کے لکھے جانے سے بہت پہلے احاطہ تحریر میں آچکے تھے۔ اس انجیل کے ماخذ قدیم زبانی بیانات پر ہی مشتمل نہ تھے بلکہ یہ کتاب ان زبانی بیانات اور تحریری ماخذوں سے بنائی گئی ہے جو سب کے سب ابتدائی درجہ اور پایہ رکھتے ہیں جن میں بعد کے زمانہ کے کلیسیائی رجحانات اور دینی مسائل کے میلانات کا وجود تک نہیں پایا جاتا۔ اس کی بنیاد ارض مقدس کی ابتدائی کلیسیا اور اس کا تارو پود عینی شہادت سے بنا ہے جس کا تعلق دورِ اوّلین سے ہے۔

ہم حصہ اول کے باب پنجم کی فصل اول میں بتلا چکے ہیں کہ رسالہ کلمات جو آخوند کے جیتے جی لکھا گیا تھا، ابتدائی کلیسیا کے ہاتھوں میں موجود تھا پس یہ رسالہ مقدس مرقس کا ایک نہایت معتبر ماخذ تھا چنانچہ اس رسالہ کے مضامین اور انجیل دوم کے مضامین کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مقدس مرقس نے حسب ذیل مقامات اس رسالہ سے نقل کئے ہیں۔

(۱) ۱: ۴-۱۳۔ یہ مقام متی ۳ باب ۴: ۱۱ میں اور لوقا ۳: ۱-۷ اور ۲۱-۲۲ میں پایا جاتا ہے۔ اس میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کے احوال اور خداوند کی آزمائشوں کا حال موجود ہے۔

(۲) ۳: ۲۲-۳۰۔ یہ مقام متی ۹: ۳۴-۳۵ اور لوقا ۱۱: ۱۵-۲۶ میں پایا جاتا ہے اس میں لعل زبول کا ذکر ہے جس کا مقدس مرقس نے اختصار کیا ہے۔

کی تعلیم دینے لگا (۱۳۵)۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ شہر میں قصبوں اور گاؤں میں عبادت خانوں میں، جمعیل کے کتاب خانہ وغیرہ جگہ تعلیم دیتے تھے لیکن اس کے باوجود یہ انجیل نویس آپؐ کی تعلیم کی کل ساٹھ آیات سے زیادہ نقل نہیں کرتا اور ”بہت سی تمثیلوں“ میں سے صرف تین چار تمثیلوں کے ذکر پر ہی کفایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خداوند کی دعا کا ذکر بھی نہیں کرتا اور نہ اس کی انجیل میں آنحضرتؐ کے خصال مثلاً حلیمی، انکساری اور محبت کے اقوال کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ اس کا سبب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ ان باتوں کو اہم خیال نہ کرتا ہو۔

اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ جب مقدس مرقس نے اپنی انجیل تصنیف کی تو ایمانداروں کے ہاتھوں میں ”رسالہ کلمات“ موجود تھا پس آپؐ نے حضرت کلمۃ اللہ کی تعلیم کو مفصل نہ لکھا بلکہ مشتے نمونہ از خرواب آپؐ کی تعلیم اور تمثیلیں بطور نمونہ درج کر دیں۔ قریباً تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ رسالہ کلمات مقدس مرقس کی انجیل سے پہلے لکھا گیا تھا اور یہ ایک قدرتی بات بھی ہے کیونکہ ہر شخص یہ ماننے کو تیار ہو گا کہ آنحضرتؐ کی تعلیم پہلے پہل احاطہ تحریر میں آئی ہوگی اور اس کے بعد آپؐ کی زندگی کے واقعات لکھے گئے ہوں گے۔ چنانچہ ڈاکٹر رابنسن Dr. A. T. Robinson کہتا ہے کہ مقدس مرقس نے رسالہ کلمات کی انجیل مرقس کی تصنیف سے کم از کم بیس سال پہلے لکھا تھا۔ لیشپ^۹ بانٹ کہتے ہیں مرقس کی انجیل غالباً اسی واسطے لکھی گئی تھی تاکہ رسالہ کلمات کا تکملہ ہو جو پہلے سے ایمانداروں کے ہاتھوں میں موجود تھا اور جس میں صرف تعلیم ہی درج تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس انجیل میں بہت کم تعلیم موجود ہے۔ لیشپ گوڑ کی تفسیر میں ہے ”جب ہم دیکھتے ہیں کہ رسالہ کلمات میں آنحضرتؐ کے سوانح حیات کم ہیں لیکن آپؐ کے

کلمات نہایت کثرت سے ہیں اور کہ انجیل دوم میں خداوند کے کلمات کم ہیں لیکن سوانح حیات بکثرت ہیں تو ہم قدرتی طور پر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس انجیل کے لکھے جانے کی اصلی غرض یہ تھی کہ وہ رسالہ کلمات کی کمی کو پورا کرے۔ پس مقدس مرقس خداوند کی خدمت کے ابتدائی واقعات کا مجمل ذکر کر کے ان نئی باتوں کا مفصل ذکر کرتا ہے جو رسالہ کلمات میں نہیں تھیں۔“

گویا گیل کہتا ہے مقدس مرقس رسالہ کلمات سے واقف تھا اور اُس نے اس کا استعمال نہایت احتیاط اور شعور کے ساتھ کیا۔ یہ رسالہ کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو کسی پلان کے مطابق لکھی گئی ہو بلکہ وہ صرف کلمات کا مجموعہ تھا جو نہایت قیم تھا۔ مرقس نے بڑی کفایت سے اس کو استعمال کیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتا تھا کہ یہ مجموعہ اُن لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے جن کے لئے اُس نے اپنی انجیل لکھی ہے۔“

ڈاکٹر میکن ٹاش کے الفاظ بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں ”مقدس مرقس صرف خداوند کے چند اقوال کا ہی ذکر کرتا ہے کیونکہ اُس کا مقصد یہ نہ تھا کہ وہ آپ کے تمام اقوال کو لکھے۔ وہ لوگوں کو دوبارہ وہی باتیں بتانا نہیں چاہتا تھا جن سے وہ پہلے ہی واقف تھے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اپنی انجیل لکھ رہا تھا تو اُس کے سامنے آنخرداوند کے اقوال کا مجموعہ رسالہ کلمات موجود تھا۔“

(۳)

رسالہ کلمات کے علاوہ مقدس مرقس نے دیگر چھوٹے چھوٹے پارے اپنی انجیل میں استعمال کئے ہیں۔ چنانچہ ایشپ بلنٹ کہتے ہیں کہ اس انجیل کی بعض کہانیاں تھریری شکل میں پہلے سے موجود تھیں گویا غائب ہیں کہ اس انجیل کا

اکثر حصہ یا سب کے سب حصے احاطہ تحریر میں آچکے تھے۔ بیشپ النفس کہتے ہیں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے اور ہیروڈیس کا واقعہ (۱۴: ۶-۲۹) مقدس لپٹس سے حاصل نہیں کیا گیا بلکہ یہ بیان مقامی روایت کا درجہ رکھتا ہے۔

(۲) آرچ ڈیکن بکلی کہتے ہیں کہ اس انجیل میں دو واقعات ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کے دو بیان موجود ہیں۔ پہلا واقعہ پانچ ہزار اور چار ہزار کو کھانا کھلانے کا واقعہ ہے (۳۰: ۶-۴۴-۱۰-۱۰) دوسرا خدوند کا قول جو ۳۵: ۹-۳۵: ۱۰ میں ہے۔ اور ۴۴: ۴۴ میں دہرایا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ انجیل نویس کے سامنے دو تحریری ملخص تھے جن سے یہ دو مختلف بیانات ماخذ کئے گئے ہیں۔ مقدس مرقس نے دونوں بیانات کو اپنی انجیل میں لکھ لیا کیونکہ یہ بیانات آپ تک پہنچے تھے۔ آپ ان خاص واقعات کے چشم دید گواہ نہیں تھے پس آپ نے ایمان داری کے ساتھ اپنے تحریری ماخذوں کو اپنی انجیل میں نقل کر لیا۔

(۳) پادری کیسٹرو A.T. Cadoux کے خیال میں اس انجیل کے

۱۴ باب کی تین آیات ۱۰-۲۰ و ۳۳ کے تین مختلف ماخذ ہیں اور ۸-۹ د ۱۳-۱۴ کے بھی الگ الگ ماخذ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان آیات کی پیشین گوئیوں کے الفاظ میں اختلاف ہے۔

(۴) ایلمیرٹز Albertz کے خیال میں مقدس مرقس کی انجیل کے لکھے جانے سے پہلے ایسے واقعات احاطہ تحریر میں آچکے تھے جن میں یہ پایا جاتا تھا کہ اہل یہود میں اور آنخڑاوند میں تصادم اور آدیش ہوئی تھی۔ اور یہ واقعات اس واسطے لکھے گئے تھے تاکہ جب ابتدائی ایام میں کلیسیا اور یہود میں باہمی تکرار اور تصادم ہوا تو یہ مقامات کلیسیا کے دھیرہ کے لئے چراغ ہدایت ہوں، کیوں کہ جو مشکلات کلیسیا کے سامنے تھیں، وہی آنخڑاوند کے پیش آئی تھیں پس مقدس

مرقس نے ان واقعات کو جو پہلے سے احاطہ تحریر میں موجود تھے اپنی انجیل میں شامل کر لیا (مرقس از ۱۲ باب تا ۳: ۱۱ د ۱۵: ۱۲ تا ۲۰: ۲۰)۔ ایسا بزرگایہ خیال درست بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقامات مقدس مرقس نے خود نہیں لکھے تھے بلکہ وہ پہلے ہی سے لکھے ہوئے تھے اور گالیسیا میں مروج تھے کیونکہ ۳ جیسی آیت انجیل کے شروع میں ہی ہے اور اس کے بعد ہلاک کرنے کی کوشش کا ذکر نہیں آتا۔ یہ ظاہر ہے کہ آیت ۳ کا اس جگہ نقل کیا جانا قدرتی بات نظر نہیں آتی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس قدیم تحریری پارے کی آخری آیت تھی جو مقدس مرقس نے نقل کیا تھا اور یہ وجہ ہے کہ وہ آیت اس مقام میں موجود ہے۔

ایک اور امر قابلِ غور ہے کہ مذکورہ بالا مقامات میں خطاب "ابن آدم" دو دفعہ وارد ہوا ہے لیکن اس کے ۸ سے پہلے کسی جگہ بھی یہ خطاب وارد نہیں ہوا اور ۲۹ کے بعد یہ خطاب آنحضرتؐ کے ساتھ ۱۲ مقامات میں آیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ظاہر ہے کہ یہ مقامات انجیل کے لکھے جانے سے پہلے ہی پاروں میں لکھے ہوئے موجود تھے جن کو مقدس مرقس نے اپنی انجیل میں نقل کر لیا۔ ورنہ اگر وہ خود ان مقامات کو لکھتے تو وہ "ابن آدم" نہ لکھتے۔ پس ایسا بزرگایہ کا کتنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات کسی علم نے پہلے ہی کسی پارے میں لکھے تھے۔ یہ علم اس اختلاف کی مثالیں دینا چاہتا تھا جو آنحضرتؐ اور یہود کے درمیان تھا اور روز بروز بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ اگر ہم اس عالم کا یہ نظر تسلیم کر لیں تو ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ خطاب "ابن آدم" اس مقام میں وقت سے پیشتر کیوں وارد ہوا ہے اور آخری آیت پھر فریسی..... ہلاک کریں" وقت سے پیشتر بیان کیوں لکھی گئی۔ پس خداوند مسیح کی سہ سالہ خدمت کے بیان کے لئے مقدس مرقس نے اس جماعت کے زبانی اور تحریری بیانات کی طرف رجوع کیا جو یوحنا کے بیٹے سے لے کر خداوند کے اٹھانے

جانے تک برابر اُس کے ساتھ رہے“ (اعمال ۱/۱)۔ انجیل کا سطحی مطالعہ غبی سے غبی شخص پر بھی — یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں اس کے ڈراما کے سین۔ ہیرو۔ اداکار سب کے سب چلتے پھرتے اور زندہ متحرک شخصیتیں ہیں جن کے اصل ہونے میں کوئی جھوٹی سی شبہ کر سکتا ہے۔ پس اس انجیل کے شروع سے گیارہ باب تک کے واقعات آنخزادہ کی سہ سالہ خدمت کے چند سین ہیں جن کے بتلانے والے وہ لوگ تھے جو شروع سے خود دیکھنے والے تھے اور جو ”برابر خدائندہ کے ساتھ رہے“ یعنی ”جتنے عرصہ تک خدائندہ شروع اُن کے ساتھ آتا جاتا رہا یعنی یوحنا کے بیٹسمہ سے لے کر خدائندہ کے اٹھائے جانے تک جو برابر ساتھ رہے“ (اعمال ۱/۱)۔ یہی وجہ ہے کہ اس انجیل کا شروع یوحنا کے بیٹسمہ سے ہوتا ہے اور اگر اس کے اوراق ۱۶ کے بعد ضائع نہ ہو جاتے تو اُن میں قیامتِ مسیح کے بعد صعودِ آسمانی کا بھی ذکر پایا جاتا۔ ان واقعات کو انجیل نویس نے ”ترتیب وار بیان“ کیا۔ ان کا شروع قدتی طور پر گلیل میں منادی ہے (۱/۱) اس کے بعد کفرناحوم میں منادی (۱/۱۶-۳۴) فریسیوں سے قصاصم (باب ۲ و ۳)۔ رسولوں کا تبلیغی دورہ (۱/۳۶)۔ پانچ ہزار کو کھانا کھلانا (۱/۳۶)۔ صور کی سرحدوں سے نکل کر صیدا کی راہ سے دیکپلس کی سرحدوں سے ہوتے ہوئے گلیل کو جانا (۱/۳۶) بیت صیدا کی جانب سفر کرنا اور قبصر یہودی (۱/۳۶) جانا اور یروشلیم کو روانگی (۱/۳۶)۔ یہ تمام واقعات ایک قدتی ترتیب میں مرتب ہو جاتے ہیں۔

(۵) نوے (۹۰) سال کا عرصہ ہوا چند علماء نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ اس انجیل کے ۱۳ باب میں آنخزادہ کے خطبہ کی بناء پر ایک دو دورہ گشتی اشتہار تھا جو ابتدائی کلیسیا میں مروج تھا۔ اب تمام علماء کے نزدیک یہ نظریہ مسلم ہے۔

یہ اشتہار کسی قدیم یہودی مسیحی نے زمانہ کی نازک حالت کو دیکھ کر مسیحی کلیسیا کے لئے قدیم یہودی مکاشفات کی کتابوں کی طرز کی تقلید کر کے لکھا تھا جس میں اُس نے خداوند کے بعض کلمات بھی شامل کر لئے تھے۔ مقدس مرقس نے اس گشتی اشتہار میں آنخذاوند کے دیگر اقوال کو ایزاد کر کے ۱۳ باب کا خطبہ مرتب کیا۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ۱۳ باب میں خداوند کے اقوال کون کون سے ہیں۔ لیکن بالعموم وہ اس امر پر متفق ہیں کہ اس باب میں آپ کے اقوال موجود ہیں۔ اگرچہ وہ دیگر روایات میں شامل کئے گئے ہیں جن کی بناء پر قدیم کلیسیا کے حالات اور خیالات ہیں۔ اس باب میں آنخذاوند کے اقوال زریں گو حالات زمانہ کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تمام ایزادیاں ہم کو کم و بیش معلوم ہو سکتی ہیں کیونکہ ہم کو اس بات کا علم ہے کہ مقدس مرقس اپنے ماخذوں کو کس طرح استعمال کر کے ان کے الفاظ کو ترتیب دیتا ہے۔ نہ صرف ہم کو مقدس مرقس کے طریقہ کار کا علم ہے بلکہ ہم ابتدائی کلیسیا کے قدیم خیالات اور حالات سے بھی واقف ہیں جن کا عکس ہم کو ۱۳ باب میں ملتا ہے۔ ان سے ظاہر ہے کہ ابتدائی کلیسیا کے شرکا آنخذاوند کی آمد کا نہایت شوق کے ساتھ انتظار کرتے تھے۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ موجودہ نسل کے ختم ہونے سے پہلے آپ الہی جلال کے ساتھ یادلوں پر آئینگے اور چاروں طرف سے ایمان داروں کو جمع کرینگے (آیت ۲۴-۲۵)۔ اس امر کی بار بار نصیحت اور آگاہی دی جاتی ہے (آیت ۵ و ۹ و ۱۳ و ۲۳ و ۳۳)۔ گو اس باب میں مدت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مقدس مرقس کے طریقہ کار سے جس سے وہ اپنے ماخذوں سے انجیل کو مرتب کرتا ہے ثبوت ہے کہ وہ اُن کو قریباً لفظ بلفظ نقل کرتا ہے۔ اُس کی تخلیقی قوت بہت کم ہے لیکن وہ محتاط اور اعتدال پسند مؤلف تھا۔ یہ باتیں اُس کی انجیل سے ثابت ہیں۔ اگر وہ ۱۳ باب کو شروع سے آخر تک خود لکھتا تو ۱۳ باب اختلاف سے پاک

ہوتا۔ مثلاً اس باب کے شروع میں سوال یروشلیم کی ہیکل کی تباہی اور اُس کے وقت اور نشان کے متعلق ہے (آیات ۱-۴)، لیکن جواب میں ان سوالات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور وہ غیر متعلقہ امور پر مشتمل ہے جس میں مخالف مسیح اور ابن آدم کی آمد کا ذکر ہے۔

شاگردوں نے تو آنحضرت سے سوال یہ کیا تھا "ہمیں بتا کہ یہ باتیں یروشلیم کی تباہی، کب ہونگی؟" (۱۳) لیکن آنحضرت ہیکل کی تباہی کے سوال کا جواب دینے کی بجائے دنیا کے آخر کے سوال پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ہیکل کی تباہی کا ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ اس سوال کو نظر انداز کر کے ہیکل کے ناپاک ہونے کا ذکر فرماتے ہیں۔

ایک اور امر قابل ذکر ہے:- (۱) آیات ۵ تا ۱۳ میں مقدس مرقس کلیسیا کو تسلی دیتا ہے کہ گونامہ کے حالات کلیسیا کے حق میں نہایت نازک ہیں تاہم مسیحیوں کو حوصلہ رکھنا چاہئے کیونکہ آنحضرت نے پہلے ہی ان خطرات کو بھانپ لیا تھا اور ان ایذاؤں کو جان لیا تھا جو کلیسیا کے درمیش ہیں اور خداوند اپنی آمد سے ان کی مدد کرے گا۔ (۲) آیات ۱۴ تا ۲۳ میں "اُچارٹنے والی مکروہ چیز" کا ذکر ہے جس کا ذکر بعد میں کیا جائیگا۔ ان آیات میں اس سوال کا جواب ہے جو آیات ۱-۴ میں پوچھا گیا تھا۔

(۳) آیات ۵ تا ۱۸ اور ۲۲-۲۴ اس گشتی اشتہار کا حصہ ہیں جس میں زمانہ کی نازک حالت اور ان آفات کا ذکر ہے جو کلیسیا کے سامنے درمیش تھیں پس مقدس مرقس کے طریق عمل سے اس اشتہار کے الفاظ و خیالات کو آنحضرت کے اقوال تصور سے الگ کر کے معلوم کر سکتے ہیں کہ آنحضرت کے اقوال کون سے تھے اور اس اشتہار کے الفاظ کیا تھے۔ یوں دونوں میں تمیز کر کے حضرت کلمۃ اللہ کے کلمات یا برکات کا پتہ لگا سکتے ہیں جو ۱۳ ابواب کا ماخذ ہیں۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس باب کی پہلی چھ آیات اور آیات ۱۳ تا ۱۵ تا ۱۶
۲۱ تا ۲۳ اور ۲۸ تا ۲۹ اور آیات ۳۲ تا ۳۴ رسالہ کلمات سے ماخوذ کی گئی ہیں۔

(۴۷)

ہم حصہ اول کے باب سوم میں بتلا چکے ہیں کہ قدیم کلیسیا میں آنحضرتؐ کے حبشی
واقعہ کے بیانات تحریری شکل میں مروج تھے جن کو کلیسیا کے معلموں نے چشم دید
گواہوں سے حاصل کیا تھا مقدس مرقسؒ کی انجیل میں صلیبی واقعہ کا ذکر اس تفصیل کے
ساتھ کیا گیا ہے کہ اس کا بہت بڑا حصہ صرف اسی ایک واقعہ کے لئے وقف کیا گیا ہے
چنانچہ اس واقعہ کا ذکر کٹھوپن پاپ کے درمیان سے شروع ہوتا ہے اور انجیل کے
آخر تک مسلسل چلا جاتا ہے۔

انجیل دوم کے پڑھنے والوں نے منجیؑ عالمین کی گرفتاری کے بیان میں ایک
آیت کا ملاحظہ کیا ہوگا جس میں لکھا ہے کہ تمام شاگرد آپؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔
مگر ایک جوان اپنے منگے بدن پر زمین چادر اور ڈھکے ہارے اُس کے پیچھے ہو گیا۔ اُسے
لوگوں نے پکڑا مگر وہ اپنی چادر چھوڑ کر بھاگ گیا (۱۴)۔ یہ آیت بظاہر بے جوڑ اور
واقعات کے سلسلہ سے بے تعلق معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے انجیل اول و
سوم کے مؤلفوں نے اس کو نقل نہیں کیا لیکن ماخذوں کے معلوم کرنے میں یہ آیت
بڑے کام کی ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیان مقدس مرقسؒ آپؐ جی بیانیہ
رہے ہیں۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ انجیل نویس خود اُس رات کے تمام واقعات کے
چشم دید گواہ تھے اور حیب گشتی باغ میں مقدس پطرسؒ۔ یعقوب اور یوحنا رسول
سورہ تھے (۱۴) تو مقدس مرقسؒ کے کان اور آنکھیں کھلی تھیں اور آپؐ خود منجیؑ
عالمین کی حالت اور دُعا کو دیکھ اور سُن رہے تھے جس "بالا خانہ" میں منجیؑ جہاں نے
آخری کھانا کھایا وہ مقدس مرقسؒ کا ہی کھڑکھا (اعمال ۱ - ۲) مقدس مرقسؒ اس

آخری ہفتہ میں ربنا المسیح کے ہر وقت کے ساتھ تھے اور اس ہفتہ کے تمام واقعات کے خود چشم دید گواہ تھے۔ بھی آپ کی انجیل میں اس ایک ہفتہ کے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں البتہ انجیل کا یہ حصہ ایک روز نامہ ہو گیا ہے۔ جس میں کھجور کے اتار سے لے کر غیر قیامت تک کے ہر روز کے چشم دید واقعات کا مفصل ذکر موجود ہے۔

مقدس مرقس نے ایک مختلط مؤلف کی طرح صرف اپنے چشم دید واقعات پر ہی انحصار نہ کیا بلکہ قدیم ایام کے تحریری بیانات سے بھی مدد لی۔ چنانچہ آرچرڈ لیکن بکے *Seher e Mulk* کے خیال میں مقدس مرقس نے باب ۱۴: ۱ تا ۱۶: ۸ میں صلیبی واقعہ کو بیان کرنے میں دو ماخذوں سے کام لیا ہے۔ چنانچہ یہ صاحب ان ایوایب کو ذیل کے حصوں میں تقسیم کر کے ان کے ماخذ بتلاتے ہیں:-

(۱) باب ۱۴- آیات ۱ تا ۳۲ (الف) :-

پہلا ماخذ - آیات ۱ تا ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲

دوسرا ماخذ - آیات ۳ تا ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲

اگر ان صاحب کی تقسیم درست ہے تو ۱۴ کے الفاظ دو جیب شام ہوئی سے مراد وہ تاریخ ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔ دو دن کے بعد عید فطیر ہونے والی تھی اور یوں یہ تاریخ بعینہ وہی ہو جاتی ہے جو مقدس یوحنا کی انجیل میں ہے۔ ان دونوں انجیلوں میں کوئی تضاد نہیں رہتا۔ اس سے یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ پہلے ماخذ کے مطابق مقدس پطرس کے انکار کا ذکر فسح کے کھانے کے گھر میں ہوا تھا نہ کہ گتسمنی باغ کو جاتے وقت۔ اور یہی مقدس یوحنا اور مقدس یوحنا کہتے ہیں۔ پس یہاں کھتی تناقص دور ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس ماخذ کے مطابق عشاء ربانی کی رسم اس فسح کے کھانے پر مقرر نہیں ہوئی تھی اور یہی مقدس یوحنا کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ اس ماخذ کے مطابق سردار کاہن آنخداوند کو اپنے پہلے راوہ کے مطابق عید کے دوران میں گرفتار نہیں کرتے اور یوں ایک اور اختلاف دُور ہو جاتا ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے ماخذوں کی تقسیم درست معلوم ہوتی ہے۔

ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ پہلے ماخذ میں رسولوں کے لئے لفظ ”بارہ“ تین جگہ استعمال ہوا ہے لیکن لفظ ”شاکرد“ کا استعمال اس ماخذ میں نہیں ہوا۔ لیکن دوسرے ماخذ میں لفظ ”شاکرد“ چار دفعہ استعمال ہوا ہے لیکن لفظ ”بارہ“ ایک دفعہ بھی مستعمل نہیں ہوا۔

(۲) باب ۱۴- آیات ۳۲ (ب) تا ۵۲ میں آنخداوند کی جان کنی اور گرفتاری کے دو بیان ہیں :-

پہلا ماخذ- آیات ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ تا ۵۰ -
دوسرا ماخذ- آیات ۳۲ (ب) و ۳۳ (ب) و ۳۴ (ب) تا ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ -
۵۲- آیات ۵۲ و ۵۳ مؤلف کی ہیں۔

(۳) باب ۱۴- آیات ۵۳ تا ۷۲ میں بھی دو بیان ہیں :-

پہلا ماخذ- آیات ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ (الف) و ۶۵ و ۶۸ و ۷۲ (ب)۔

دوسرا ماخذ- آیات ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۶۱ (ب) تا ۶۴ و ۶۵ و ۶۸ (الف)۔
پہلے ماخذ میں آنخداوند کے خلاف یہ الزام ہے کہ آپ ہیکل کو تباہ کر دینگے۔ دوسرے ماخذ میں الزام یہ ہے کہ آپ مسیحائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پہلے ماخذ کے مطابق مقدس پطرس دو دفعہ اور دوسرے ماخذ کے مطابق ایک دفعہ آنخداوند کا انکار کرتا ہے پہلے ماخذ کے مطابق آنخداوند الزام کا جواب نہیں دیتے لیکن دوسرے کے مطابق آپ جواب دیتے ہیں۔ آیت ۵۲ میں مقدس پطرس

”دیوان خانے کے اندر“ ہے۔ لیکن آیت ۶۶ میں وہ ”نیچے صحن“ میں ہے۔ اگر دونوں بیانات کو الگ الگ کر کے دونوں کو مسلسل پڑھا جائے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ دو جدا ماخذ ہیں جن کو مقدس مرقس نے ایک جا ترتیب دے کر مرتب کیا ہے۔

(۴) باب ۱۵: ۱ تا ۱۶: ۸ آیت میں بھی دو بیانات ہیں :-

پہلا ماخذ - ۱۵: ۳ تا ۱۶: ۵ تا ۱۵: ۴۰ تا ۱۶: ۲۹ و ۳۰ تا ۳۲ (ب)

دوسرا ماخذ - ۱۶: ۲ تا ۱۶: ۸ و ۸ -

دوسرا ماخذ - ۱۵: ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ تا ۱۶: ۲ (الف) ۲۵ و ۲۶ و ۲۷

۳۲ (الف) ۳۳ تا ۱۶: ۳ و ۱۶: ۵ تا ۷ -

یہ دو تحریری ماخذ مقدس مرقس کے سامنے موجود تھے، جب آپ نے انجیل تالیف کی۔ پس مسیح کی زندگی کے واقعات کا قدیم ترین حصہ صلیبی واقعہ کے بیانات پر مشتمل تھا جو انجیل دوم میں ہیں۔ کیونکہ اس واقعہ کی ابتدا ہی سے منادی کی جاتی تھی اور معلم ثابت کرتے تھے کہ عہد نئیق کے مطابق مسیح موعود کا مناصرہ تھا یہ تحریری ماخذ چشم دید گواہوں کے مشاہدات تھے اور آخری صفحہ کے واقعات بھی چشم دید گواہوں کے بیانات تھے۔ علاوہ ازیں مقدس مرقس خود ان واقعات میں سے بعض کے چشم دید گواہ تھے (۱۴: ۵۱ و ۵۲)۔

(۵)

مرقس ۱۵: ۱۲ میں خداوند فریسیوں اور ہیرودیوں کو فرماتے ہیں ”میرے پاس ایک دینار لاؤ تاکہ میں دیکھوں“۔ یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ خداوند سیکل کے اس حصہ میں تسلیم دے رہے تھے جو ”غیر اقوام کا صحن“ کہلاتا تھا کیونکہ سیکل کے اندرونی صحنوں میں رومی سیکوں کا لانا ممنوع تھا کیونکہ ان پر قیصر کا بیت

جب ہم مختلف ماخذوں پر (جن کا ذکر اس فصل میں کیا گیا ہے) غور کرتے ہیں تو ہم بڑا ہر ہو جاتا ہے کہ مقدس پطرس ہی صرف اکیلا واحد شخص نہ تھا جس سے مقدس مرقس نے استفادہ حاصل کیا تھا بلکہ مقدس پطرس کے علاوہ آپ نے دیگر ماخذوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور کہ مقدس پطرس اس انجیل کے سب سے بڑے ماخذ نہیں ہیں۔ چنانچہ اس انجیل میں بمشکل کوئی ایسا مقام ہوگا جس کا تعلق اس رسول کے ساتھ ہو اور جس کا ذکر دیگر انجیل نویسوں نے نہ کیا ہو۔ علاوہ ازیں جس کسی نے انجیل دوم کو سطحی طور پر بھی پڑھا ہے اس پر یہ ظاہر ہے کہ قیصرہ قلبی کے علاوہ "میں مقدس پطرس نے جو آنخذاوند کی مسیحیائی کا اقرار کیا تھا امتی ۱۶/۳۴-۱۳" وہ اس انجیل میں درج نہیں ہے حالانکہ اس کا تعلق مقدس پطرس کی ذات سے خاص طور پر وابستہ ہے۔ اسی طرح لوقا ۱۰: ۱-۱۰ کا واقعہ انجیل مرقس میں نہیں پایا جاتا جس کا تعلق خاص طور پر مقدس پطرس کی زندگی کے ساتھ ہے۔ مزید برآں جب ہم انجیل اول و دوم کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مقدس متی کی انجیل میں مقدس پطرس کی جو جگہ حاصل ہے وہ مقدس مرقس کی انجیل میں نہیں ہے مثلاً متی ۱۶/۱۳ + متی ۱۶/۱۳ مرقس ۱۶/۱۳ + متی ۱۵/۱۵ + متی ۱۶/۱۶ - ۱۸ وغیرہ آخری دو مقامات کا ذکر مقدس مرقس میں نہیں کرتے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ اس انجیل میں مقدس پطرس کا بجا ملامت کا نشانہ ہیں۔ (۱: ۳۳-۱: ۲۸-۱۴: ۲۹-۱۶: ۷۶)۔ لہذا آپ کا اس انجیل سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا لیکن مقدس پطرس کو ان باتوں کے نیلے نہیں کسی

قسم کی ہچکچاہٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ عید پینتیکوسٹ کے بعد آپ کی خصلت اور طبیعت کی امتداد بالکل بدل چکی تھی۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گو مقدس پطرس خداوند کی ماں اور بھائیوں سے واقف تھے لیکن انجیل دوم میں سوائے ان رشتہ داروں کے غیر سہمہ دارانہ رقبہ کے ان کا ذکر نہیں ملتا اور نہ مقدس یوسف کا نام پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی باتوں سے بھی ظاہر ہے کہ مقدس پطرس انجیل دوم کے واحد گواہ نہ تھے۔ بلکہ مقدس مرقس نے رسول کے علاوہ دیگر ماخذوں کا بھی استعمال کیا تھا۔

بشپ پے پٹرس کے قول میں لفظ ”ترجمان“ کا کیا مطلب ہے؟ بعض اس لفظ سے ”ترجم“ مراد لیتے ہیں لیکن یہ بات درست نہیں ہو سکتی۔ جائے حیرت ہے کہ پینتیکوسٹ کے روز مقدس پطرس کو غیر زبانیں بولنے کی بخشش عطا ہوئی ہو اور پھر بھی آپ کو ترجمہ کرنے کے لئے مقدس مرقس کی ضرورت پڑے۔ علاوہ ازیں مقدس پطرس کے پہلے خط کی یونانی انجیل دوم کی یونانی سے بہت بلند ہے۔ حتیٰ تو یہ ہے کہ یونانی زبان مشرقی ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی تھی اور کوئی وجہ معلوم نہیں مگر یہ کہ مقدس مرقس اس زبان کو پطرس رسول سے بہتر جانتا ہو۔ کیونکہ اعمال کی کتاب سے ظاہر ہے کہ پطرس رسول غیر یہود کے سامنے یونانی زبان میں خود بلا واسطہ غیرے منادی کیا کرتے تھے۔ (اعمال ۱۰: ۳۴ تا آخر وغیرہ)۔ یہ بات بھی معقول نظر نہیں آتی کہ مقدس پطرس کو مغربی ممالک یا روم کے شہر میں اپنی تقریر کا لاطینی میں ترجمہ کرنے کی ضرورت لاحق ہو اسی بات کو ماننے کے لئے بھی کوئی وجہ نہیں کہ مقدس مرقس لاطینی زبان میں رسول کی تقریروں کا ترجمہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ روم میں مسیحیت زیادہ تر نچلے طبقہ تک ہی محدود تھی اور یہ لوگ یا تو یونانی تھے اور یا مشرق کے رہنے والے تھے جو یونانیت کے رنگ میں

رنگے تھے اور سب کے سب یونانی جانتے تھے اور اغلب یہی ہے کہ وہ اطمینانی سے بہت کم واقف تھے۔ پس لیشپ پے پیس کی لفظ ”ترجمان“ سے مراد ”خادم“ ہوگی کیونکہ اعمال میں مقدس مرقس کو پاپاؤس رسول اور مقدس بربناس کا خادم ”کہا گیا ہے (۱۱: ۵ و ۲ تیمتیس ۱۱: ۴)۔

پروفیسر بیکن کہتا ہے ^{۱۲} پے پیس کی روایت سے اشیاء پر ہو کر لوگ اس قدر مسحور ہو چکے ہیں کہ کسی کو یہ کہنے میں مطلقاً تامل نہیں ہوتا کہ انجیل مرقس میں پطرس رسول کا خاص طور پر ذکر اور لحاظ موجود ہے۔ پروفیسر برکٹ بھی کہتے ہیں ^{۱۳} ”اس میں کچھ شک نہیں کہ مقدس مرقس نے مقدس پطرس سے بہت کچھ مسالہ جمع کیا ہوگا۔ لیکن ہم کو اس نظر سے لے کر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس انجیل کا خاکہ اور ڈھانچہ مقدس پطرس کا ہے۔“

پس گوانجیل مرقس کی اندرونی شہادت قدیم کلیسیائی روایت اور لیشپ پے پیس کی شہادت کی ایک گونہ تصدیق کرتی ہے لیکن اس اندرونی شہادت سے یہ پتہ بھی چل جاتا ہے کہ مقدس مرقس نے مقدس پطرس کے علاوہ دیگر تحریری ذرائع سے بھی فائدہ اٹھا کر اپنے مآخذوں کو ایک جگہ جمع کر کے انجیل کو تالیف کیا تھا اور مختلف قسم کے بیانات کو ترتیب دے کر انجیل کو مرتب کیا تھا۔

فصل دوم

انجیل مرقس کی خصوصیات

مقدس متی کی انجیل خداوند یسوع مسیح کی پیدائش سے شروع ہوتی ہے جبکہ مقدس لوقا کی انجیل اس سے پہلے کے واقعہ یعنی حضرت یوحنا اصطفاغی کی پیدائش

کی پیش خبری سے شروع ہوتی ہے (۱/۱)۔ مقدس یوحنا کی انجیل تمام زمانوں سے بھی پہلے سے شروع ہوتی ہے جب ابتدا میں کلام تھا۔ (۱/۱)۔ لیکن مقدس مرقس اپنی انجیل کو حضرت یوحنا اصطباغی کی منادی اور بیٹسمہ سے شروع کر کے اُس میں خداوند مسیح کی ظہور باب قیامت تک کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

انا جیل اربعہ کی یہ ترتیب نہایت معنی خیز ہے کیونکہ اس سے ہم کو یہ پہچانتا ہے کہ انجیل مرقس مسیحی کلیسیا کی تاریخ کے اُن ابتدائی ایام میں لکھی گئی تھی جب رسالت کا معیار یہ تھا کہ رسول ان تمام واقعات کا چشم دید گواہ ہو۔ چنانچہ یوحنا غدار کے غوغاں بارہویں رسول کے تقرر کے موقع پر مقدس پطرس کہتے ہیں: اے بھائیو! جتنے عرصہ تک خداوند یسوع ہمارے ساتھ آتا جاتا یعنی یوحنا کے بیٹسمہ سے لے کر خداوند کے ہمارے پاس سے اٹھائے جانے تک جو برابر ہمارے ساتھ رہے۔ چاہئے کہ اُن میں سے ایک مرد ہمارے ساتھ اُس کے جی اٹھنے کا گواہ بنے۔ (اعمال ۱۲-۱۳)۔ مقدس مرقس کی انجیل یعنی اس عرصہ کے واقعات پر مشتمل ہے اور اس میں صرف انہی باتوں کا ذکر ہے جن کی منادی رسولی زمانہ کے ابتدائی دور میں دوازدہ رسول کیا کرتے تھے۔

ہم حصہ اول کے باب سوم میں ذکر کر چکے ہیں کہ ابتدائی ایام میں یہ منادی مسیحیت کے بنیادی اصولوں پر مشتمل تھی۔ یہ منادی ”یو“ تھی جس پر مسیحی معام مانا معاموں کی طرح عمارت اٹھاتے تھے۔ (۱/۱)۔ ہم نے اُس باب میں اس منادی کے مضمون پر بحث کر کے بتلایا تھا کہ اس میں جتنے عرصہ تک خداوند یسوع ہمارے ساتھ آتا جاتا رہا، یعنی یوحنا کے بیٹسمہ سے لے کر خداوند کے ہمارے پاس سے اٹھائے جانے تک (اعمال ۱۲) کے واقعات کا مسلسل ذکر تھا۔

انجیل مرقس کا مطالعہ یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس انجیل میں ”منادی“ کے

اُنہی حصّوں کا ذکر ہے جن کا خلاصہ مذکورہ بالا آیت میں ہے یعنی ان تاریخی واقعات کا ہی ذکر ہے جو منادی کے جزوِ اعظم تھے۔ ان مقامات کا غائر مطالعہ یہ بھی ظاہر کر دیتا ہے کہ ان تاریخی واقعات کو ”منادی“ کے سیاق و سباق میں ہی مرتب کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس انجیل کی پہلی آیت ہے ”یسوع مسیح ابنِ خدا کی خوشخبری کا شروع“ پھر نئے دُر کا آغاز، یوحنا بپتسمہ دینے والے کی منادی، خداوند کا بپتسمہ سے مسح ہو کر خدا کی بادشاہی کی تکمیل میں منادی کرنا اور پھر صلیب کے واقعہ کے اسباب کا بیان اور صلیبی واقعہ کا ذکر اور خداوند کی ظفریاب قیامت وغیرہ، غرضیکہ اس انجیل کے تمام واقعات اس منادی کی ترتیب وار تفصیلی شرح ہیں جیسا ہم گذشتہ فصل میں بتلا چکے ہیں صلیبی واقعہ کا اور اس کے اسباب کا ذکر آٹھویں باب کے درمیان سے انجیل کے آخر تک مفصل بتلایا گیا ہے اور انجیل کا سب سے بڑا حصّہ ہے۔ چنانچہ آنخداوند کی سہ سالہ خدمت کے واقعات کا ذکر اس انجیل کی تین سو گیارہ آیات میں ہے۔ لیکن صرف آخری ہفتہ کے واقعات کا ذکر تین سو پینتالیس آیات میں پایا جاتا ہے۔ رسولوں کی ابتدائی ”منادی“ کا بھی غالب حصّہ مسیح مصلوب سے ہی متعلق ہے جس طرح اعمال۔ باب کی تقریر میں آنخداوند کے معجزات کا ذکر صرف اجمالی طور پر ہی کیا گیا ہے، اسی طرح انجیل دوم میں خداوند کی تعلیم و معجزات کا بغیر کسی تاریخی ترتیب کے اجمالاً ذکر ہوا ہے لیکن آنخداوند کی الہی قدرت اور اختیار اور شیطانی طاقتوں پر اپنی زندگی اور موت میں حکمران ہونے کا اور ایمان داروں کو خدا کی بادشاہی کے بھید بتلانے کا مفصل ذکر ہے۔ اس انجیل کی ترتیب رسولوں کی ”منادی“ کی ترتیب ہے اور یہ انجیل رسولوں کی ابتدائی منادی کا آئینہ ہے (دیکھو اعمال باب ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰)۔

پس انجیل دوم میں وہ واقعات اور پیغامات موجود ہیں جن کی رسول ابتداء

ہی سے منادی کرتے تھے۔ اس انجیل کی ابتدائی نبوت کے پورا ہونے سے شروع ہوتی ہے (۱) اور اس میں اعمال ۱: ۳ کی طرح ”یوحنا کے بیٹسمہ کی منادی کے بعد گلیل سے شروع ہو کر یروشلیم تک“ خداوند کے کاموں کا ذکر ہے اور اس کے بعد تیسرے حصہ میں صلیبی واقعہ کا ذکر ہے۔ اس انجیل کے واقعات بادی النظر میں جیسا پے پیس کتنا بڑے ترتیب دار نہیں، لیکن یہ واقعات جو بظاہر بے جوڑ اور بے ربط نظر آتے ہیں، درحقیقت ابتدائی زمانہ کی منادی کی ترتیب کے مطابق ہیں۔ انجیل کے لکھے جانے سے پہلے مسیحی معلموں کی جماعت ان کو تعلیم دیتے وقت مختلف اوقات پر استعمال کرتی تھی (اعمال ۱: ۳۶-۳۷-۳۸-۳۹ تا ۴۱ وغیرہ)۔ مقدس مرقس نے ان حیدرگانہ واقعات کو باہم منسلک کر کے ایک خاص ترتیب کے مطابق مرتب کر دیا۔ ولسنٹ ٹیلر اس موضوع پر مفصل بحث کرتا ہے۔ اور کہتا ہے: ”ظاہر ہے کہ جب مقدس مرقس نے خداوند کی زندگی کے واقعات کو قلمبند کیا تو وہ کوئی نئی بات نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ ایک ایسی کتاب تالیف کر رہا تھا جس میں اس نے مختلف تحریرات کو جمع کر دیا جو اس کی انجیل سے پہلے اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ کلیسیا کے کام کے لئے چراغ ہدایت ہوں۔ مقدس مرقس نے ان تحریرات اور معلومات کو ترتیب دے کر ایک نئی انجیل مرتب کی۔ یہ تحریرات بغیر کسی ربط کے یکبھر ہی پڑی تھیں۔ مقدس مرقس نے ان کو ایک لڑی میں پرو دیا۔“

مروجہ یہودی عالم ڈاکٹر مونٹی فیوری بھی یہی کہتا ہے ”مرقس کی انجیل نہ صرف قدیم ترین ہے بلکہ وہ پہلی انجیل ہے۔ اس سے پہلے ماخذ تھے جن میں سے بعض تحریری تھے لیکن کوئی انجیل نہ تھی جس میں ترتیب دار واقعات درج ہوں۔ پس گو مرقس صرف ماخذوں کا اکٹھا کرنے والا اور مرتب کرنے والا تھا تاہم اس نے ایک نیا قدم اٹھایا اور ایک نئی طرح کی بنیاد ڈالی۔ وہ نہ صرف ماخذوں کو سلسلہ

ترتیب دینے والا ہے بلکہ وہ اختراعی قابلیت رکھنے والا انسان ہے جس کی تخلیقی قوت نے ایک نئی راہ کی بنیاد ڈالی۔“

اب مسیحی کلیسیا کے شرکا اور معلمین کے ہاتھوں میں ایک ایسی تحریر موجود تھی جو زیادہ جامع تھی۔ پس مسیحی اس کی نقلیں ایک دیار سے سفر کرتے وقت اپنے ساتھ دوسرے ملک میں لے جاتے تھے جہاں کے مسیحی اس کی نقل کر لیتے تھے اور یوں اس انجیل نے مختلف مقامات کی کلیسیاؤں کے معلمین کی ضروریات کو پورا کر دیا۔

(۲)

جب ہم اس انجیل کے اسلوب بیان اور طرز تحریر کی جانب نظر کرتے ہیں تو ہم وضاحت سے دیکھ سکتے ہیں کہ مقدس مرقس نے اپنے ماخذوں کو اس خوبی سے ترتیب دیا ہے کہ انجیل کے الفاظ ہماری آنکھوں کے سامنے ایک سماں باندھ دیتے ہیں۔ مصنف کا طرز بیان ایسا ہے کہ حالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے مثلاً کے طور پر ملاحظہ ہو: ۱۶: ۱۴-۱۵، ۳۹: ۲۴-۳۰، ۱۲: ۳۲-۳۳، ۵۱: ۶۶-۷۲، ۴۲: ۶ وغیرہ میں حقیقت نگاری صاف نظر آتی ہے۔ اگر ہم ۴: ۳۶-۳۷، ۵: ۹-۶ کو دیکھیں تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ کوئی چشم دید گواہ بول رہا ہے۔ آیات ۱۰: ۲۰، ۱۱: ۳، ۱۲: ۵، ۱۳: ۵، ۱۴: ۵، ۱۵: ۵، ۱۶: ۵، ۱۷: ۵، ۱۸: ۵، ۱۹: ۵، ۲۰: ۵، ۲۱: ۵، ۲۲: ۵، ۲۳: ۵، ۲۴: ۵، ۲۵: ۵، ۲۶: ۵، ۲۷: ۵، ۲۸: ۵، ۲۹: ۵، ۳۰: ۵، ۳۱: ۵، ۳۲: ۵، ۳۳: ۵، ۳۴: ۵، ۳۵: ۵، ۳۶: ۵، ۳۷: ۵، ۳۸: ۵، ۳۹: ۵، ۴۰: ۵، ۴۱: ۵، ۴۲: ۵، ۴۳: ۵، ۴۴: ۵، ۴۵: ۵، ۴۶: ۵، ۴۷: ۵، ۴۸: ۵، ۴۹: ۵، ۵۰: ۵، ۵۱: ۵، ۵۲: ۵، ۵۳: ۵، ۵۴: ۵، ۵۵: ۵، ۵۶: ۵، ۵۷: ۵، ۵۸: ۵، ۵۹: ۵، ۶۰: ۵، ۶۱: ۵، ۶۲: ۵، ۶۳: ۵، ۶۴: ۵، ۶۵: ۵، ۶۶: ۵، ۶۷: ۵، ۶۸: ۵، ۶۹: ۵، ۷۰: ۵، ۷۱: ۵، ۷۲: ۵، ۷۳: ۵، ۷۴: ۵، ۷۵: ۵، ۷۶: ۵، ۷۷: ۵، ۷۸: ۵، ۷۹: ۵، ۸۰: ۵، ۸۱: ۵، ۸۲: ۵، ۸۳: ۵، ۸۴: ۵، ۸۵: ۵، ۸۶: ۵، ۸۷: ۵، ۸۸: ۵، ۸۹: ۵، ۹۰: ۵، ۹۱: ۵، ۹۲: ۵، ۹۳: ۵، ۹۴: ۵، ۹۵: ۵، ۹۶: ۵، ۹۷: ۵، ۹۸: ۵، ۹۹: ۵، ۱۰۰: ۵۔

یہ جوان "مقدس مرقس خود تھے جو ایک آپ بیتی واقعہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

پس انجیل دوم کے بیانات کی تازگی۔ تفصیلات کی شوخی۔ الفاظ کا رنگ وغیرہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ یہ انجیل قدیم ابتدائی زمانہ میں ہی مرتب کی گئی تھی۔ اس بات کو اپنے روزانہ تجربہ سے جانتے ہیں کہ چشم دید گواہ بھی چھوٹے چھوٹے اور باریک نکاتوں کو جو اول اول ان کے دماغ میں ہوتے ہیں امتداد زمانہ کے ساتھ یا تو بھول جاتے ہیں یا وہ ان کو دھندلے گڑبڑ پر رہی یاد رکھ سکتے ہیں یا وہ ان کو اس قدر قابل التفات نہیں سمجھتے کہ ان کو بیان کریں۔ لیکن اس انجیل میں یہ باریکیاں نہایت شگفتہ حالت میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ بھری پڑی ہیں جس سے ہر منصف مزاج شخص اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نہ صرف اس انجیل کے ماخذ ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جو یا تو ہر واقعہ کے متصل وقت میں یا واقعہ کے ذرا بعد ہی منفصل وقفہ میں لکھے گئے تھے بلکہ یہ انجیل بھی ان واقعات کچھ وقفہ کے بعد ہی جلدی مرتب کی گئی تھی جب یہ تفصیلات اور باریکیاں ذکر کرنے کے قابل خیال کی گئیں۔ بہر حال انجیلی مجموعہ کی تمام تصنیفات میں سے اس انجیل کے تذکرے اُسی وقت کے ہیں جب آنحضرت کی زندگی میں یہ واقعات رونما ہوئے تھے۔

فصل سوم

انجیل مرقس کا پایہ اعتبار

گذشتہ فصل میں ہم نے انجیل مرقس کی چند خصوصیات بیان کی ہیں ان سے ناظرین پر اس انجیل کی قدامت ظاہر ہو گئی ہوگی۔ اس کا ترتیب بیان بعینہ وہی ہے جو ابتدائی زمانہ میں رسولوں کی "سمادی" کا تھا۔ اس کی تفصیلات کی

تازگی، بیان کی شگفتگی، الفاظ کی شہسواری وغیرہ سب کی سب اسی نتیجہ کی مصدق ہیں کہ یہ انجیل قدیم ترین زمانہ سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر لمبی کہتا ہے کہ ”جو واقعات اس انجیل میں لکھے گئے ہیں وہ اُسی زمانہ میں لکھے گئے تھے جب وہ رونما ہو رہے تھے۔“

اس انجیل کی قدامت اس کے بیانات پر مہر صداقت ثبت کرتی ہے۔ اس انجیل کے ماخذ اس سے بھی زیادہ قدیم ہیں جو اس میں نہایت ایمان داری سے لفظ بلفظ جمع کئے گئے ہیں۔ لہذا یہ انجیل صحیح ترین اور معتبر ترین تصنیف ہے جس کا تعلق دورِ اولین سے ہے۔

(۲)

چونکہ یہ انجیل نہایت معتبر تھی لہذا اس کی نقلیں ارض مقدس میں ہر جگہ مروج ہو گئیں اور دورِ دراز کے مقامات میں ایمان داروں کے ہاتھوں میں آ گئیں۔ جب دوسرے انجیل نویس اپنی انجیلوں کی تالیف کرنے لگے تو انہوں نے اس انجیل کو جو ہر کلیسیا میں معتبر شمار ہوتی تھی اپنا ماخذ بنایا۔ مقدس متی اور مقدس لوقا دونوں اس کو اول درجہ کا معتبر ماخذ تسلیم کر کے اس کے الفاظ کو اپنی تصانیف میں نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم پہلی تین انجیل کے الفاظ کا باہم مقابلہ کرتے ہیں تو چند ایک امور ہم پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم اُن الفاظ پر سرخ روشنائی سے لکھیں جو پہلی اور دوسری انجیلوں میں یکساں ہیں، اور نیلی روشنائی سے اُن الفاظ پر لکھیں جو تینوں انجیلوں میں یکساں ہیں تو ہم پر یہ عیاں ہو جائیگا کہ مقدس مرقس کی انجیل بے بیشتر الفاظ مقدس متی اور مقدس لوقا کی انجیلوں میں موجود ہیں اور مرقس کے یا قیماً وہ الفاظ کا ایک بہت بڑا حصہ یا تو مقدس متی کی انجیل میں پایا جاتا ہے اور یا مقدس لوقا کی انجیل میں موجود ہے۔ اگر ہم زیادہ تفصیل سے مطالعہ کریں تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ

مقدس مرقس کی انجیل کے الفاظ کا تقریباً دو تہائی حصہ مقدس متی اور مقدس لوقا کی انجیلوں میں پایا جاتا ہے۔ اور باقی ماندہ ایک تہائی حصہ سوائے تیس آیات کے یا تو مقدس متی کی انجیل میں موجود ہے یا مقدس لوقا کی انجیل میں پایا جاتا ہے اور مکہ مقدس متی نے سوائے پچھن آیات کے تمام انجیل مرقس کو نقل کیا ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر:-

(۱) انجیل اول کی تین چوتھائی سے زیادہ حصہ (۱۰۶-۱۱۶ آیات میں سے ۶۱۶ آیات) مرقس کی انجیل سے نقل کیا گیا ہے۔

(۲) انجیل سوم کی دو تہائی سے زیادہ حصہ (۱۲۶-۱۳۸ آیات میں سے ۱۱۸ آیات) ان آیات پر مشتمل ہے جو مرقس کی انجیل سے نقل کی گئی ہیں۔

(۳) اگر ہم پہلی اور تیسری انجیلوں کے ایسے باقی ماندہ مقامات اور الفاظ کی جو ان دونوں انجیلوں میں پائے جاتے ہیں، نیلی سیاہی سے تحت الخط کریں تو ہم پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ مقامات حضرت کلمتہ اللہ کی تعلیم پر مشتمل ہیں اور ۲۳۶ آیات پر مشتمل ہیں۔ یہ مقامات ”رسالہ کلمات“ میں سے اخذ کئے گئے ہیں جس کا ذکر ہم مفصل طور پر حصہ اول کے باب پنجم میں کر آئے ہیں۔

علماء میں اس رسالہ کی آیات کے تفسیر میں اختلاف ہے مثلاً اسے جان ہالکس کے خیال میں یہ رسالہ ۱۸۵ آیات پر مشتمل تھا۔ اس اختلاف رائے کی وجہ یہ ہے کہ یہ رسالہ اب ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے جس طرح انجیل مرقس ہمارے ہاتھوں میں ہے ہم انجیل متی اور انجیل لوقا کا مقابلہ کر کے کسی حد تک ہی اس رسالہ کو مرتب کر سکتے ہیں جس طرح ایفرض محال اگر انجیل مرقس دنیا سے گم ہو جائے تو ہم ان دونوں انجیلوں کے مشترکہ مقامات سے انجیل مرقس کو کسی حد تک مرتب کر سکتے ہیں لیکن چونکہ مقدس مرقس کی انجیل ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے لہذا انجیل اول و سوم کے مشترکہ مقامات میں سے اس انجیل کے مقامات کو خارج کر کے ہم جان سکتے ہیں کہ باقی ماندہ مشترکہ مقامات

رسالہ کلمات سے لئے گئے ہیں۔ ادریوں ہم اس رسالہ کے مضامین اور الفاظ کا
تعیّن کر سکتے ہیں اور چونکہ اس گمشدہ ماخذ کی خصوصی طرز ہے اور اس کا نکتہ
نگاہ، الفاظ، زبان کے محاورات، اور امتیازی نشانات بالکل جُدا گناہ ہیں
لہذا اس کا تعین کرنے میں ادر بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

علمائے مغرب مذکورہ بالا نتائج پر ایک صدی کی بحث و تمحیص کے بعد پہنچے
ہیں اور اب اس اہم نتیجہ پر سب متفق ہیں کہ مقدس متی اور مقدس لوقا نے انجیل مرقس کو
نہایت معتبر ماخذ سمجھ کر اس کی ۶۶ آیات میں سے ۶۳ کو لفظ بلفظ نقل کر لیا ہے۔

(۳)

ان انجیل نویسوں نے نہ صرف مقدس مرقس کے الفاظ کو ہی نقل کیا ہے بلکہ
انہوں نے اس کی ترتیب کو بھی بحال رکھا ہے اور انجیل مرقس کے ڈھانچہ کو اپنالیا ہے
اس کا مفصل ذکر ہم آگے کر رہے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتلانا کافی ہے کہ جس مقام
پر یہ دونوں انجیل نویس اٹھٹھے مقدس مرقس کی انجیل کی ترتیب کی تقلید نہیں
کرتے وہاں ان دونوں میں سے ایک اس ترتیب کی ضرور پیروی کرتا ہے۔ حق تو یہ
ہے کہ انجیل اول احد انجیل سوم میں کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جہاں یہ
دونوں انجیل نویس مقدس مرقس کے بیان کے خلاف اتفاق کرتے ہوں۔ چنانچہ
مقدس متی اپنی انجیل کے پہلے حصے (الباب ۱ تا ۱۳) میں مرقس ۱: ۱ تا ۱۳: ۱۳
کی ترتیب کی مطابقت نہیں کرتے۔ اگرچہ مقدس لوقا اس ترتیب کے مطابق چلتے
ہیں لیکن مقدس متی اپنی انجیل کے دوسرے حصہ میں مقدس مرقس کی انجیل کی
ترتیب کے مطابق اپنی انجیل کو مرتب کرتے ہیں۔ جب کبھی انجیل اول کا مصنف
انجیل مرقس کو نقل کرتے وقت اپنے مقصد اور ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھ کر اس کی
ترتیب کو چھوڑ دیتا ہے، تو مقدس لوقا اسی ترتیب کو جاری رکھ کر اس کے مطابق

اپنی انجیل کو مرتب کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب کبھی مقدس لوقا اپنے خاص مقصد اور ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھ کر انجیل مرقس کی ترتیب کو چھوڑ دیتا ہے، تو مقدس متی اُس کی ترتیب کو جاری رکھ کر اس کے مطابق اپنی انجیل کو مرتب کرتا ہے۔ ان دونوں انجیلوں میں کوئی ایک مقام کبھی ایسا نہیں ہے، جس میں مقدس مرقس کی ترتیب کو چھوڑ کر مقدس متی اور مقدس لوقا نے کسی دوسری ترتیب پر اتفاق کیا ہو۔ پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کیا بلحاظ انفس مضمون، اور کیا بلحاظ الفاظ، اور کیا بلحاظ ترتیب، مقدس مرقس کی انجیل کو انجیل اول رسوم کی حمایت حاصل ہے۔ ان امور سے ظاہر ہے کہ یہ صرف اس حالت میں ہو سکتا ہے، جب دونوں انجیل نویسوں کے سامنے اُن کی انجیلوں کی تصنیف کے وقت مقدس مرقس کی سی سند رکھنے والی انجیل موجود ہو۔ پس عیاں ہے کہ مقدس مرقس کی انجیل پہلی اور تیسری انجیلوں سے بہت پہلے لکھی گئی تھی اور ایسی مستند مانی جاتی تھی کہ بعد کے دونوں مصنفوں نے اس کی ترتیب اور مضمون بلکہ الفاظ تک کو نقل کر کے اُن کو اپنا نامنا صب خیال کیا۔

گویا تینوں انجیلوں کے الفاظ، مضامین اور ترتیب واقعات فردا فردا یہ امر ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ مقدس متی اور مقدس لوقا نے مقدس مرقس کی انجیل کو نقل کیا ہے۔ لیکن جب ہم ان تینوں باتوں پر مجبوری طور پر پڑھ کر دیکھیں تو یہ دلیل اور بھی وزن دار ہو جاتی ہے اور بغیر کسی شک و شبہ کے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مقدس متی اور مقدس لوقا دونوں نے انجیل مرقس کو نہایت معتبر ماخذ قرار دے کر اُس کو لفظ بلفظ (اور سوائے تیس آیات کے) سب کی سب انجیل کو نقل کیا ہے۔

(۴)

جب ہم اس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کہ مقدس متی انجیل سوم سے واقف نہ تھے اور مقدس لوقا بھی انجیل اول سے ناواقف تھے اور دونوں ایک دوسرے کی

تصنیفات سے بے نیاز تھے تو انجیل مرقس کا پاپیہ اعتبار ہماری نظروں میں اور بھی بلند ہو جاتا ہے کیونکہ یہ امر اس حقیقت کو ثابت کر دیتا ہے کہ ارض مقدس کے مختلف کونوں میں انجیل مرقس کی اشاعت ہو چکی تھی اور وہ ہر جگہ مستند تسلیم کی جاتی تھی۔

ڈاکٹر ایبٹ نے اس کی ایک لچسپ مثال دی ہے۔ وہ کہتا ہے فرض کرو کہ تین لڑکے زید، بکر اور عمر کسی امتحان میں بیٹھے ہیں۔ جب ان کے پرچے نمٹنے کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان کے پرچے پڑھ کر معلوم کرتا ہے کہ زید اور عمر نے بکر کی نقل کی ہے۔ بسا اوقات جب دونوں امیدوار بکر کے الفاظ کی نقل کرتے ہیں تب تینوں کے جوابات لفظ بلفظ ملتے ہیں۔ بعض اوقات زید ایسے مقامات بکر کے پرچے سے نقل کرتا ہے جو عمر نہیں کرتا اور بکر کے پرچے کے بعض مقامات ایسے ہیں جو زید نقل نہیں کرتا لیکن عمر ان کو نقل کرتا ہے لیکن یہ تینوں لڑکے اس طور سے بیٹھے ہیں کہ زید اور عمر ایک دوسرے کی نقل نہیں کر سکتے۔ پس کسی ایک مقام میں بھی وہ دونوں کوئی ایسی عبارت نہیں لکھتے جو بکر کی عبارت کے خلاف ہو۔ ظاہر ہے کہ ہر مہتمم امتحان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ زید اور عمر دونوں نے موقعہ پا کر بکر کی نقل کی ہے۔“

مقدس متی اور مقدس لوقا نے مقدس مرقس کی انجیل کے الفاظ کو نقل کرتے وقت اپنے اس مآخذ کے بعض الفاظ اور فقرات ایسے پائے جو ان کو ناگوار گزریے پس انہوں نے یا تو ایسے الفاظ کو نقل ہی نہ کیا یا ان سخت الفاظ کی بجائے نرم الفاظ لکھ دیئے (مقابلہ کر دو مرقس ۱۶: ۱۱ و متی ۱۹: ۱۱ وغیرہ)۔ اس کے علاوہ انجیل دوم کی طرز تحریر کی خامی اور نجوی کرختگی کو بھی نقل کرتے وقت بدل دیا گیا۔ جب ہم مقدس مرقس کی طرز تحریر اور نحو کا مقابلہ انجیل اول اور سوم سے کرتے ہیں تو ان میں اسی قسم کا فرق پاتے ہیں جو کسی شخص کی تقریر میں اور اسی تقریر کی تحریر میں شکل میں پایا جاتا ہے۔

مقدس مرقس کی عبارت اور اسلوب بیان ایک فی البدیہہ تقریر کرنے والے کا سا ہے۔ چنانچہ ایک نقاد لکھتا ہے کہ ”مرقس کی انجیل ایسی ہے کہ گویا کسی شخص نے کسی برجستہ مقرر کی تقریر شارٹ ہیئت (مختصر نویسی) میں لکھ لی ہو۔“ لفظ ”فی الفور“ مقدس مرقس کو بہت مرغوب ہے جو اہم مقامات میں آیا ہے جس کو دیا انجیل نویس نقل نہیں کرتے۔ مقدس متی اور مقدس لوقا اس کے بعض الفاظ کو بدل کر بڑی احتیاط کے ساتھ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو مختصر اور جامع ہیں اور نحوی لحاظ سے بہتر ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اشاعت کی غرض سے لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کے فقرے سنجھے تھے ہیں۔ یہ امر بھی ثابت کر دیتا ہے کہ مقدس مرقس کی انجیل ایسے قدیم وقت میں لکھی گئی تھی، جب مقدس مرقس اور اس کے ماخذ دونوں اس بات کی طرف سے بے نیاز تھے کہ ان کی زبان کے الفاظ اسحت ہیں یا نرم، وہ صرف دعوے کے تواعد کے عین مطابق ہیں یا ان میں نحوی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ یا کہ وہ ادبی شاہکار ہیں یا نہیں چنانچہ اٹلین کہتا ہے کہ ”انجیل دوم کوئی ادبی تصنیف نہیں ہے جس کو کسی بڑے پایہ کے مصنف نے لکھا ہو۔“ لیکن یہی امر اس کی قدامت اور اس کے پایہ اعتبار کا ایک یقین اور زبردست ثبوت ہے۔

(۵)

اس انجیل کا پایہ اعتبار اس بات سے بھی ثابت ہے کہ اس میں جن سماجی اور سیاسی حالات کا ذکر ہے وہ عین بعین اصل تواریخی حالات کے مطابق ہے مثلاً یہ انجیل بتلاتی ہے کہ گلیل میں عیادت خانوں کے سردار ”مذہبی رہنما تھے لیکن یروشلیم میں سردار کاہن مذہبی رہنما تھے اور کہ فریسی اور فقہاء ہر جگہ موجود تھے لیکن صرف یروشلیم میں تھے امد کہ آنحضرت کے لئے یروشلیم کا شہر صوبہ گلیل سے زیادہ خطرناک تھا۔ مقدس مرقس بتلاتے ہیں کہ آنحضرت کو انتی پاس سے خطرہ تھا (۱۶) لہذا آپ اس کے

علاقہ سے دیگر مقامات کو چلے جایا کرتے تھے۔ ($\frac{3}{2} - \frac{4}{1} - \frac{5}{35} - \frac{6}{35} - \frac{7}{13} - \frac{8}{27}$)۔
 (غیرہ) کیونکہ قیصر یہ۔ فلی۔ فنیکی۔ بیت صیدا میں آپ اس ظالم اور
 جابر حکمران کے ہاتھ سے محفوظ تھے۔ چونکہ یہ اور دیگر بیانات ارض مقدس کے
 خارجی حالات کے عین مطابق ہیں لہذا ظاہر ہے کہ مقدس مرقس کی انجیل قدیم ترین
 بیانات پر ہی مبنی ہے۔ کیونکہ یہ حالات بعد میں بدل گئے تھے پس خارجی تواریخ
 واقعات بھی اس انجیل کی قدامت اور اس کے پایہ اعتبار کے مستند ہونے کے گواہ ہیں۔

(۶)

جوزیفیس مؤرخ کی کتب سے ہم کو ارض مقدس کے اُن حالات کا پتہ چلتا ہے
 جو مسلمانوں میں پائے جاتے تھے۔ یہودی کتب تالمود سے ہم کو اُس زمانہ کے یہود
 کے خیالات اور حالات کا پتہ ملتا ہے۔ جب ہم ان کا مقدس مرقس کی انجیل سے
 مقابلہ کرتے ہیں تو ہم پر عیاں ہو جاتا ہے کہ اس انجیل میں یہی حالات نہایت
 صحت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ انجیل اُن حالات کے
 دوران میں ہی لکھی گئی تھی۔ کیونکہ جیسا برکٹ کہتا ہے یہ تمام حالات یرشلیم
 کی تباہی کے بعد صفحہ ہستی سے محو ہو چکے تھے۔ اس انجیل کے حالات کا
 نقشہ ایسا ہے کہ مابعد کے زمانہ میں قوت متخیلہ اس قدر صحت کے ساتھ
 اُن کو دوبارہ خلق ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اے

باب دوم

انجیل متی کی تالیف

فصل اول

انجیل متی کے ماخذ

ہم گزشتہ فصل میں بتلا چکے ہیں کہ انجیل اول کے مصنف نے اپنی انجیل کو تالیف کرتے وقت دو ماخذ استعمال کئے تھے جن کا ہم مفصل ذکر کر آئے ہیں یعنی :-

(۱) رسالہ کلمات جس کا ذکر ہم حصہ اول کے یات پنجم کی فصل اول میں کر آئے ہیں۔ یہاں یہ بتلانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل یہود اپنی مذہبی کتب کو بالعموم پانچ حصوں میں تقسیم کیا کرتے تھے مثلاً تورات کی پانچ کتابیں ہیں۔ زبور کی پانچ کتابیں ہیں جن میں سے ہر ایک کتاب خدا کی حمد و تعریف کے الفاظ سے ختم ہوتی ہے۔ اسی طرز پر مقدس متی کا رسالہ کلمات بھی پانچ حصوں میں منقسم تھا۔ انجیل اول بھی پانچ حصوں میں منقسم ہے جس کا ہر حصہ خاص مقررہ الفاظ سے ختم ہوتا ہے جب یسوع نے یہ باتیں ختم کیں (۱: ۱۱) وغیرہ۔ یہ پانچ حصے حسب ذیل ہیں :-

(۱) پہاڑی وعظ (باب ۵ تا ۷)۔

(۲) بارہ رسولوں کو ہدایات (۸: ۱ تا آخر)

(۳) خدا کی بادشاہی کی سات تمشیلیں (۱۳: ۳-۵۲)۔

(۴) آنحضرت کے مختلف احوال (باب ۱۸)۔

(۵) ۲۸: ۲۱ تا ۱۴: ۲۲ فریسیوں اور فقیہوں پر سات بار افسوس کرنا (۲۳ باب) مسیح کی آمد کی پیشین گوئیاں (باب ۲۴) اور عدالت کی تمثیلیں (۲۵ باب)۔
مقدس متی نے جو رسالہ کلمات جمع کیا تھا اس کا شروع مبارکبادیوں سے
اور آخر عدالت کی تمثیل سے ختم ہوتا تھا۔

(۶) مقدس مرقس کی انجیل۔ اس انجیل کی ۶۶ آیات میں مقدس
متی نے ۶۶ آیات انجیل دوم سے نقل کی ہیں۔

مقدس متی نے نہ صرف انجیل دوم کی آیات کو نقل کیا ہے بلکہ اس نے انجیل
دوم کے خاکہ اور داغحات کی ترتیب کو بھی برقرار رکھا ہے اور اس خاکہ کے ڈھانچہ میں
دیگر ماخذوں کے مسائل کو استعمال کیا ہے۔

(۷) مقدس متی نے نہ صرف رسالہ کلمات کو استعمال کیا ہے بلکہ دوسرے قدیم
رسالہ یعنی رسالہ اثبات کو بھی اپنا ماخذ بنایا ہے اور اس کو چار بار مقامات
میں استعمال کیا ہے استعمال سے پہلے وہ خاص مقرر الفاظ "اس وقت وہ بات پوری
ہوئی جو خداوند نے نبی کی معرفت کہی تھی" لکھتا ہے (۱: ۲۲، ۵: ۲۰ وغیرہ)۔ اس رسالہ
کا مفصل ذکر ہم حصہ اول کے باب پنجم کی فصل دوم میں کرتے ہیں۔

(۸) خداوند کا نسب نامہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح موعود ابن
داؤد اور ابن ابراہام تھے (باب ۱: ۱-۱۷)۔ یہ ماخذ بھی تحریری تھا۔

(۹) ایک ماخذ ایسا ہے جس میں مسیح موعود کے یہودی مخالفوں کے اعتراضات
کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ مخالفین مسیحیت مقدسہ مریم باکرہ کی عصمت اور
مسیح موعود کے طرز پیدائش پر اعتراض کرتے تھے اس ماخذ کے اس خاص حصہ کا
سرچشمہ مقدس یوسف کا خاندان معلوم ہوتا ہے جو قدرتی طور پر دو ادلین میں کلیسیا

میں ممتاز ترین خاندان تھا بعض عصمتِ مسیح کی حقیقت پر اعتراض کر کے کہتے تھے کہ اگر آپ گناہ سے بری ہوتے تو آپ مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کے ہاتھ سے بپتسمہ نہ پاتے بعض یہ اعتراض کرتے تھے کہ اگر آنحضرتؐ مجرم نہ ہوتے تو رومی گورنر آپ کو مصلوب نہ کرتا بعض مخالفین قیامتِ مسیح کے منکر تھے۔ اور کہتے تھے کہ آپ کے شاگردوں نے آپ کا مبارک لاشہ چرا لیا تھا اور مشہور کر دیا تھا کہ آپ مُردوں میں سے جی اُٹھے ہیں۔ اس ماخذ میں ابتدائی کلیسیا کے فاضل معلموں نے قدیم ترین زمانہ کے معتبر بیانات کو جمع کر کے ان اعتراضات کے جواب دے کر مسیح موعود کے دشمنوں کے دانت کھٹکے دئے تھے۔ چونکہ یہ جوابات بڑے کام کے تھے لہذا انجیلِ ادل کے مؤلف نے اس سالہ کو جس میں یہ جوابات درج تھے، اپنا ماخذ بنا کر اس کو اپنی انجیل میں شامل کر لیا چنانچہ انجیل کے پہلے تین ابواب میں اور آخری دو ابواب میں اس ماخذ سے کام لیا گیا ہے۔

اس بات کا ثبوت کہ یہ ماخذ ابتدائی زمانہ میں لکھا گیا تھا اس بات سے بھی ملتا ہے کہ انجیل کے پہلے دو ابواب میں خدا اپنی مرضی کو خواب میں ظاہر کرتا ہے جس طرح تورات کے مختلف حصوں میں خدا اپنی مرضی کو پہلے وقتوں میں خواب کے وسیلے ظاہر کیا کرتا تھا۔ چنانچہ الفاظ ”خواب میں“ پانچ دفعہ ان دو ابواب میں اور ۲۷: ۱۱ میں آئے ہیں لیکن تمام انجیل میں کسی اور جگہ وارد نہیں ہوئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ قدیم ماخذ تحریری صورت میں موجود تھا اور کہ یہ سب مقامات اسی سے لئے گئے ہیں۔

(۶) ایک اور ماخذ مقدس متی کے سامنے تھا جس میں یہودیہ کے گورنر نیطوس پلاطوس کی نسبت بیان موجود تھے۔ مقدس متی نے اس ماخذ کو ۲۷: ۲۴-۲۵ اور ۲۲-۲۶ اور ۱۱: ۱۵ میں استعمال کیا ہے۔

(۷) مذکورہ بالا ماخذوں کے علاوہ اس انجیل میں حسب ذیل واقعات پائے جاتے ہیں جو اس کے مؤلف نے تحریری اور زبانی بیانات سے حاصل کئے تھے۔

- (۱) کفر نجوم میں منادی کا شروع (۱۲: ۴-۱۴)
 - (۲) صوبہ دار کے خادم کا شفا پانا (۵: ۸-۱۳)
 - (۳) دو شخصوں کے شاگرد ہونے کی خواہش (۱۸: ۸-۲۲)
 - (۴) دو اندھوں کا بینائی پانا (۲۴: ۹-۳۱)
 - (۵) گونگے کو شفا بخشنا (۳۲: ۹-۳۷)
 - (۶) مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کے پیغامبر (۲: ۱۱-۶)
 - (۷) مقدس پطرس کا پانی پر چلنا (۱۴: ۲۸-۳۱)
 - (۸) مجھلی کے مٹے سے سبکے کا برآمد ہونا (۱۴: ۲۷-۲۹)
 - (۹) یسوعاہ غدار کا انجام (۲۷: ۳-۱۳)
 - (۱۰) یسوعی مقدسوں کا قبروں سے نکلنا (۲۷: ۵۱-۵۳)
 - (۱۱) خداوند کا قیامت کے بعد گلیل میں دکھائی دینا (۲۸: ۱۶-۲۰)
- مذکورہ بالا واقعات مقدس مرقس کی انجیل میں نہیں ہیں پس یہ اس انجیل سے نہیں لئے گئے۔

(۸) مقدس مرقس نے اپنے رسالہ کلمات کی تعلیم کے علاوہ دیگر حشیم دیدگواہوں کے تحریری اور زبانی بیانات سے حضرت کلمتہ اللہ کی تعلیم کے حصص اپنی انجیل میں شامل کئے ہیں۔ کیونکہ آخوند کے ہزار ہا سامعین میں سے بہتوں نے اس پر گمراہی تھی کہ وہ خداوند کی تعلیم کو لکھیں اور یہ پارے مختلف کلیسیاؤں میں رائج تھے۔ لیکن ایمان داروں کی تعداد کی کثرت اور ان کی پراگندگی نے یہ ضرورت پیدا کر دی کہ کلیسیا کے معلموں کے لئے ان مختلف پاروں کو جمع کیا جائے۔ ان معلموں کے ہاتھوں میں رسالہ کلمات اور آخوند کی زندگی کے حالات، معجزات اور واقعات صلیب کے بیانات موجود تھے۔ انجیل مرقس بھی ان کے ہاتھوں میں تھی لیکن

- (۱۳) ۱۴:۱۹-۱۹- کلیسیا میں مقدس پطرس کا مقام۔
- (۱۵) ۲۰:۱۴- مضبوط ایمان کی طاقت۔
- (۱۶) ۲:۱۵-۲- مسیحی رفاقت۔
- (۱۷) ۱۰:۱۸-۱۲-۱۴- کلیسیا اور گمراہ لوگ۔
- (۱۸) ۱۵:۱۸-۲۲- کلیسیا کی اندرونی زندگی۔
- (۱۹) ۲۳:۱۸ تا ۱:۱۹- بے رحم مختار کی تمثیل۔
- (۲۰) ۱۰:۱۹-۱۲- کنواریں اور بیاہ کی حالت۔
- (۲۱) ۱۹:۲۸- بارہ رسولوں کی جڑا۔
- (۲۲) ۱:۲۰-۱۶- انگورستان کے مزدوروں کی تمثیل۔
- (۲۳) ۱۴:۲۱-۱۶- سردار کا بیٹوں اور فقیہوں کا جوش کو برائمانا۔
- (۲۴) ۲۸:۲۱-۳۲- دو بیٹیوں کی تمثیل۔
- (۲۵) ۲۱:۲۳-۲۴- بادشاہی کا دوسری قوم کو دیا جانا۔
- (۲۶) ۱:۲۲-۱۴- شادی کی ضیافت کی تمثیل۔
- (۲۷) ۱:۲۳-۷- فریسیوں اور فقیہوں پر ملامت۔
- (۲۸) ۸:۲۳-۱۲- شاگردوں کو آگاہی۔
- (۲۹) ۲۳:۱۳-۳۶- فقیہوں اور فریسیوں پر افسوس۔
- (۳۰) ۱۰:۲۴-۱۲-۳ (الف)- آمد ثانی سے متعلق ہیں۔
- (۳۱) ۱:۲۵-۱۳- دس کنواریوں کی تمثیل۔
- (۳۲) ۲۵:۱۴-۳۰- توروں کی تمثیل۔
- (۳۳) ۲۵:۳۱-۴۶- آخری عدالت۔
- جب ہم اس ماخذ کے مضامین کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر حید

باتیں ہو جاتی ہیں :-

اول - اس ماخذ کی فضا انجیل توبیس کے دوسرے ماخذ یعنی انجیل روم سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس کی فضا یہودیت کی فضا ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ ماخذ ارض مقدس کے یہودی مسیحی نو مریدوں سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ اس میں شریعت اور انجیل مسیح و الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ مسیح موعود کی انجیل خود ایک نئی شریعت ہے یا لوگوں کو کہ وہ موسوی شریعت کی ایک نئی ایڈیشن ہے۔ انجیل کوئی نئی مے نہیں جو پانی مشکوں میں بھری ہو بلکہ وہ وہی پرانی مے ہے جس کا عرق مقطر کر کے کھینچ لیا ہے پس وہ تیز اور توی اثر ہے۔

دوم - اس ماخذ میں بعض ایسی باتیں ہیں جو یہودی ریتوں کی تصنیفات سے ملتی جلتی ہیں مثلاً ۵: ۷ و ۲۸ تا ۳ و ۳۷ کے خیالات تالمود اور مدراش میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مقامات میں طرز تحریر ریتوں کی طرز کی سی ہے۔ اس ماخذ میں یہودی اصطلاحات پائی جاتی ہیں مثلاً انجیل کا بچا اور شریعت کا بچا۔ آسمانی باپ وغیرہ جیسے سے ظاہر ہے کہ یہودی مسیحی ریتوں کی حاصل جماعت نے حضرت کھتہ اللہ کے ان کلمات لینیات کو محفوظ رکھا تھا جن کا تعلق یہودی ریتوں کی تصنیفات سے تھا۔ اس کا مفصل ذکر ہم انشا اللہ آگے چل کر کریں گے۔

سوم - اس ماخذ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعلیم میں اور مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کی تعلیم میں بہت زیادہ تعلق ہے۔ نہ صرف مقدس یوحنا کی تعلیم بلکہ اس تعلیم کے الفاظ بھی اس ماخذ میں پائے جاتے ہیں مثلاً ۷: ۷ کے الفاظ اور خیالات رسالہ کلمات سے ملتے ہیں (متی ۲۳ و لوقا ۱۱) کہ ۷: ۷ دانوں کی تمثیل (۱۳: ۲۴-۳۰-۳۶-۴۳) بڑے جلال کی تمثیل (۱۱: ۲-۴-۶)۔ یکریوں اور بھیروں کی تمثیل (۲۵: ۲-۳۱-۴-۶)۔ ضیافت کی تمثیل (۱۱: ۲-۱۱) کے خیالات کے علاوہ

مقدس متی کا طریقہ تالیف یہ ہے کہ وہ مقدس مرقس کی انجیل کے ڈھانچہ کو
برقرار رکھ کر اس ڈھانچہ میں کسی واقعہ یا بیان کو نقل کرتے وقت دیگر ایسے معزوں بیان
واقعات اور کلمات کو ایذا کر دیتا ہے جو اس واقعہ یا بیان سے تعلق رکھتے ہوں مقدس مرقس
کی انجیل کو نقل کرتے وقت جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ کسی واقعہ یا بیان کی تفصیل
ایسے دیگر بیانات میں پائی جاتی ہے جو رسالہ کلمات میں یا اس کے کسی اور ماخذ
میں موجود ہیں تو وہ ان ماخذوں کے بیانات یا واقعات اور کلمات کو اس خاص
مناسب اور معزوں موقعہ پر درج کر دیتا ہے۔ مثلاً وہ ۹: ۱۰-۱۲ کے کلمات کو
طلاق کے سوال سے متعلق کر دیتا ہے۔ مقدس مرقس کے الفاظ ”اول آخر ہو
جائیں گے اور آخر اول“ کے بعد وہ تالکستان کے معز دوروں کی تمثیل کا ذکر کرتا ہے
(۱۹) شریر باغیانوں کی تمثیل سے کہ شادی کی دعوت اور دو بیٹیوں کی تمثیل
متعلق کر دیتا ہے (۲۱)۔

اس موقعہ پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مقدس متی حضرت کلمۃ اللہ کے کلمات طہیات
کو ہر معزوں موقعہ پر اکٹھا کر کے مجتمع کر دیتا ہے چنانچہ چار مختلف مقامات پر مقدس مرقس
کے مختصر کلمات شرع کر کے وہ دیگر ماخذوں سے کلمات اکٹھے کر کے جمع کر دیتا ہے جو
لمبے مکالموں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً مقدس مرقس کی سات آیات (۶: ۷-۱۰)
انجیل متی میں بیالیس آیات ہو جاتی ہیں (متی ۱۰: باب)۔ انجیل مرقس کی تین تمثیلیں
(۴ باب) سات ہو جاتی ہیں (متی ۱۳ باب)۔ انجیل مرقس کی بارہ آیات (۹: ۳۳ تا ۳۷)
(۴۲ تا ۴۴) انجیل اول میں ۵ آیات ہو جاتی ہیں (متی ۱۴: باب)۔ انجیل متی میں مرقس
کے ۱۳ باب کے بیان کو کھول کر واضح کر دیا گیا ہے اور ۲۵ باب میں عدالت کی تمثیلیں
بڑھادی گئی ہیں۔ پہاڑی وعظ کے تمام کلمات کو اس طور پر جمع کیا گیا ہے کہ وہ
مرقس کی آیت (۱۴: ۱-۲) متی (۲۴: ۱-۲) کی توضیح ہو جاتے ہیں۔

فصل دوم

مقدس متی کی انجیل کی خصوصیات

ہم گزشتہ فصل میں بتلا چکے ہیں کہ مقدس متی نے اپنی انجیل میں آنخداوند کی تعلیم کو جو رسالہ کلمات میں درج بھی پانچ مختلف عنوانوں کے ماتحت یکجا جمع کیا تھا۔ یہ طریقہ ابتدائی ایام کی کلیسیا کی ضروریات کے مطابق تھا۔ کیونکہ ان ابتدائی ایام میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نئے طریقے "راعا ۹" کے قوانین و قواعد ضابطہ تحریر میں آئیں تاکہ کلیسیا کے روز افزموں یہودی شہر کا اس نئی شریعت سے واقف ہو جائیں جو ایک ایسے شخص نے دی تھی جو حضرت موسیٰ سے بھی بڑا ہی تھا۔ غیر یہودی نو مبروں کے لئے تو یہ ضرورت نہایت اشد تھی تاکہ یہ لوگ جو پہلے بت پرست اور مشرک تھے خداوند مسیح کی اخلاقیات کے قوانین اور روحانی معیاروں سے واقف ہو جائیں۔ مقدس متی نے یہودی مومنین کی جماعت کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر رسالہ کلمات کے مختلف اور متفرق اقوال کو مختلف عنوانوں کے ماتحت پانچ حصوں میں تورات کی پانچ کتابوں کی تقسیم کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا اور خداوند کی تعلیم کو ایک نظام میں منظم کر دیا۔

اہل یہود میں پانچ کا عدد اکثر استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ کلیسیا ہم بتلا چکے ہیں تورات اور زبور کی پانچ کتابیں تھیں اور اسی لحاظ سے اس انجیل میں خداوند کے کلمات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ علاوہ ان میں تین کا عدد بھی اکثر استعمال کیا جاتا تھا اور اس انجیل میں اس عدد کی ۳۰ مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً طفولیت مسیح کے تین واقعات ہیں (۱۰: ۲-۲۳)۔ خداوند کی آسمانوں کی تین مثالیں دی گئی ہیں۔

(۱:۴-۱۱)۔ پہاڑی عظیم راستہ کی تین مثالیں میں (۱:۶-۱:۸)۔ تین باتوں کی ممانعت ہے (۱:۹ تا ۱:۱۶)۔ فکر نہ کرنے کی تین مثالیں موجود ہیں (۱:۲۵-۳:۱۵)۔ خداوند کی زندگی کے واقعات میں شفا پانے کے تین معجزے بتلائے گئے ہیں۔ (۳:۲-۱:۸)۔ طاقت کے تین معجزے (۸:۲۳ تا ۸:۹) اور بحالی کے تین معجزے (۸:۲۳-۸:۲۵)۔ گتسمنی باغ میں تین دُعا ہیں (۸:۴-۳:۴)۔ فریسیوں کو تین نشان (۱۲:۳۸-۱۲:۴۲) گتسمنی باغ میں تین دُعا ہیں (۲:۲۶-۳:۴)۔ خداوند کی ظہر یاب قیامت کے تین گواہ موجود ہیں (۱:۲۸-۱:۳۰-۱۱:۱-۱۶:۱۵-۲۰) وغیرہ وغیرہ۔

مقدس متی نے اس انجیل میں تین پانچ۔ سات اور دس کے عدد کو کثرت سے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ عہد عتیق کی کتب میں یہ عدد کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ نین سب سے چھوٹا عدد ہے جس میں شروع، درمیان اور آخر پایا جاتا ہے اور وہ طاق اور جفت کی جمع بھی ہے۔ ہفتہ کے سات دن ہوتے ہیں جن کا تعلق چاند کی مختلف صورتوں سے ہے پس یہ عدد کاملیت اور کثرت کا نشان ہے اور اہل یہود میں یہ عدد خاص طور پر مقدس سمجھا جاتا تھا۔

اغلب ہے کہ مقدس متی نے تین، پانچ، سات اور دس کے اعداد اس غرض سے استعمال کئے تھے تاکہ معلم اور شاگرد اور انجیل کو سکھاتے اور سیکھتے تھے (دونوں کے حافظہ کو مدد مل جائے)۔ اچھا نچہ جان ہاکنس کہتے ہیں کہ۔ "اہل یہود تعلیم کے لئے اس طریقہ کا استعمال کیا کرتے تھے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تورات کی پانچ کتابیں ہیں اور زبور کی پانچ کتابیں ہیں اور اکلہ زی ایس ٹیکس Ecclesiastics

کے پانچ حصے تھے اور جنوک کی کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ مقدس متی نے انجیل میں آنخاوند کے کلمات کو بھی پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کے آخر میں لکھا "جب یسوع یہ باتیں ختم کر چکا تو ایسا ہوا" (۲:۲۸-۱۳-۱۹ اور ۲۶)

پس اس انجیل کی ترتیب واقعات کی تواریخی بنا پر ترتیب نہیں کی گئی بلکہ تواریخی واقعات کو یہودی قالب میں ڈھال کر مرتب کیا گیا ہے۔

پروفیسر بیکن بھی لکھتا ہے۔ ”یہودی تصنیفات کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ اعداد کے لحاظ سے ان کو تقسیم کرتے ہیں یا انخصوص خطبات کو وہ پانچ حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور ان حصوں کے شروع اور آخر میں خاص مقرر الفاظ کا استعمال یہودی روایات کا حصہ ہے۔۔۔۔۔ اسی لحاظ سے انجیل متی کے بھی پانچ حصے ہیں تمیذ البواب ۱-۲ کے بعد پہلا حصہ شروع ہوتا ہے (باب ۳ تا ۷)۔ دوسرا حصہ البواب ۸ تا ۱۱ پر مشتمل ہے اور تیسرا حصہ باب ۱۱ تا ۱۳:۵۲۔ تک ہے چوتھا حصہ ۱۳:۵۲ سے باب ۱۸ پر مشتمل ہے۔ پانچواں حصہ ۱۹ تا ۲۵ پر شامل ہے اور باب ۲۶ تا ۲۸ تمہ ہیں۔ اس انجیل کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ خداوند مسیح کی یہ پانچ کتابیں تورات شریف کی پانچ کتابوں کی تکمیل ہیں۔“ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دوازدہ رسول آخذوند کے کلمات طیبات کو تورات کے الفاظ کی طرح الہامی گردانتے تھے۔ (یوحنا ۱:۱۸ + مر ۱:۳۲ + مرق ۱:۳۵ + متی ۱۲:۸ + لوقا ۱۰:۲۲ + یوحنا ۱۳:۱۸ + ۱۸:۹ وغیرہ)۔

(۲)

اس انجیل کی تمام قصا یہودی ہے۔ چنانچہ ایک یہودی عالم کو پہلا مسلمان کہتا ہے۔ کہ ”متی کی انجیل اہل یہود کی طرز زندگی اور یہودی خیالات کے قریب ترین ہے۔ وہ یہودی مسیحیوں کے لئے لکھی گئی تھی اور اس میں ارامی اصطلاحات کا بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔“

اس انجیل میں قدیم یہودی محاورات کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں، مثال کے طور پر (۱) آسمانوں کی بادشاہت ۲۲ دفعہ۔ (۲) ابن داؤد (۹/۲ - ۹/۲ وغیرہ)۔ یہ

خطاب یہودی ربی صرف مسیح موعود کے لئے ہی استعمال کرتے تھے۔ (۳) مقدس شہر
 بزرگ یادشاہ کا شہر (۲ - ۲۴ - ۵) - (۴) اسرائیل کا خدا (۱۵) - (۵) خطاب باپ
 جو آسمانوں پر ہے، خدا کے لئے ۱۳ دفعہ وارد ہوا ہے۔ یہ محاورہ آسمانوں پر
 ہے، کسی اور انجیل میں نہیں پایا جاتا (۱) تمہارا آسمانی باپ ۴ دفعہ آیا ہے۔ (۲) گئے
 اور سڑ (۱) - (۲) لفظ "جو" بمعنی تعلیم - شریعت کا جو - یادشاہی کا جو ایہودی
 محاورہ ہے (۱۱: ۲۹ - ۳۰) - (۹) گوشت اور خون - "عالم ارواح کے مددگارے"۔
 "باندھنا اور کھولنا" (۱۴: ۱۴ - ۱۵) - (۱۰) "یا ہر اندھیرے میں" (۱۱ - ۲۲ - ۲۳)
 (۱۱) - (۱۲) کے تمام الفاظ درمیان تم سے کہتا ہوں کہ انوکھا یہ شیرہ پھر بھی نہ
 پیوں گا اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی یادشاہی میں نیا نہ پیوں۔
 سب کے سب یہودی محاورات ہیں۔ یہ چند مثالیں بطور مشتمل نمونہ از خودارے پیش
 کی گئی ہیں۔

اس انجیل کے لکھنے کا مقصد یہی تھا کہ آنحضرتؐ کی مسیحائی عظمت و شان کا
 سکہ یہودی مسیحیوں پر بیٹھ جائے۔ اور یہ مقصد پہلی آیت ہی سے ظاہر ہے "یسوع
 مسیح ابن داؤد۔ ابن ابراہام"۔

مصنف مسیح موعود کے دعاوی کے ثبوت میں یہ پیش کرتا ہے (۱) اس کا نسب
 نامہ اور پیدائش کے وقت آسمانی مکاشفہ (باب ۱ تا ۴) - (۲) اُس نے اپنے سہولت
 منصب نبی کا ہن اور یادشاہ سے مسیحائی کو ثابت کر دیا (باب ۵: ۱۶) - (۳) اُس
 نے اپنی یادشاہی کے اصل مطالب کو اور اُس کے مستقبل کو ظاہر کر دیا (باب ۶ تا ۲۰)۔
 (۴) اُس کی قربانی عجز اور جلی (باب ۲۱ تا ۲۴) - (۵) اُس نے یہودی قوم کی تباہی کا فتویٰ
 دیا اور موجودہ دور پر بھی فتویٰ صادر کیا (باب ۲۴ تا ۲۵) - (۶) اُس نے اپنی جان کو
 قربان کر دیا (باب ۲۶ تا ۲۷) - (۷) اُس کی ظفریاب قیامت نے اور کبریا کے دستے بیٹھ

کے اختیار حلال نے نے بھی مسیحائی کے دعویٰ کو ثابت کر دیا (باب ۲۸)۔ اس انجیل کا
 یہودی رنگ ڈھنگ اور روپ اس کی ایک ایک سطر سے ظاہر ہے۔ اسی مقدس
 کنعان اسرائیل کا ملک ہے (۲۱) جس کے باشندے قوم اسرائیل ہیں (۱۱)۔
 وہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی ٹھیکڑیں ہیں (۱۲)۔ اس ملک کے قصے اسرائیل کے
 شہر ہیں (۱۳) اور اس ملک کا خدا اسرائیل کا خدا ہے (۱۵)۔ یہ شہر مقدس شہر
 ہے۔ انجیل کی ہر سطر سے ظاہر ہے کہ مصنف کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہودی مسیحیوں کے لئے
 ایک انجیل تالیف کرے تاکہ جن باتوں کی انہوں نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی ان کو
 معلوم ہو جائے۔

ہم گذشتہ فصل میں بتلا آئے ہیں کہ مقدس متی نے سالہ انبیات سے بارہ مقامات
 میں پیشینگوئیاں نقل کی ہیں تاکہ یہودی مسیحیوں پر واضح ہو جائے کہ مسیح موجود کے
 واقعات زندگی کی نبوتیں انبیائے سابقین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس طرز استدلال سے
 ثابت کیا گیا ہے کہ یسوع تلمذی عہد عتیق کا مسیح موجود ہے جو داؤد اور ابراہام کی نسل سے
 پیدا ہوا کیونکہ وہ یہودیوں کا بادشاہ تھا (۲۱) وہ یہوذا میں شہر داؤد پر پیدا ہوا
 (۲۱: ۵)۔ اس کی موت خدا کے عین منشاء کے مطابق ہوئی (۱۱: ۲۳) جس کی
 انبیائے سابقین نے خبر دی تھی (۲۴: ۲۶) اور یہ موت گناہوں کی معافی کے لئے
 تھی (۲۶: ۲۸) چونکہ اس کی پیدائش کنواری کے بطن سے ہوئی لہذا وہ خدا کا بیٹا تھا (۲۶: ۲۸)۔
 مسیح موجود خدا کا محبوب تھا (۲۶: ۲۸)۔ وہ ابن آدم تھا جو دانی ایل نبی کے قول کے مطابق
 آسمان کے بادلوں پر آئے گا۔

پس جیسا کہ کل پیٹرک Kilpatrick کہتا ہے وہ جس باخول میں
 یہ انجیل لکھی گئی وہ خصوصیت کے ساتھ یہودی مسیحیوں کی جماعت ہے اور یہی جماعت
 اس بات پر تلی ہوئی ہے کہ وہ اپنی کلیسیائی زندگی یہودیت سے الگ بسر کرے۔ اس مسیحی

جماعت کا سابقہ ایسی کٹر یہودیت کے ساتھ پڑا تھا جس میں تیوں کی تعلیم جاری تھی۔
 مقدس متی اس انجیل میں اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ انجیل کا پیغام پہلے
 اہل یہود کے لئے تھا۔ خداوند نے اپنا کام اہل یہود تک محدود رکھا (۱۵: ۲۴)۔ جب آپ
 نے شاگردوں کو بشارت کے لئے بھیجا تو ان کو بھی یہی حکم دیا (۵: ۱۰-۱۶)۔
 اس انجیل میں خاص طور پر بتایا گیا ہے کہ خداوند شرع کو منسوخ کرنے نہیں
 بلکہ پورا کرنے کے لئے آئے (۱۲: ۱۷)۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۵: ۲۱-۲۴ میں شرع کی اس
 تائید کا ذکر ہے جو آئندہ خداوند کے ہم عصر فقہاء کیا کرتے تھے اور خداوند کے حلقے موسوی
 شرع پر نہیں کئے گئے بلکہ فقہاء کی تائید پر ہیں جو بھاری بوجھ (متی ۲۳: ۲۳-۲۴)۔
 غرض انجیل کے واقعات یہودی قوم اور یہودی شریعت کے محور کے گرد گھومتے ہیں۔
 پُرانا عہد تجدید پاکر "نیا عہد" بن جاتا ہے۔ شریعت کی ممنوعات انجیل کے اصول کے
 ماتحت قائم اور برقرار رہتی ہیں اور مسیح موعود کے وسیلے تمام قومیں برکت پاتی ہیں کیونکہ
 مسیح موعود "ابراہیم" ہے۔ (۱۲: ۱)۔ پُرانے عہد نامہ کی نبوت تعلیم میں اور کہانت
 صلیب کے کفارہ میں پوری ہو جاتی ہے۔

فصل سوم

مقدس متی کی انجیل کی قدامت اور پایہ اعتبار

گزشتہ دو فصلوں میں ہم نے انجیل اول کے ماخذ اور خصوصیات پر بحث کی ہے
 جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گویہ انجیل کلیسیا کے ابتدائی ایام میں نہیں لکھی گئی تھی جس طرح
 مقدس مرقس کی انجیل لکھی گئی تھی۔ تاہم اس کا تعلق کلیسیا کی زندگی کے پہلے بیس تیس
 سال کے ساتھ ہے۔ اس انجیل کے ماخذ ثابت کرتے ہیں کہ یہ انجیل اُس زمانہ میں لکھی

گئی تھی جب کلیسیا ارسن مقدس کے مختلف مقامات میں خداوند کی تعلیم کے لئے رسالہ کلمات اور صلیبی واقعہ کے لئے انجیل دوم اور خداوند کی مسیحائی ثابت کرنے کے لئے رسالہ اثبات استعمال کرتی تھی امدان رسالوں کے علاوہ مختلف مقامات کی کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے رسالے، پارے اور دو ورقہ یا چار ورقہ رسالے یا دستی مدق تھے۔ جو ان لوگوں نے جا بجا رکھے تھے جو خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے۔ یہ انجیل اُس زمانہ میں لکھی گئی جب ابھی نہ لوگ زندہ تھے جو چشم دید گواہ تھے اور شریہ کہتے تھے۔ ہم نے اُس زندگی کے کلام کو سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ کیونکہ یہ انجیل اُس زمانہ میں تالیف کی گئی جب آخداوند کے سامعین کی نفس ابھی زندہ تھی (۱: ۱۶) اور وہ "پشت تمام نہ ہوئی" تھی (۲: ۲۴) جس نے خداوند کے کلمات کو سنا اور معجزات کو دیکھا تھا۔

یہ کلیسیا کے پہلے بیس تیس سالوں کا نقشہ تھا پس مقدس متی نے اپنی انجیل کو تصنیف کیا تاکہ کلیسیا کو چھوٹے چھوٹے اور دو ورقہ یا چار ورقہ رسالے جو مختلف مقامات میں مرتب تھے استعمال کرنے نہ پڑیں۔ پس آپ نے ایک جامع انجیل تالیف کرنے کا تہیہ کیا جس میں آپ نے اپنے رسالہ کلمات اور دیگر اوراق کو نقل کیا اور انجیل دوم کو بھی نقل کر کے کلیسیا کے ہاتھوں میں ایک ایسی انجیل دے دی جس میں آپ نے خداوند کی زندگی کے واقعات طفولیت سے لے کر آپ کے حدود آسمانی تک انجیل دوم کے دوسرا پھر کے مطابق ترتیب سے جمع کئے اور آخداوند کی تعلیم کو بھی اپنی خاص ترتیب کے مطابق ہم بتلا چکے ہیں مرتب کیا۔ جب انجیل لکھی گئی اور مختلف کلیسیاؤں میں نقل ہو کر مروج ہو گئی تو کلیسیا کو ان چھوٹے چھوٹے رسالوں اور پاروں اور اوراق کی ضرورت نہ رہی جو اس انجیل میں نقل کئے گئے تھے۔ تاریخ کلیسیا

اس بات کی گواہ ہے کہ جو نبی یہ انجیل لکھی گئی وہ مقبول عام ہو گئی۔
 مقدس متی کے تمام ماخذ جو اُس نے اپنی انجیل میں نقل کئے قدیم ترین ماخذ
 تھے۔ رسالہ کلمات حضرت کلمۃ اللہ کی حین حیات میں ہی لکھا گیا تھا۔ رسالہ اثبات
 کلیسیا کے اولین معلموں کی فاضل جماعت نے لکھا تھا۔ مقدس مرقس نے رسولوں کی
 "منادی" کے مطابق اپنی انجیل کو قدیم ترین ماخذوں سے تالیف کیا تھا اور وہ ہر جگہ
 تسلیم کی جاتی تھی۔ جو ماخذ مقدس متی نے خود جمع کئے وہ بھی سب کے سب قدیم ترین
 زمانہ کے تھے۔ پس یہ تمام کے تمام ماخذ پایہ اعتبار کے لحاظ سے اوّل درجہ کی معتبر
 تحریریں تھیں۔ مسیحی اور غیر مسیحی علماء گذشتہ پونے دو سو سال سے ان اُمم پر بحث کر
 رہے ہیں اور اب یہ نتائج ایسے ہی یقینی اور بنیادی شمار ہوتے ہیں جیسے کسی دوسری سائنس
 مثلاً علم کیمیا وغیرہ کے نتائج یقینی اور بنیادی شمار کئے جاتے ہیں۔

(۴)

گزشتہ فصل میں ہم بتلا چکے ہیں کہ مقدس متی کی انجیل ابتداء سے لے کر آخر تک
 یہودی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ اس کے تصورات یہودی، اس کی فضا یہودی، اس کا دائرہ
 نظر یہودی، اس کے حصوں کی تقسیم یہودی، اس کا طرزِ تحریر یہودی، غرضیکہ اس کا تمام
 رنگ و سبب یہودیت کے متعلق ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اہل یہود کی خاطر
 مقدس متی نے لکھی تاکہ یہود خداوند کے حلقہ بگوش ہو جائیں اور یہودی نو مریدوں کا اپنا
 مستحکم اور مضبوط ہو جائے۔

اس مقصد سے بھی ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انجیل اُس وقت لکھی گئی تھی جب
 "خدا کا کلام بچپان گیا اور یہ شلیم میں شاگردوں کا شمار بہت ہی بڑھ گیا تھا اور ایمان
 لانے والے مرد اور عورت خداوند کی کلیسیا میں کثرت سے شامل ہو چکے تھے اور کاهنوں
 کی بڑی گروہ اس دین کی تحت میں ہو گئی تھی۔" خاص یہود شلیم میں یہودیوں میں ہزار ہا

آدمی ایمان "لاچکے تھے۔ ارض مقدس کے دیگر مقامات کی کلیسیاؤں میں ہزاروں یودی شامل تھے اور ارض مقدس کے باہر بھی کلیسیاؤں کی ایک بڑی اکثریت یودیوں پر ہی مشتمل تھی۔ اعمال کی کتاب اور پولوس رسول کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ یہ یہودی نو مریذ نہایت جوشیلے، بارسوخ اور مقتدر لوگ تھے (اعمال ۱: ۱۵ اور ۵: ۲۴-۱-۱۰ کر ۱۸: ۱۸ گلتی ۲: ۱۱ اور ۵: ۲ وغیرہ)۔ یہ نو مریذ ایسے زبردست تھے کہ رسولوں کو بھی ان کے آگے بعض اوقات جھکنا پڑتا تھا (اعمال ۲۱: ۲۱-۱۰: ۲۴ گلتی ۲: ۱۲ وغیرہ)۔ یہ یہودی نو مریذ موسوی شریعت کے سخت پابند تھے۔ وہ سب شریعت کے بارے میں سرگرم تھے اور اس بات کی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی نو مریذ سے پھر جانے کی تعلیم دے اور مختلفہ نہ کرے۔ اور موسوی رسموں پر نہ چلے (اعمال ۲۱: ۲۰-۲۱) بالفاظ انجیل متی ان کا یہ عقیدہ تھا کہ "جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ تو ریت سے ہرگز نہ ٹلیگا" (مٹ) وہ کہتے تھے کہ ان کی "راستی بازی" فقیہوں اور فریسیوں سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہونی چاہئے (۲۰: ۵) کیونکہ ان کی راستی بازی کی بنیاد تسمیہ عتیق کے حقیقی مفہوم کو بہتر طور پر سمجھنے اور جاننے کی وجہ سے زیادہ استوار ہوگی (۲۱: ۵-۴۸)۔ یہ انجیل ان یہودی نو مریذوں کے خیالات، تصورات اور جذبات کا اظہار ہے۔ اس سے ہم کو اس فاضل اور زبردست گروہ کے حقیقی مقاصد اور مطالب کا پتہ چلتا ہے۔ اس انجیل کا مصنف انہی خیالات اور تصورات کے رنگ میں دیا نظر آتا ہے۔ اس کے عقائد وہی ہیں جو اس فاضل جماعت کے تھے۔ اس کے خیال میں شریعت کے تمام احکام و دای ہیں چنانچہ جب یہ انجیل نویس مرقس ۱: ۱۴-۲۳ کو نقل کرتا ہے تو ان آیات کے الفاظ نرم کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس مقام کا تعلق خوراک کے حرام حلال ہونے کے سوال سے نہیں ہے بلکہ اس کا یہ خیال ہے کہ یہ قوانین بدستور قائم رہیں گے (۱: ۱۵-۳۸)۔ علیٰ ہذا القیاس طلاق کے متعلق جب ہم مرقس (۱: ۱۰-۱۲)

کامقابلہ متی (۱۹: ۱-۹) سے کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انجیل نویس کتاب
استثنا (۲۴: ۱-۲) کی اجازت کا جواز پیش کرتا ہے۔ استثنا کا دو گواہوں کی موجودگی
کا حکم بھی اس انجیل میں درج ہے (۱۴: ۲۱ دیکھو) کہ (۱۱: ۱۳)۔ سبت کا حکم بھی موجود ہے
(۲۴: ۱۵) وغیرہ۔ اس انجیل نویس کے دائرہ نظر کی وسعت بھی اتنی ہی ہے جو ان یہودی
نومیدوں کے گرد کی تھی۔ مسیح موعود کے مناد اس سے پہلے کہ وہ اسرائیل کے شہر میں
پھر میں مسیح موعود کی آمد کو دیکھ لینگے (۲۴: ۱۵)۔ اس کی آمد کے ساتھ ہی زمانہ کا آخر
ہوگا (۲۴: ۱۵)۔ اس سے پہلے کہ موجودہ نسل کا خاتمہ ہو (۲۴: ۱۵)۔ سردار کا من اور اس کے
ساتھی ابن آدم کو آسمان کے بالوں پر آتے دیکھینگے (۲۴: ۱۵)۔ یہ انجیل نویس اسی امید
میں زندہ تھا کہ وہ مسیح موعود کو اپنی بادشاہی قائم کرتے دیکھے گا۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہودیت اور مسیحی کلیسیا میں روز اول ہی سے
عداوت اور دشمنی موجود تھی اور کہ یہودی مسیحی یہودیت کے ہر ایک تصور کو خیر باد کہہ
ہو مسیحیت کے حلقہ بگوش ہوتے تھے لیکن یہ بات حقیقت سے دور ہے۔ اعمال کی
کتاب کے پہلے پارہ باب کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ پہلے پہل کٹر یہودیوں اور مسیح
موعود کے ملنے والوں میں کوئی ایسی مغائرت نہ تھی۔ مسیحی یہودی سبک میں عبادت
کرتے تھے (۲۴: ۱-۲) وغیرہ۔ اگرچہ ان کی الگ عبادت بھی ہوتی تھی (۲۴: ۱-۲)۔
(۲۴: ۱-۲) لیکن یہ جداگانہ عبادت سبک کی عبادت کی جگہ نہیں لیتی تھی۔
مرقس کی ماں مریم کا گھرانہ مسیحیوں کا مرکز تھا (۱۱: ۱۵) لیکن یہ گھر یروشلم کی سبک کی
سریف نہ تھا۔ کلیسیا کے کوئی گھر گھر نہیں تھے۔ یہودی صرف اس طریق کو بدعتی
سمجھا کرتے تھے (۲۴: ۱) لیکن مسیحیت کوئی جداگانہ جماعت نہ تھی۔ یہودیوں کے مختلف
حلقوں کے لوگ اس کے حلقہ بگوش تھے (۲۴: ۱-۲)۔ فریسی اور کاہن بھی اس
فرق میں شامل ہو چکے تھے (۱۵: ۱-۲) ان کا امتیازی عقیدہ یہ تھا کہ مسیح موعود کا

ظہور ہو چکا ہے اور وہ یسوع ناصری ہے (مر ۸)۔ جس کی مسیحائی پر خدا نے اُس کو
مردوں میں سے زندہ کر کے مہر لگادی ہے (۲ - ۳ وغیرہ)۔ دُنیا کا انصاف کرنے
کے لئے (۳ - ۱۲ - ۱۴) پھر دوبارہ آئیگا۔ تب دُنیا کا موجودہ دور ختم ہو جائیگا
اور مسیحائی دُور کا آغاز ہوگا۔

یہ تصورات کلیسیا میں تب تک ہی غالب رہے جیت تک اس میں غیر یہود
کی اقلیت اور یہود کی اکثریت رہی لیکن یہ حالات چند سال تک ہی رہے۔ مختلف
وجوہ کے باعث اور غیر یہود مسیحیوں کی روز افزوں تعداد کی وجہ سے شہدے کے
بعد حالات روز بروز دیگر گوں ہوتے گئے۔ ہزار ہا غیر یہودی مَنجی عالمین کے حلقہ بگوش
ہو گئے۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ارض مقدس کے اندر ادبائے اگلیوں غیر یہود
نومرید کلیسیا میں شامل ہو گئے۔ یروشلم کی تباہی کے بعد تو کلیسیا کی کایا ہی پلٹ
گئی۔ یہودی قوم پاکندہ ہو کر دُنیا کے چاروں کونوں میں تشریف بٹھ گئی اور کلیسیا میں جو
سوخ اس کو شہدے اور شہدے کے درمیان حاصل تھا، وہ رفتہ رفتہ جاتا رہا اور مشکل کی
تباہی کے بعد ختم ہو گیا۔

پس یہ انجیل یروشلم کی تباہی کے بعد کسی صورت میں بھی لکھی نہ گئی کیونکہ اس
واقعہ کے بعد اس انجیل کا نکتہ و نظر کلیسیا کے لئے کسی مصرف کا نہ رہا تھا۔ انجیل کی
اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ یہ اُن حالات میں لکھی گئی تھی جو شہدے کے لگ بھگ
کے تھے۔ پس یہ انجیل آنحضرت کی وفات کے بیس برس بعد اُن قدیم ترین ماخذوں
سے مرتب کی گئی جن میں سے ایک خداوند مسیح کی حین حیات میں لکھا گیا اور باقی دُور
اولین میں چشم دید گواہوں نے لکھے تھے اور یہ امور اس کے رفیع پایہ اعتبار پر شاہد ہیں۔

باب سوم

انجیل لوقا کی تالیف

فصل اول

انجیل لوقا کے ماخذ

مقدس لوقا اپنی انجیل کے دیباچہ میں صاف کہتے ہیں کہ آپ نے ماخذوں کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "چونکہ بہتوں نے اس بات کو ہاتھ میں لیا ہے کہ جن باتوں ہمارا ایمان ہے ان کو بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا ہے اس لئے اے عزت مآب تھیوفیلس مجھے بھی یہ بھلا معلوم ہوا کہ چونکہ میں ابتداء ہی سے سب باتوں سے ٹھیک ٹھیک واقفیت رکھتا ہوں تاکہ میں ان کو آپ کے لئے ترتیب وار لکھوں کہ آپ کو یہ سچ ہو جائے کہ جن باتوں کی آپ نے تعلیم پائی ہے وہ یقینی ہیں (۱:۱-۴)۔

(۱) آیت ۳ میں یونانی لفظ "پیرا کو لو تھیس" کا ترجمہ ہم نے واقفیت کیا ہے۔ یہ دھیسر کیڈ بری کہتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی ہیں "کسی کے پہلو پہ پلو چلنا" گو یہاں لفظی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن اس مقام میں اس لفظ معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مقدس لوقا واقعات کی جائے وقوع پر خود حاضر تھے اور ان واقعات

میں حصہ لینے والے تھے۔ اگر یہ فیسیں مذکور کے یہ معنی درست ہیں تو اس انجیل کا مصنف یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود ان واقعات کا، یا کم از کم ان میں سے بعض واقعات کا چشم دید گواہ ہے۔ جس طرح وہ اعمال کی کتاب کے ان واقعات کا چشم دید گواہ ہے جن کے ذکر میں لفظ ”ہم“ آتا ہے (۱: ۱۶-۱۷: ۲۰، ۲۱: ۲۰ تا ۱۶: ۲۸)۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مقدس لوقا پہلی صدی کے شروع میں پیدا ہوا اور آئندہ کا ہم عصر تھا۔ یہ فیسیں موصوف کہتے ہیں کہ اس لفظ کا یہ مطلب ہے کہ مقدس لوقا نے اپنی انجیل کو ابتدائی زمانہ میں تالیف کیا تھا اور اس کے بہت سے واقعات کا وہ چشم دید گواہ تھا۔ پس وہ انجیل لکھنے سے پہلے ان واقعات سے نہ صرف بخوبی واقف تھا بلکہ ان سے بلا واسطہ براہ راست واقف تھا۔

مقدس پولوس کے الفاظ (کسی کے) سے پتہ چلتا ہے کہ مقدس لوقا غیر یہودی تھے۔ کیونکہ آیت ۱۱ میں مقدس پولوس ان لوگوں کے نام اکٹھے لکھتا ہے جو ”مختونوں“ میں سے آپ کے ساتھ تھے۔ ”وہ آپ کا پیارا طبیب“ تھا۔ وہ نہ صرف آپ کے سفر میں آپ کا ساتھی تھا اور کتاب اعمال ۱۶: ۱۰-۱۸: ۲۰ تا ۱۴: ۲۱ و ۲۷: ۱ تا ۱۶: ۱۷) بلکہ اُس نے آخری ایام تک آپ کا ساتھ دیا (۳۱: ۲۸)۔ مورخ یوسیبس اور مقدس جیروم ہم کہتے ہیں کہ مقدس لوقا انطاکیہ کا باشندہ تھا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اعمال ۱۱: ۲۸ میں لفظ ”ہم“ بھی آیا ہے اگر ڈاکٹر کیڈبری کا مندرجہ بالا فقرہ درست ہے تو مقدس لوقا آئندہ کے بعض سوانح حیات کا چشم دید گواہ بھی تھا۔ بہر حال اُس کو انجیل کے جمع کرنے کے پیشتر موقعے مل گئے۔ (۲) مقدس لوقا نے جیسا ہم حصہ اول کے باب پنجم میں ذکر کیے ہیں اپنی انجیل میں رسالہ کلمات کو نقل کیا ہے۔ انجیل اول کے مصنف نے اس رسالہ کے اقوال کو مختلف عنوانات کے ماتحت ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ لیکن مقدس لوقا ایسا نہیں

کرتے بلکہ وہ مقدس مرقس کی انجیل کے خاکہ اور ڈھانچہ کے مطابق واقعات کو ترتیب دے کر "رسالہ کلمات" کے اقوال کو ان کی "شان نزول" یعنی موقع اور محل کے مطابق مرتب کرتے ہیں۔ رسالہ کلمات کے جو اقوال مقدس مرقس نے جمع کئے ہیں ان کو نقل کرتے وقت مقدس لوگ رسالہ کلمات کے الفاظ کو قدرتی طور پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کا خیال ہے کہ مقدس لوگ انجیل میں آنحضرت کے اقوال کی اصل ترتیب موجود ہے۔ چنانچہ مرحوم کہن سٹریٹر کا یہی نظریہ ہے۔

(۳) مقدس لوگ نے مقدس مرقس کی انجیل کا بھی استعمال کیا ہے۔ آپ مقدس مرقس سے بخوبی واقف بھی تھے (اعمال ۱۲ - ۱۳ - ۱۵ - ۱۶)۔ کلیسیا ۱۰: ۴۔ ۱۴۔ فلیمون ۲۲۔ ۲۴ توختی ۱۶)۔ اس ذاتی واقفیت کی وجہ سے وہ آپ کے معتبر گواہ ہونے سے بھی واقف تھے۔ پس آپ نے اُس کی انجیل کو بطور ایک مآخذ استعمال کیا۔ انجیل سوم میں کل آیات کی تعداد ۱۱۴۹ ہے۔ ان میں مقدس مرقس کی انجیل کی ۶۶۱ آیات میں سے ۵۵ آیات موجود ہیں۔ مقدس لوگ نے نہ صرف مقدس مرقس کی آیات کو ہی نقل کیا ہے بلکہ جیسا ہم بتلا چکے ہیں، اُس نے انجیل دوم کے خاکہ اور ڈھانچہ کی ترتیب کو بھی برقرار رکھا ہے۔

(۴) اس انجیل کے بعض مقامات میں نسوانی انداز پایا جاتا ہے اور بعض مقامات کے مضامین ایسے ہیں جو صنفِ نازک کے لئے ہی دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کو مقدس لوگ نے ان خواتین سے حاصل کیا تھا جن سے وہ واقف تھا مثلاً فلپس مبشر کی بیٹیاں "جو نبوت کرتی تھیں" (اعمال ۲۱) اور بعض عورتیں جنہوں نے بُری رُخوں اور بیماریوں سے شفا پائی تھی اور ہتیری اور عورتیں جو اپنے مال سے خدمت کرتی تھیں (لوقا ۸: ۲-۳)۔ ان میں سے یوانہ ہیرودیس کے دیوان خورہ کی بیوی" سے مقدس لوگ نے ۶: ۲۳ - ۱۲

حاصل کیا کیونکہ یہ واقعہ صرف وہی بیان کرتا ہے۔ اسی خاتون سے اُس نے ۱۴: ۳۱-۳۳ حاصل کیا تھا۔

مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش اور حضرت کلمتہ اللہ کی پیدائش کے بیانات کا سطح مطالعہ بھی غبی سے غبی شخص پر ظاہر کر دیتا ہے کہ یہ بیانات کسی عورت کے ہی بتلائے ہوئے ہیں۔ ادب یہ یا تو مقدسہ مریم خود تھیں یا ان کی کوئی رازدار سہیل تھی۔ البتہ اندحناہ (۱/۱ و ۲/۱) انجیل سوم کے زمانہ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئی تھیں لیکن مقدس لوقا بہتیری دیگر خورقوں کے نام بتلاتا ہے جو ابتدائی زمانہ میں کلیسیا میں مشہور تھیں مثلاً مقدس مرقس کی ماں مریم۔ تابیتھایا واکس۔ بیت نیلیاہ کی مارتھا اور مریم۔ پرسککہ۔ لویا وغیرہ جو ان نسوانی مضامین سے واقف تھیں۔

(۵) مذکورہ بالا ماخذوں کے علاوہ مقدس لوقا نے مختلف تحریری پاروں اور رسالوں سے قائدہ اٹھایا جو ان سے پہلے "بہتوں" نے، لکھے تھے۔ لفظ "بہتوں" سے یہ ثابت ہے کہ یہ پارے اور رسالے تعداد میں دو یا تین نہیں تھے کیونکہ دو تین یا چار رسالوں پر لفظ "بہتوں" کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پس یہ رسالے تعداد میں تین تھے، گو یہ کوئی مستقل کتب خانہ نہیں تھا۔

اس دیباچہ میں لفظ "شرع" کا مطلب اس مصنف کی دوسری تصنیف یعنی کتاب اعمال سے معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی یوحنا کے بپتسمہ سے لے کر خداوند کے ہمارے پاس سے اٹھائے جاتے تک (۱/۱)۔ اس غرض کے واقعات کے خذ سے کام لیا گیا ہے۔ مرقس کی انجیل بھی اس تاویل کی مصدق ہے کیونکہ اس کا بیان "یوحنا کے بپتسمہ سے" شروع ہوتا ہے اور رسول اسی واسطے مقرر ہوئے تھے، تاکہ وہ ان چشم دید باتوں کے گواہ ہوں (اعمال ۱/۱ - ۲/۲ - ۳/۱۵ - ۴/۲۰ - ۵/۲۲ وغیرہ)۔ پس ان چشم دید باتوں میں سے مقدس لوقا نے حسب ذیل واقعات نقل کیے:۔

یہ واقعات صرف انجیل لوقا میں پائے جاتے ہیں :-

- (۱) ۵:۱-۲۵ میں مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کی ولادت کا بیان۔
- (۲) ۲۶:۱-۳۸۔ فرشتے کا مقدسہ مریم کو بشارت دینا۔
- (۳) ۳۹:۱-۵۶۔ مقدسہ مریم اور بی بی ایشیع کی ملاقات۔
- (۴) ۵۷:۱-۸۰۔ مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش۔
- (۵) ۱:۲-۲۰۔ خداوند یسوع کی پیدائش۔
- (۶) ۲۲:۲-۳۹۔ مقدسہ مریم کی طہارت اور ہیکل میں خداوند کو لے جانا۔
- (۷) ۲:۲-۴۰۔ خداوند کا قد و قامت میں بڑھنا۔
- (۸) ۴:۲-۵۲۔ خداوند کی ہیکل میں یہودی ربیوں سے ملاقات۔
- (۹) ۲۳:۳-۳۸۔ خداوند کا نسب نامہ۔
- (۱۰) ۱۱:۴-۱۷۔ نائین کی بیوہ کے بیٹے کو زندہ کرنا۔
- (۱۱) ۴:۴-۵۰۔ خداوند اور وہ عورت جس نے زیادہ محبت کی۔
- (۱۲) ۱:۸-۳۔ اُن عورتوں کے نام جو خداوند کی خدمت کرتی تھیں۔
- (۱۳) ۵:۱-۵۶۔ بے فیض سامری۔
- (۱۴) ۹:۴۰-۶۲ (ب)۔ شاگردی کی شرط۔
- (۱۵) ۱:۱۰-۲۰۔ ستر شاگردوں کا تبلیغی سفر۔
- (۱۶) ۱۰:۳۸-۴۲۔ مارتھا اور مریم۔
- (۱۷) ۱:۱۳-۵۔ یلاطوس کا گلیلیوں کو قتل کر دانا۔
- (۱۸) ۱۰:۱۳-۱۷۔ گیری عورت کا شفا پانا۔
- (۱۹) ۱۳:۳۱-۳۳۔ خداوند اور سمیر و دلیس انیتیا س۔
- (۲۰) ۱:۱۴-۶۔ جلندر کے مریض کا شفا پانا۔

- (۲۱) ۱۱:۱۷-۱۹ - سامری کوڑھی کا بیان -
- (۲۲) ۱:۱۹-۱۰ - زکائی کا بیان -
- (۲۳) ۱۱:۱۹ - قوری آمد ثانی کے خلاف آگاہی -
- (۲۴) ۱۹:۲۱-۲۲ - خداوند کا یروشلیم پر دنا -
- (۲۵) ۳۱:۲۲-۲۸ - پطرس اور شیطان اور دقلواروں کا بیان -
- (۲۶) ۲۳:۲۲-۲۴ - خداوند کا خون کی مانند پسینہ -
- (۲۷) ۲۲:۲۹-۵۱ - خداوند کا دشمن کے کان کو شفا بخشنا -
- (۲۸) ۲۳:۲۴-۱۶ - خداوند کا ہمیرودیس کے سامنے لایا جانا -
- (۲۹) ۲۳:۲۴-۳۱ - یروشلیم کی بیٹیاں -
- (۳۰) ۲۳:۲۴-۲۶ - صلیب پر تین کلمات طیبات -
- (۳۱) ۲۳:۲۵ - سورج گرہن -
- (۳۲) ۲۳:۲۸ - صلیب کے چہم دیدگاہوں کا چھاتی بیٹنا -
- (۳۳) ۲۳:۵۶ - عورتوں کا مبارک جمعہ کے روز خوشی دار چیزیں تیار کرنا -
- (۳۴) ۲۴:۱۲ - مقدس پطرس کا قبر پر جانا -
- (۳۵) ۲۴:۱۳-۳۵ - خداوند کا اماؤس کی راہ پر دکھائی دینا -
- (۳۶) ۲۴:۳۶-۴۹ - یروشلیم میں خداوند کا شاگردوں کو دکھائی دینا -
- (۳۷) ۲۴:۵۰-۵۳ - خداوند کا آسمان کو صعود فرمانا -
- (۴) مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ مقدس لوقا کی انجیل میں حضرت کلمتہ اللہ کی مفصلہ ذیل تعلیم درج ہے جو دیگر انجیل میں موجود نہیں مصنف نے یہ کلمات بھی اُن تحریری پاروں سے اخذ کئے جو مختلف مقامات کی کلیسیاؤں میں مرقح تھے۔
- (۱) ۳:۱۰-۱۴ - مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کی تعلیم -

- (۲) ۳۹:۵ - پُرانی اور نئی مے -
- (۳) ۵۱:۹-۵۶ - سامریوں کی بے مروتی -
- (۴) ۱:۱۰-۴ - رسولوں کو تبلیغی ہدایات -
- (۵) ۱۴:۱۰-۲۰ - رسولوں کی تبلیغی دُورہ سے واپسی -
- (۶) ۲۵:۱۰-۲۸ - زندگی کا راستہ -
- (۷) ۲۹:۱۰-۳۴ - نیک سامری کی تمثیل -
- (۸) ۳۸:۱-۴۲ - مارتھا اور مریم -
- (۹) ۱:۱۱-۴ - خداوند کی دُعا -
- (۱۰) ۵:۱۱-۸ - اصرار کرنے والے دوست کی تمثیل -
- (۱۱) ۳۳:۱۱-۴۱ - بیرونی ادا اندرونی پاکیزگی -
- (۱۲) ۱۳:۱۲-۲۱ - لالچ کا خطرہ -
- (۱۳) ۱:۱۳-۹ - انجیل کی تعمیل کی ضرورت -
- (۱۴) ۱۱:۱۳-۱۶ - سبت کا ماننا -
- (۱۵) ۳۱:۱۳-۳۳ - پیرو دلیس کی محنت -
- (۱۶) ۵:۱۴ - سبت کا ماننا -
- (۱۷) ۴:۱۴-۱۱ - ضیافت کی خوش الحواری -
- (۱۸) ۱۲:۱۴-۱۴ - مہمان نوازی کا قانون -
- (۱۹) ۲۸:۱۴-۳۳ - شاگردی کی شرطیں -
- (۲۰) ۱:۱۵-۱۰ - کھوئی ہوئی بھیر اور گم شدہ سیکہ -
- (۲۱) ۱۱:۱۵-۳۲ - دو بیٹوں کی تمثیل -
- (۲۲) ۱:۱۶-۴ - ہمشیار مختار کی تمثیل -

- (۲۳) ۱۶: ۱۰-۱۲ - دولت کے متعلق۔
- (۲۴) ۱۶: ۱۴-۱۵ - خود بینی اور تکبر کے خلاف۔
- (۲۵) ۱۶: ۱۹-۳۱ - دولت مند اور لغز کی تمثیل۔
- (۲۶) ۱۶: ۴-۱۰ - خدا کی خدمت۔
- (۲۷) ۱۶: ۲۰-۲۱ - بادشاہی کی آمد۔
- (۲۸) ۱۸: ۱-۸ - اصرار کرنے والی بیوہ کی تمثیل۔
- (۲۹) ۱۸: ۹-۱۲ - محصول لینے والے اور فریسی کی تمثیل۔
- (۳۰) ۱۹: ۱۱-۲۷ - اشرافیوں کی تمثیل۔
- (۳۱) ۱۹: ۳۷-۴۰ - فریسیوں کا ہجوم کے جوش کو برامانا۔
- (۳۲) ۱۹: ۴۱-۴۴ - یروشلم پر ردنا۔
- (۳۳) ۲۰: ۱۸ - ایک قول۔
- (۳۴) ۲۱: ۵-۳۶ کی بعض آیات مثلاً ۵ تا ۱۱ (الف) - ۱۶ تا ۳۱ (الف) ۳۳ (الف) ۲۶ (ب) - ۲۷ تا ۳۳ مرقس کی انجیل سے لی گئی ہیں۔
- باقی مقدس لوقا کے خصوصی مآخذ سے لی گئی ہیں۔
- (۳۵) ۲۲: ۲۲-۲۴ - خدا کی بادشاہی میں مراتب۔
- (۳۶) ۲۲: ۳۱-۳۳ - مقدس پطرس کو نصیحت۔
- (۳۷) ۲۲: ۳۵-۳۸ - تب اور اب کے وقت۔
- (۳۸) ۲۳: ۲۷-۳۱ - یروشلم کا حشر۔
- جب ہم مقدس لوقا کی ترتیب پتھر نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ مقدس لوقا نے اپنی انجیل کا ڈھانچہ انجیل مرقس کی ترتیب کے واقعات کے مطابق ڈھالا ہے۔ اگرچہ اس کا طریقہ تالیف مقدس متی کے طریقہ سے جدا ہے۔

اُس نے خُداوند کی آرائشوں کے بیان اور عشاٹے ربانی کے مقرر ہونے کے بیان کے درمیانی عرصہ میں دیگر ماخذوں سے تین بڑے حصے اکٹھے کر کے تین مختلف مقامات میں جمع کر دئے ہیں یعنی $\frac{6}{11}$ تا $\frac{8}{11}$ اور $\frac{9}{11}$ تا $\frac{14}{11}$ اور ۱۹ باب کی ایک سے ۲۷ آیات۔ باقی ہر جگہ اُس نے مقدس مرقس کی انجیل کے الفاظ کو نقل کیا ہے۔

(۲)

ایسے واقعات اور کلمات جو صرف انجیل سوم میں پائے جاتے ہیں پانچ سو (۵۰۰) آیات مشتمل ہیں۔ جب ہم ان پر غور کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان واقعات اور کلمات کا زاویہ نگاہ اُن واقعات اور کلمات کے زاویہ نگاہ سے بالکل مختلف ہے جو صرف انجیل اول میں پائے جاتے ہیں۔ دونوں انجیل نویسوں نے اپنے اپنے مقصد کے تحت آنخذاوند کے سوانح حیات اور کلمات طبیقات کے خزانہ سے وہ باتیں جمع کی ہیں جو مختلف کلیسیاؤں میں مروج تھیں۔ تاکہ متفرق ادراک اور پیاروں کے بچلے وہ باتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ مقدس لوقا نے یہ ماخذ قیصریہ سے حاصل کئے جہاں وہ سٹے کے قریب مروج تھے۔ یہ ماخذ سامی زبان میں تھے، جن کا یونانی میں ترجمہ کیا گیا۔ جب ہم دونوں انجیل نویسوں کے جمع کردہ مسالہ کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونوں کا نقطہ نگاہ ایک دوسرے سے الگ ہے مقدس متی یہودی مسیحی نو مریدوں کے لئے وہ اقوال و واقعات جمع کرتا ہے جس سے اُن پر واضح ہو جائے کہ یسوع ناصری مسیح موعود ہیں جو ابن داؤد ابن ابراہام ہیں لیکن مقدس لوقا غیر یہودی مسیحی نو مریدوں کے لئے آنخذاوند کے وہ اقوال اور واقعات جمع کرتا ہے جس سے یہ واضح ہو جائے کہ آنخذاوند یہود اور غیر یہود دونوں قسم کی اقوام کے لئے دُنیا میں آئے ہیں اداؤن کی رسالت ہمہ گیر ہے۔ چنانچہ مقدس متی کا نسب نامہ یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا ہے (۱) لیکن مقدس لوقا کا نسب نامہ

کے مطابق ”یسوع آدم کا بیٹا اور وہ خدا کا بیٹا“ ہے (۳)۔ خداوند یسوع نہ صرف ”قوم اسرائیل کا جلال“ ہے بلکہ وہ ”غیر یہود کو روشنی دینے والا نور“ بھی ہے (۲)۔ مندرجہ بالا ماخذ مقدس لوقا کی ان تھک در دھوپ اور تلاش و محنت کے زندہ گواہ ہیں۔

(۳)

مقدس لوقا کے دو ماخذ جن سے آپ نے حضرت کلمتہ اللہ کے اقوال زرین اکٹھے کئے ایک اور پہلو سے بھی جُدا گانہ خصوصیت رکھتے ہیں۔ رسالہ کلمات میں صرف متفرق کلمات طبیات جمع کئے گئے تھے اور اس میں واقعات کو بہت کم دخل تھا لیکن مقدس لوقا کے مندرجہ بالا ماخذ میں واقعات بھی ہیں تمثیلیں بھی ہیں لیکن متفرق کلمات کو بہت کم دخل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ”یہنتوں نے اس پر کمر باندھی تھی کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو تحریر میں لے آئیں اور یوں مختلف مقامات کی کلیسیاؤں کے معلموں کے ہاتھوں میں مختلف چھوٹے بڑے رسالے اور پارے تھے جن کو مقدس لوقا نے ”شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ترتیب“ سے خداوند کے سوانح حیات، واقعات اور کلمات کو لکھا۔ انجیل نویس کے ان ماخذوں میں تین چوتھائی ایسی باتوں کی ہے جو آخراوند نے عوام سے کہیں اور کہیں۔

اس انجیل نویس کے ماخذوں کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سادہ کانگ دیگناہیل کے ماخذوں سے جُدا گانہ ہے۔ دیگر انجیل کے ماخذوں میں ملامت کے الفاظ میں درشتی پائی جاتی ہے۔ لیکن انجیل سوم کے ماخذوں میں ملامت سے تمثیلوں کے ذریعہ وہی کام لیا گیا ہے۔ مثلاً کھوئی ہوئی بھیڑ کی تمثیل کھوئے ہوئے درہم کی تمثیل یا مسرف بیٹے کی تمثیل وغیرہ۔ انجیل دوم میں فریسیوں کو

اُن کی سو فسطائی اور باطل خیالات و تاویلات کی وجہ سے ملامت کی گئی ہے۔
انجیل اول کے ماخذوں میں اُن کو اُن کی ریاکاری کے باعث ملامت کا نشانہ بنایا
گیلا ہے۔ لیکن انجیل سوم کے ماخذوں میں اُن کو اُن کے تکبر اور خود بینی کے لئے اُس
اُس روایت کے باعث ملامت کی گئی ہے جو انہوں نے عوام الناس کی طرف اختیار کر
رکھا تھا۔ (۱۸: ۹ تا ۱۴ و ۱۵: ۲۸-۳۲ وغیرہ)۔

(۴)

جب ہم پہلی تینوں انجیلوں کے ان واقعات کا مقابلہ کرتے ہیں جن کا تعلق
آنحضرت کی صلیبی موت کے ساتھ ہے تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ صلیبی واقعات
کے مختلف بیانات پاروں کی شکل میں مختلف مقامات کی کلیسیاؤں میں مروج
تھے۔ چنانچہ مقدس لوقا کا صلیبی واقعہ کا بیان مقدس مرقس کی انجیل سے
الگ ہے۔ اگرچہ اُس نے کہیں کہیں اس انجیل سے بھی استفادہ حاصل کیا
ہے۔ لیکن بالعموم مرقس کے صلیبی بیان کا بہت سا حصہ چھوڑ کر مقدس لوقا
نے اس کی جگہ اپنا خاص ماخذ استعمال کیا ہے۔ اگر ہم انجیل دوم کے مقامات
کو مقدس لوقا کے بیان سے الگ کر دیں تو مقدس لوقا کے بیان کا باقی ماندہ
ایک مسلسل اور مربوط شکل اختیار کر لیتا ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ بیان
الگ تحریری صورت میں مقدس لوقا کے سامنے موجود تھا جب اُس نے انجیل
سوم لکھی اور یہ اُس کا تحریری صورت میں جدا مستقل ماخذ تھا۔

(۵)

مرجوم ڈاکٹر سٹریٹر کا یہ نظریہ ہے کہ مقدس لوقا نے پہلے پہل ایک ایسی انجیل
لکھی تھی جس میں سوائے مرقس کی انجیل کے باقی تمام ماخذوں سے کام لیا گیا تھا
لیکن بعد ازاں جب انجیل مرقس اُس کے ہاتھ آئی تو اُس نے اُس کو بھی ماخذ بنا کر

اس انجیل کے حصّے کو جابجا داخل کر کے اپنی انجیل کی دوسری ایڈیشن لکھی جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

لیکن یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس نظریہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اگر اس انجیل میں سے وہ تمام مقامات خارج کر دیئے جائیں جو انجیل مرقس میں موجود ہیں تو باقیماندہ مقامات ایک مسلسل بیان کی صحت اختیار کر لیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان باقیماندہ مقامات اور حصّے میں کوئی تسلسل پایا نہیں جاتا بلکہ وہ پراگندہ اور پریشان اوراق بن جاتے ہیں جن کا زیادہ تر حصّہ (از ۹: ۵۲ تا ۸ باب) بے جوڑ بیانات خطبات اور کلمات کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس انجیل دوم کے حصّے میں ان باقیماندہ مقامات کو ترتیب دے کر معنی خیز بنا دیتے ہیں۔ یہی حصّے گویا ”شانِ نزول“ کا کام دے کر ان مقامات کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں پوچھنا بہت سہمہ دینے والے کے حالات میں اصلیمی واقعات کے بیان میں مرقس کی انجیل کا استعمال واضح طور پر ظاہر ہے۔ صلیبی واقعات کے بیان میں نہ صرف اس انجیل کے مقامات موجود ہیں (۲: ۲۲ تا ۱۳: ۵۴ تا ۱۶: ۷) بلکہ اس انجیل کے الفاظ بھی ان مقامات میں موجود ہیں جو مرقس سے اخذ نہیں کئے گئے (۲: ۲۲، ۱۹: ۲۲، ۲۴: ۵۲، ۵۱، ۲۳: ۳)۔ مرقس کے یہ الفاظ صرف اسی حالت میں سمجھ میں آ سکتے ہیں اگر ہم تسلیم کر لیں کہ مرقس کے دھانچہ کی ترتیب کو بحال رکھ کر مقدس لوقا نے اس کے متن کو ایک اور ترتیب دی ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر سٹریٹر کے نظریہ کے مطابق یہ ترتیب غیر فطری ہو جاتی ہے۔ مرقس کی انجیل مقدس لوقا کے بیان کردہ واقعات کی اصل بنیاد ہے اور جو باتیں اضافہ کی گئی ہیں وہ صرف ثانوی حیثیت رکھتی ہیں جس سے ثابت ہے کہ انجیل دوم ابتداء ہی سے

مقدس لوقا کے بیانات کو تعین کرنے والا ماخذ ہے۔
 ڈاکٹر سٹریٹ کے نظریہ کے مطابق جب مقدس لوقا نے اپنی انجیل کی پہلی
 ایڈیشن لکھی تھی تب انجیل دوم اچھی احاطہ تحریر میں نہیں آئی تھی لیکن ہم جتنے دوم کے
 باب اول کی فصل سوم میں ثابت کر آئے ہیں کہ انجیل مرقس قدیم ترین نمائندگی تصنیف ہے۔
 حق تو یہ ہے کہ جب مقدس لوقا کو انجیل لکھنے کا خیال آیا تب انجیل دوم ارض مقدس
 کے دور دراز مقامات کی کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں موجود بھی امدان رسالوں میں سے
 ایک تھی جن کا ذکر انجیل سوم کے دیباچہ میں آیا ہے۔ جب مقدس لوقا اپنی انجیل
 تصنیف کرنے لگے تو آپ نے اس انجیل کو معتبر ترین ماخذ سمجھ کر اپنی انجیل کو اس
 کے ڈھانچہ اور خاکہ کی بناء پر قائم کر کے دیگر ماخذوں کو اس کے مختلف حصوں میں
 داخل کر کے ایک نئی اور تازہ تصنیف بنائی۔ پس ڈاکٹر موصوف کے نظریہ کی بنا
 ہی غلط ہے۔

فصل دوم

مقدس لوقا کی انجیل کی خصوصیات

ہم گذشتہ فصل میں بیان کر چکے ہیں کہ مقدس لوقا غیر یہودی ہیں سے مشرف
 بہ مسیحیت ہوئے تھے۔ لہذا قدرتی طور پر آپ نے آنحضرتؐ کے سوانح حیات
 اور کلمات طیبات کے خزانہ میں سے ان واقعات اور کلمات کا انتخاب کیا جن سے
 یہ ثابت ہوتا تھا کہ خداوند نہ صرف اہل یہود کے مسیح موعود ہیں بلکہ اقوام عالم کے
 نجات دینے والے ہیں۔ انجیل کا پیغام افرادِ عالم سے تعلق رکھتا ہے خداوند کے مبارک
 احکام سب پر جاری ہیں۔ آپ کی انجیل ہمہ گیر اور آپ کی نجات عالم گیر ہے جو

بلا امتیاز رنگ۔ ملک، قوم اور نسل کے کل بنی نوع انسان کے لئے برکت کا موجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقدس لوقا رسالہ کلمات میں سے صرف انہی کلمات کو منتخب کرتا ہے جو اس موضوع کے مطابق ہیں اور انجیل اول کے ”پہاڑی وعظ“ کے وہ کلمات جن کا تعلق خاص قوم اسرائیل اور یہودیت سے ہے اپنی انجیل میں نقل نہیں کرتا (۱: ۷-۱۴)۔ مقدس متی کی انجیل میں موسوی شریعت کی نئی تادیل (نم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا۔۔۔۔۔۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں) مقدس لوقا کی انجیل میں نہیں پائی جاتی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ دُعا، روزہ، خیرات کے متعلق وہ حکم نہیں دیتے جو فریسیوں کے قاعدہ کے مطابق نہیں تھے۔ مرقس ۱: ۲۳ دمتی ۱: ۱۵۔ ۱۵: ۲۰ وغیرہ کے سے مقامات اس انجیل میں نہیں پائے جاتے کیونکہ وہ غیر یہودی نو مریدوں کے لئے کچھ معنی نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح مرقس ۴: ۲۲ دمتی ۱۵: ۲۱-۲۲ ۲۶-۲۸ اور اسی قسم کے دوسرے مقامات غیر یہودی کلیسیاؤں کے مصرف کے نہ تھے پس وہ ان کا انتخاب نہیں کرتا لیکن مقدس لوقا نے نیک سامری کی تمثیل۔ شکار گزار سامری کوڑھی کا واقعہ۔ خداوند کا زبدی کے بیٹوں کو سامری گاؤں کو تباہ کرنے کے خیال کے لئے بھجھ کر دنا اور اسی قسم کے دیگر اقوال اور واقعات منتخب کئے ہیں جو غیر یہود اقوام اور ارض مقدس کے باہر کے ممالک کے رہنے والوں کے لئے خاص طور پر سبق آموز تھے۔

(۳) مقدس لوقا ایک مؤرخ کی طرح بتلاتا ہے کہ آنحضرتؐ کی زندگی کے فلاں فلاں واقعات فلاں قیصر یا فلاں گورنر یا فلاں صوبہ یا فلاں حاکم کے وقت میں ظہور میں آئے (۲: ۲ + ۳: ۲۱ وغیرہ)۔ کوئی اور انجیل نویس خداوند کے سوانح حیات کو اس طور پر دنیا کے تاریخی واقعات سے متعلق نہیں کرتا۔ مقدس لوقا نے اپنی انجیل سلطنتِ روم کے ملکوں اور صوبوں کے مشترک غیر یہودیت پرستوں

یہود اور یونانی مائل یہودی ایمان داروں کی جماعت دن و گئی بادرات چو گئی ترقی کر گئی۔ "یونانی مائل" یہودی خاص طور پر غیر یہود کو خداوند کے حلقہ بگوش کرنے میں سرگرم تھے۔ کٹر یہود کی ایذا رسانی کی وجہ سے جب کلیسیا پر بڑا ظلم برپا ہوا تو ایمان داروں کی جماعت "پراگندہ" ہو گئی۔ اور "جو پراگندہ ہوئے تھے وہ کلام کی خوشخبری دیتے پھرے اور فلپس شہر سامریہ میں جا کر لوگوں میں مسیح کی منادی کرنے لگا اور لوگوں نے بالاتفاق اس کی باتوں پر جی لگایا اور سامریوں نے خدا کا کلام قبول کر لیا اور انہوں نے روح القدس پایا" (اعمال باب)۔ یہی فلپس "حبشیوں کی ملکہ کے وزیر اور اس کے سارے خزانہ کے مختار" کو بپتسمہ دینے کے بعد قیصریہ میں پہنچے تک سب شہروں میں خوشخبری سنانا گیا۔ "مقدس پطرس" ہر جگہ پھرتا ہوا (۳: ۹) قیصریہ میں جا پہنچا جہاں اس نے غیر یہود "دیندار" کرنیالیس کو بپتسمہ دیا اور غیر قوموں پر بھی روح القدس کی بخشش جاری ہوئی (۱۵: ۱) اور سب پر عیاں ہو گیا کہ "خدا نے غیر قوموں کو بھی زندگی کے لئے توبہ کی توفیق دی" ہے (۱۶)۔ جو لوگ پراگندہ ہوئے تھے وہ پھرتے پھرتے فینیکے اور کیرس اور انطاکیہ میں پہنچے اور انطاکیہ میں غیر یہود کو خداوند یسوع کی خوشخبری کی باتیں سنانے لگے اور بہت سے لوگ ایمان لا کر خداوند کی طرف پھرے (۱۱: ۱۹-۲۱) اور غیر یہود بہت پرست اقوام میں "خدا کا کلام ترقی کرتا اور پھیلتا گیا"۔ "غیر اقوام کے رسول" مقدس پطرس اور آپ کے ساتھیوں کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے غیر یہود "خدا پرست" اور یہ خدا کے فضل پر قائم ہو گئے (۱۳: ۱)۔ کٹر یہود کی مخالفت کی وجہ سے رسول مقدس نے اپنی تمام توجہ غیر یہود اقوام پر مبذول کر دی اور اس تمام علاقہ میں خدا کا کلام پھیل گیا، (۱۳: ۴۷-۴۸) اس کے بعد یہاں بھی مقدس پطرس گئے ہر جگہ غیر یہود کی "ایک بڑی جماعت ایمان لے آئی" (۱۴: ۱) اور غیر قوموں کے لئے

ایمان کا دروازہ کھل گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی عالمین کی وفات کے چند سال کے اندر ہزار ہا غیر یہود شرک اور بت پرستی کو ترک کر کے ایمان داروں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ یہ تعداد روز بروز بڑھتی گئی اور غیر یہود کلیسیا میں منظم ہو کر (۱۴) قوت پکڑتی گئیں۔

مقدس متی نے اپنی انجیل یہودی نو سریدوں کے لئے لکھی تھی جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ یسوع ناصری قوم اسرائیل کا مسیح موعود ہے جو انبیائے سابقین اور شاہان اسرائیل سے بھی بڑا ہے (۱۲: ۱۱-۱۲) اور جس کا وجود مبارک برہم کی سبیل سے بھی اعلیٰ اُردار ہے (۱۲: ۶) یہاں تک کہ وہ سبت کا بھی مالک ہے۔ (۱۲: ۸) وہ ابن آدم ہے جس کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے (۹)۔ اور جس نے موسوی شریعت میں ایک نئی روح پیدا کر دی ہے (۵: ۱۷-۱۸)۔ لیکن گویہ باتیں اہل یہود کے لئے ”زندگی اور موت“ (استثنا ۳: ۱۵) دیرمیاہ (۲) کا سوال تھیں۔ یہودی گویہ باتیں اپیل نہ کرتی تھیں۔ جو باتیں اہل یہود کے لئے دلفریب اور جاذبِ توجہ تھیں وہ بت پرست غیر یہود کے لئے دلکش نہ تھیں کیونکہ دونوں قوموں میں معاشرت تھی (اعمال ۱۳ وغیرہ) پس غیر یہودی مسیحیوں کے لئے وہ کام کی باتیں نہ تھیں اور نہ وہ ان باتوں سے متاثر ہوتے تھے۔

پس مقدس لوقا نے اس پر کمر باندھ لیا کہ مسیحی جہان کے سوانح حیات، واقعات اور کلمات طبیات کے ذخیرہ کی تحقیق اور تلاش کرے جو مختلف مقامات کی کلیسیاؤں کے پاس محفوظ تھا اور جس کو ان لوگوں نے رسالوں، یاروں اور بدقوں کی صورت میں لکھ کر کتباً شریعت سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خازن تھے۔ آپ سخت دُور دُھوپ کر کے (عجیب، ہم فصل اول میں بتلا چکے ہیں) مختلف مقامات کے مردوں اور عورتوں کو جنہوں نے زندگی کے کلام کو خود اپنے کانوں سے سنا تھا اور

اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا بلکہ غور سے دیکھا تھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا۔ لوقا (۱)۔ آپ مقدس پولوس کے ساتھی تھے اور مقدس پطرس سے بھی ملاقات کر چکے تھے جنہوں نے ”خود خداوند کی عظمت کو دیکھا تھا“ (۲ پطرس ۱)۔ پس آپ نے ”خشکی اور تری کا دورہ“ کر کے ”سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کیا۔ تاکہ ان مآخذوں سے غیر یہود ایمان داروں کے لئے خداوند کے سوانح حیات اور کلمات طبیعیات کا ایک نہایت معتبر اور مستند مجموعہ تیار کریں تاکہ ”جن باتوں کی غیر یہود نو مریدوں نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی ان کو معلوم ہو جائے۔“ پس جو کام مقدس متی نے یہودی نو مریدوں کے لئے سرانجام دیا وہی کام مقدس لوقا نے غیر یہودی نو مریدوں کے لئے پورا کیا تاکہ ان کے کام آئے۔

اس باب کی فصل اول میں ہم نے ان مآخذوں کا ذکر کیا ہے جن کو مقدس لوقا نے اپنی انجیل کی تالیف میں استعمال کیا ہے۔ یہ مآخذ قدیم ترین تھے۔ ان میں سے دو مآخذوں کو جیسا ہم نے ذکر کیا ہے مقدس متی نے بھی استعمال کیا ہے یعنی رسالہ کلمات اور مقدس مرقس کی انجیل جو قدیم ترین اور معتبر ترین مآخذ تھے۔ ان دو مآخذوں کے علاوہ مقدس لوقا نے دیگر قدیم معتبر اور مستند مآخذوں سے کام لے کر ان کو ترتیب دے کر ایک ایسی انجیل تیار کی جس کی سند کا معیار بلند اور پایہ اعتبار اعلیٰ تھا۔ ڈاکٹر سٹریٹر کہتا ہے کہ مقدس لوقا کے خاص مآخذ کی سند عین یقین مقدس مرقس کی انجیل کی سند کی سی ہے جو اول درجہ کی سند ہے یہ انشاء اللہ ہم آگے چل کر ثابت کر دیں گے کہ اس انجیل میں خداوند کے کلمات اور انجیلی بیانات میں ارامی الفاظ اور محاورات موجود ہیں جس سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ مآخذ احاطہ تحریر میں آچکے تھے۔ پس وہ نہایت معتبر تھے۔ اگر ڈاکٹر کیڈبری کی تاویل صحیح ہے کہ مقدس لوقا آنحضرت کی زندگی کے واقعات اور تعلیم

سے خود واقف تھا جس کی بنا پر وہ یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ میں ابتدا ہی سے
سب باتوں سے ٹھیک ٹھیک واقفیت رکھتا ہوں (۱) تو اس کی انجیل کا
پایہ اعتبار اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔

(۲)

اعمال کی کتاب سے جیسا ہم اوپر بتلا چکے ہیں یہ تپہ چلتا ہے کہ غیر یہود پہلے
دن ہی سے کلیسیا میں شامل ہو گئے تھے (۲) اور ان کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی
تھی کہ چند سالوں کے اندر اندر غیر یہود میں مسیحیت کا جلال سایہ فتن ہو گیا۔ پہلے
ازطابقہ کچھ شام اور دیگر مقامات میں مسیحی کلیسیا میں قائم ہو گئیں، جن کے شرک کی
اکثریت نسبت پرست غیر یہود پر مشتمل تھی۔ ماحول کے بدل جانے سے کلیسیا کے
مسیحی معتمدوں کے لئے یہ لازم ہو گیا کہ وہ اپنی تعلیم کا طریقہ کار بدل دیں اور یہودیوں
کے لئے یہودی اور غیر مختلفوں کے لئے غیر مختلفوں، جن جہائیں۔ رسولوں کی منادی
کے بنیادی اصول و لیسے کے ویسے ہی قائم رہے لیکن قدرتی طور پر غیر یہود کے لئے
ان کو پیش کرنے کا طریقہ مختلف ہو گیا۔ یہ اصول مسیحی انجیل کے روح رواں تھے۔
پہلے غیر یہود کے لئے زیادہ تفصیلات کی ضرورت تھی لہذا پہلے پیل مقدس پولوس
جیسے علموں نے ان کی اس ضرورت کو پورا کیا۔ لیکن چونکہ اربع مقدس کے انداز
بامہر سلطنت روم کے مختلف صوبوں اور شہروں میں ہزار ہا غیر یہود نسبت پرست
مسیحی ایمان پر ایمان لارہے تھے پس ان ذرا فزون ایمان داروں کے لئے ایک انجیل
کی ضرورت کا احساس بہت جلد پیدا ہو گیا تاکہ ان کے ایمان کی استقامت ہو
اور اس کے ذریعہ وہ دوسروں کو بھی مسیحی کے قدموں میں لاسکیں۔ اس خلا اور ضرورت
کو پورا کرنے کے لئے مقدس کو قانے انجیل لکھی۔ پس یہ انجیل کلیسیا کے ابتدائی دور
سے تعلق رکھتی ہے۔ ان دنوں میں رسالہ کلمات اور انجیل دوم اور چند دیگر رسالے

اند پلوے لکے گئے تھے لیکن غیر یہود کلیسیاؤں کے لئے یہ ناکافی تھے۔ اُن کو ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت تھی جس میں نہ صرف خداوند کی پیدائش سے لے کر صعودِ آسمانی تک کے واقعات ہوں بلکہ جس میں آخوندانہ کی تعلیم کے وہ حصے جو خاص طور پر غیر یہود کو اپیل کوں درج ہوں۔ مقدس لوقا نے اس کام کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ پس مقدس لوقا کی انجیل مقدس مرقس کی انجیل کے خریبا پندرہ سال بعد احاطہ تحریر میں آئی۔

(۳)

جب ہم مقدس متی کی انجیل اور مقدس لوقا کی انجیل کا مقابلہ کرتے ہیں تو جیسا ہم کہہ چکے ہیں ہم پر یہ خیال ہو جاتا ہے کہ دونوں انجیل نویس ایک دوسرے کی تصنیف سے واقف نہ تھے۔ پس دونوں ایک دوسرے کی تصنیف کی جانب سے بے نیاز ہیں۔ دونوں اپنی اپنی انجیلوں کو مختلف زادیہ نگاہ سے لکھتے ہیں مقدس متی کی انجیل میں اُن سوالات کے جواب پائے جاتے ہیں جو کٹر یہودی مسیحی جماعت سے پوچھتے تھے مثلاً تم ایسے شخص کو مسیح موعود کیوں کہتے ہو جس کے حالات ہمارے تصوراتِ مسیحائی کے خلاف ہیں۔ بعض یہودی مقدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کے شاگرد تھے (اعما ۱۹: ۱-۲۵ وغیرہ) جو مسیح موعود کی راہ دیکھتے تھے۔ اُن کے سوالات کے جواب بھی اسی انجیل میں ہیں۔ لیکن غیر یہود کو ایسے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ مُشرک بُت پرست تھے جو گناہوں سے نجات پانے کے طالب تھے۔ ان میں سے جو موجدِ خدا پرست تھے وہ مُشرکانہ مذاہب کے توہمات اور تعلیمات سے بیزار تھے۔ مقدس پولوس کے خطوط سے بالخصوص جو آپ نے رومیوں، کرنتھیوں، کلٹیوں، کلسیوں کو لکھے ان سوالات کا پتہ چلتا ہے جو غیر یہود کو مسیحیت کی جانب کھینچ لائے۔ ہم نے اپنے رسالہ نور الہدے

میں ان کا مفصل ذکر کیا ہے لہذا ہم ان کا یہاں ذکر نہیں کرتے۔ مقدس لوقا نے ان غیر یہود کے سوالات کے جواب اپنی انجیل میں لکھے تاکہ ان کو مسیحی ایمان کے اصول کی پختگی معلوم ہو جائے۔ پس چونکہ دونوں انجیلوں کا نقطہ نظر الگ الگ ہے۔ ان کے مصنفوں نے ایک دوسرے کی تصنیف سے کچھ اخذ نہیں کیا۔ حالانکہ دونوں میں مشابہت بھی موجود ہے مثلاً دونوں نے انجیل دوم کا استعمال کیا ہے۔ دونوں نے رسالہ کلمات کے خطبات کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ دونوں نے اپنی انجیل کے شروع میں پیدائش کے حالات بیان کئے ہیں۔ دونوں میں نسب نامے موجود ہیں۔ دونوں نے مقدس مرقس کے صلیبی واقعات کے بیان میں اضافہ کیا ہے۔ گو دونوں کے اضافوں میں کوئی مشترکہ بات نہیں ہے اور دونوں انجیل مرقس اور رسالہ کلمات کو ایک ہی طرح استعمال نہیں کرتے، جس کی وجہ سے ان کا الگ الگ زادیہ نگاہ ہے۔ لیکن چونکہ دونوں انجیلیں ایک دوسرے سے بے نیاز ہیں اس حقیقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں انجیل قریب قریب ایک ہی وقت میں لکھی گئی تھیں۔ مقدس مرقس کی انجیل میں ہم آئندہ زندگی کے واقعات کے زمانہ کے قریب ترین ہیں۔ اس میں جو واقعات درج ہیں ان کے بیان کی سادگی، شگفتگی اور تازگی اس بات کی شاہد ہیں کہ یہ واقعات باقی دونوں انجیلوں سے کم از کم دس پندرہ سال پہلے لکھے گئے تھے۔ پس مقدس لوقا کی انجیل مرقس کی انجیل سے دس پندرہ سال بعد احاطہ تحریر میں آئی۔ انشاء اللہ ہم آگے چل کر اس موضوع پر مفصل بحث کریں گے۔

(۴)

انجیل سوم کی قدامت اور پایہ اعتبار اس امر سے بھی ثابت ہے کہ مقدس پولوس کے خطوط، الہیات اور تصورات کا اثر اس انجیل میں کہیں نہیں پایا جاتا

حالانکہ مقدس لوقا آپ کے ہم سفر ساتھی تھے اور اُس نے آپ کا ساتھ آخری دم تک دیا۔ مقدس لوقا ایک ایمان دار اور دیانت دار مؤرخ کی طرح ان واقعات کو صحیح صحیح بیان کرنے پر ہی کفایت کرتا ہے جو اُس کے ہاخذوں میں موجود تھے۔ خداوند کے صندوق آسمانی کے بعد جو تصورات کلیسیا کے معلموں نے پیش کئے، اُن کا شائبہ بھی اس انجیل میں موجود نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مقدس لوقا کی انجیل کے پہلے دو باب کا تعلق یہودی ماخذوں سے ہے جس میں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو مقدس لوقا جیسے غیر یہودی مصنف کے خیالات سے بیگانہ ہیں۔ ان میں یہودی رسوم اور یہودی شریعت کا ذکر ہے۔ ذکرِ یاء اور الشیخ کا بیان، سیکل میں یاری باری کا مقرر ہونا، آٹھویں روز ختنہ کی رسم کی ادائیگی اور نام کا رکھا جانا، زچہ کا شکرانہ اور نذرانہ، شمعوں اور حنہ کے گیت وغیرہ وغیرہ یہی ماخذ تھے جن کو وہ نہایت ایمان داری کے ساتھ نقل کرتا ہے۔

(۵)

ناظرین کو یاد ہو گا کہ ہم نے حصہ اول کے باب سوم میں رسولوں کی منادی کا خاکہ پیش کیا تھا۔ حصہ دوم کے باب اول کی فصل دوم میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مقدس مرقس کی انجیل کے مضامین رسولوں کی منادی کے مطابق مرتب کئے گئے ہیں لہذا وہ قدیم ترین تصنیف ہے۔ جب ہم مقدس متی اور مقدس لوقا کی انجیلوں کے مضامین پر نظر کرتے ہیں تو ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ مقدس مرقس نے آئندہ انجیل نویسوں کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا ہے جس کے ڈھانچہ کو باقی انجیل نویس اختیار کر لیتے ہیں۔ انجیل اول اور سوم میں رسولوں کی ابتدائی منادی کے مختلف حصوں میں سے بعض پنداریاں ندر دیا گیا ہے اور بعض حصوں پر زور نہیں دیا گیا۔ یہ حقیقت کبھی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ یہ دونوں انجیلیں ابتداءً ایام سے ذرا پرے سے لک

ادمان کے بعد تصنیف کی گئی تھیں۔ مثلاً مقدس مرقس کی انجیل میں صلیبی واقعہ تمام انجیل کا پانچواں حصہ ہے، لیکن انجیل اول کا ساتواں حصہ اور انجیل سوم کا چھٹا حصہ ہے۔ اگر ان دونوں انجیلوں کو یہ حیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں تعلیم کے حصص غالب ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ دونوں انجیل نویں اس زمانہ میں لکھ رہے تھے جب ابھی وہ روموں کی ”منادی“ سے براہ راست اور بلا واسطہ واقف تھے۔ ابتدائی منادی کے اصول اور اس کا نفس مضمون ان انجیلوں میں زندہ اور حقیقی لگتا ہے۔ اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں انجیلیں قدیم ہیں۔ اگرچہ وہ مقدس مرقس کی انجیل کے دس پندرہ سال بعد تصنیف کی گئی تھیں۔

(۶)

مقدس لوقا کی انجیل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس زمانہ میں لکھی گئی تھی جب غیر یہود کے درمیان مقدس لوقا اور اس کے ساتھی انجیل جلیل کی تبلیغ بڑے زور اور شور سے کر رہے تھے۔ صلیب کے یہ شجاع سپاہی اور دلیر علم بردار سلطنت روم کے مختلف مقامات میں صلیب کا پرچم لہا رہے تھے۔ وہ فتح کرتے ہوئے نکلے اور فتح کرتے گئے“ (مکا ۶)۔ اعمال کی کتاب کا مطالعہ بھی یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ انجیل سوم اس زمانہ میں لکھی گئی جب وہ واقعات رومنا ہو رہے تھے جن کا ذکر اعمال کی کتاب میں ہے۔ انجیل سوم میں بعض ایسی باتیں موجود ہیں جو اس کتاب کے واقعات کی روشنی میں ہی بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہیں۔

(۷)

مقدس لوقا میں خدا کی بادشاہی کے تصور کو نمایاں جگہ حاصل ہے لیکن

اس انجیل میں اس سے مراد صرف خدا کی حکومت ہی ہے، جس کی آمد پر موجودہ دور کا خاتمہ ہو جائیگا اور اس کی بجائے خدا کی بادشاہی قائم ہو جائے گی۔ پس یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس اصطلاح سے مقدس لوقا کا بھی مطلب ہے جو انجیل مرقس اور سالہ کلمات میں موجود ہے (۱۱: ۳۰ - ۳۸: ۲۴ و ۱۶: ۲۲ و ۱۸: ۲۳)۔ لیکن اس بادشاہی کا جلدی ظہور میں آنے کا خیال ایسا نمایاں اور واضح نہیں جیسا انجیل مرقس میں ہے (دیکھو مر ۱۶: ۲۲ و ۲۴ + ۲۳: ۱۳)۔ چنانچہ مقدس لوقا میں خداوند کی ایک تشبیل درج ہے جس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو یہ گمان کرتے تھے کہ خدا کی بادشاہی ابھی ظاہر ہو چاہتی ہے۔ — ۱۱: ۱۹ اور ۲: ۱ میں ان لوگوں کے خلاف خبردار کیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ "وقت نزدیک آپہنچا ہے"۔ تاہم یہ انجیل نویس تمام ابتدائی کلیسیا کے ایمان داروں کے ساتھ یہ تسلیم کرتا ہے کہ موجودہ دور ختم ہو جائیگا اور ابن آدم کا ظہور اچانک ہوگا (۱: ۲۲ - الخ - ۳۵: ۲۱ - ۳۶)۔

اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ یہ انجیل تب لکھی گئی تھی جب اس قسم کے خیالات کلیسیاؤں میں پائے جاتے تھے اور مقدس پولوس نے تھسلونیکہ کلیسیا کو ان کے خلاف اپنے دوسرے خط میں خبردار کیا تھا (۲ باب)۔ اگر ہم تھسلونیکہ ۲: ۵ - ۸ کا مقابلہ لوقا ۲۱: ۳۴ - ۳۶ سے کریں تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ رسول کی عبارت کے الفاظ تک انجیل میں اس لحاظ سے بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ انجیل پہلی صدی کے قریب لکھی گئی تھی جب یہ غلط احاطہ تحریر میں آئے تھے۔

ڈاکٹر ڈاڈل *Dodd* لکھتے ہیں "یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگرچہ اعمال کی کتاب کی تقریروں میں آنخداوند کی آمد کا ذکر ہے (۳: ۱۲ - ۲۱)

تاہم آپ کی فوری آمد ثانی کے سوال پر زور نہیں دیا گیا۔ چنانچہ الجواب
 ۲۵۵ و ۱۳ میں اس کا نہ تو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اور نہ اس پر
 خاص زور دیا گیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بات رسولوں کی منادی
 کا جزو ضرور تھی لیکن اس پر زور نہیں دیا گیا بلکہ ان کی "منادی" کا تمام تر
 زور اس بات پر ہے کہ خدا نے اپنے لوگوں پر رحم کیا ہے اور نجات بخشی
 ہے اور اسی بات پر مقدس پولوس زور دیتا ہے۔ چنانچہ ایکسائینکی (سہمٹی)
 سے ظاہر ہے کہ آمد ثانی کا وقت آگیا ہے لیکن بعد میں اس پر زور نہیں دیا گیا
 بلکہ تمام تر زور گناہ سے نجات پانے پر ہے (۲ کر ۵ - ۱ - ۶ - ۱۱ وغیرہ)۔
 یہی زاویہ نگاہ مقدس لوقا کی انجیل کا ہے جو اس انجیل کی اصلیت اور قدمت
 کا ایک مزید اور زبردست ثبوت ہے۔

باب چہارم

اناجیل کے طریقہ تالیف پر تبصرہ

گذشتہ ابواب سے ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ ہماری اناجیل نہایت قدیم ہیں اور ان کا پایہ اعتبار نہایت بلند اور رفیع ہے کیونکہ وہ ان مآخذوں سے تالیف کی گئی ہیں جن کا تعلق اُس زمانہ سے ہے جب ابھی واقعات رونما ہو رہے تھے۔ اور ان میں سے اہم ترین مآخذ آخذاوند کی حین حیات میں ہی لکھا گیا تھا۔

جب آخذاوند تعلیم دینے لگے تو آپ قریباً تیس برس کے تھے (وقتاً)۔ آپ کی زندگی کا وہ زمانہ جو خلق خدا کی خدمت میں صرف ہوا کم از کم چار سو دن کا مختصر زمانہ تھا لیکن جب ہم چاروں انجیلوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان میں چار سو دنوں میں سے بمشکل چالیس الگ الگ دنوں کے بعض چھوٹے بڑے واقعات کا ہی ذکر ملتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آخذاوند کی اس اعلانیہ زندگی کا ۹ حصہ کی نسبت ہمیں کوئی علم نہیں۔ اگر چاروں انجیلوں کا اگھنڈ یا ٹکڑا کیا جائے اور ان کو لگاتار آہستہ آہستہ پڑھا جائے تو زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے لگتے ہیں۔ چاروں انجیلیں آخذاوند کی پہلی تیس سالہ زندگی کو دو باب میں بیان کر رہی ہیں لیکن آپ کی زندگی کے آخری ہفتہ کے واقعات تیس ابواب پر مشتمل ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ہم بتلا چکے ہیں کہ خداند کے سامعین کی تعداد ہزار ہا تھی اور آپ کی زندگی

میں اور آپ کی وفات کے بعد بیس پچیس سال تک ان ہزاروں چشم دید گواہوں کے آپ کے متعلق ہزاروں زبانی اور صد ہا تحریری بیانات مشہور ہو گئے۔ پس انجیل نویسوں کے پاس بہت مسالہ تھا جو بہتوں نے لکھا تھا (لوقا ۱) لیکن انجیل نویسوں نے ہر ایک بیان کو اپنی انجیل میں درج نہ کیا بلکہ آنحضرت کے کلمات طبیعیات، معجزات، بیانات اور سوانح حیات میں سے صرف ان کو منتخب کیا جو اعلیٰ ترین پایہ اعتبار کے تھے اور جو ان کے مطلب کے بھی تھے مقدس لوقا نے اس انبار میں سے بعض کو منتخب کیا ۲ - ۱۱ - اعمال ۱۰: ۲۹ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - مقدس متی اور مقدس لوقا نے بھی ایسا ہی کیا (۱: ۱ - ۳) - مقدس مرقس کا طریق کار بھی تھا (اعمال ۱۱: ۲۶ - ۱۶: ۲ - ۱۷: ۲ - ۱۸: ۱ - ۱۹: ۱ - ۲۰: ۱ - ۲۱: ۱ - ۲۲: ۱ - ۲۳: ۱ - ۲۴: ۱ - ۲۵: ۱ - ۲۶: ۱ - ۲۷: ۱ - ۲۸: ۱ - ۲۹: ۱ - ۳۰: ۱ - ۳۱: ۱ - ۳۲: ۱ - ۳۳: ۱ - ۳۴: ۱ - ۳۵: ۱ - ۳۶: ۱ - ۳۷: ۱ - ۳۸: ۱ - ۳۹: ۱ - ۴۰: ۱ - ۴۱: ۱ - ۴۲: ۱ - ۴۳: ۱ - ۴۴: ۱ - ۴۵: ۱ - ۴۶: ۱ - ۴۷: ۱ - ۴۸: ۱ - ۴۹: ۱ - ۵۰: ۱)۔

حق تو یہ ہے کہ ہر مصنف کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص کتاب لکھنے بیٹھتا ہے تو وہ اپنی تصنیف میں ان تمام باتوں کا ذکر نہیں کرتا جن کا اس کو علم ہوتا ہے بلکہ صرف ان ہی باتوں کا ذکر کرتا ہوتا ہے جو اس کے موضوع کے خاص پہلو سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً مقدس پولوس اپنے خطوط میں مسیحی جہان کے معجزات کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا اور بمشکل آپ کے دو چار اقوال پیش کرتا ہے اور وہ بھی صرف ضمنی طور پر۔ اعمال کی کتاب میں پولوس رسول کی تبلیغی مساعی کا مفصل ذکر ہے لیکن اس کو پڑھنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ مقدس رسول نے اپنی کلیسیاؤں کو کبھی خط بھی لکھے تھے۔ اس رسالہ سے ہم کو مقدس پولوس کے طرز استدلال اور اسلوب تحریر کا پتہ بھی نہیں چل سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس روم کے مقدس کلیمنت نے جو خط پہلی صدی کے آخر میں لکھا تھا اس میں مقدس پولوس کے خطوط کے مجملہ کا وہ ذکر تک نہیں کرتا حالانکہ ۴ باب میں ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴۶ - ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ - ۱۳۴۹ - ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ - ۱۳۵۲ - ۱۳۵۳ - ۱۳۵۴ - ۱۳۵۵ - ۱۳۵۶ - ۱۳۵۷ - ۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ - ۱۳۶۰ - ۱۳۶۱ - ۱۳۶۲ -

(۲)

علاوہ ازیں خداوند کی زندگی کے اُن واقعات احادیث کے اُن کلمات زرین کو بقا نصیب ہوئی جو رسولوں اور مبشرین کی ”منادی“ کے جز اور اس منادی کے اجزائی مثالیں تھیں یا جن کا دوران و غلط اکثر ذکر کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں بیان کرنے والے وہ لوگ تھے جو خود چشم دید گواہ تھے اور جو ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تھے (اعمال ۸: ۱۰ و ۱۴ و ۲۶ و ۳۲: ۹ وغیرہ)۔ یہ لوگ مختلف کلیسیائی مرکزوں میں آنحضرت کی تعلیم، زندگی اور قیامت کے حالات سناتے تھے پس مختلف کلیسیاؤں میں مختلف بیانات مروج تھے جن کو انجیل نویسوں نے اپنے ماخذ بنایا مثلاً خداوند مسیح کی قیامت کے متعلق کسی جگہ یہوشلیم میں، اور کسی جگہ گلیل میں دکھائی دینے کے بیانات مروج تھے۔ انجیل نویسوں نے ان میں سے بعض بیانات کو لے لیا اور دوسروں کو چھوڑ دیا۔ مثلاً مقدس پولوس ہم کو بتلاتا ہے کہ آنحضرت اپنی قیامت کے بعد کیفا کو اور اس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا (۱ کر ۱۵: ۵) لیکن کسی انجیل نویس نے کیفا کو دکھائی دینے کا واقعہ بیان نہیں کیا اگرچہ اس کا ذکر کیا گیا ہے (لوقا ۲۴: ۳۴)۔

آنحضرت کی تعلیم رسولوں، مبلغوں اور مبشرین کی ”منادی“ میں اور کلیسیا کی روزانہ زندگی میں چراغِ راہ تھی۔ وہ ہر جگہ دھرائی اور سکھائی جاتی تھی۔ مثلاً یہ کہ کلیسیا کا رویہ کیا ہونا چاہئے جب یہودی رسوم، ختنہ، حلال و حرام، سبت کا احترام، نکاح، طلاق، مہیکل اور قیصر کو جزیہ دینے کے سوال وغیرہ درپیش ہوں یا جب زر اور دولت کا سوال، آمدنی کا سوال، نئے دور کے آغاز کا سوال، مسیحی جماعت کے سامنے پیش ہو۔ یہ زبانی بیانات اور تحریری پارے جو دورِ اولین کے تھے، مختلف قیمتی پتھروں کی طرح چایا دور و دراز

مقامات کی کلیسیاؤں میں بکھرے پڑے تھے۔ انجیل نویسوں نے ان قیمتی پتھروں کو جمع کیا اور ان سے اناجیل کے تاج بنائے گئے۔

(۳)

گذشتہ ابواب سے ظاہر ہو گیا ہے کہ انجیل نویسوں نے چشم دید گواہوں کے بیانات کو تسلیم کیا ہے۔ ہر ایک انجیل نویس کے پاس مختلف ماخذ تھے۔ اگرچہ ان میں سے بعض نے ایک ہی قسم کے ماخذ استعمال کئے ہیں۔ چونکہ یہ مختلف ماخذ مختلف چشم دید گواہوں کے بیان تھے پس قدرتاً ان کے بیانات کی تفصیل میں اختلاف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ انجیل نویس ایک ہی واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو چونکہ ان کے ماخذ مختلف تھے لہذا ان اناجیل کے بیانات کی تفصیلات میں اختلاف کا ہونا ایک لازمی اور ناگزیر امر تھا۔ مثلاً صلیبی واقعہ کی تفصیلات میں اختلاف ہے چنانچہ پہلی تین انجیلوں میں مرقوم ہے کہ شمعون نے آنخڑاوند کی صلیب اٹھائی تھی لیکن مقدس یوحنا میں ہے کہ آنخڑاوند خود اپنی صلیب اٹھائے ہوئے قتل گاہ کو گئے تھے۔ اس قسم کے تفصیلی اختلافات ہر واقعہ کے چشم دید گواہوں کے بیانات میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر گواہوں کے بیانات کی تفصیل میں اختلافات نہ ہوں تو عدالت کے فاضل جج ان بیانات کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہ قدرتی بات ہے کہ ہر گواہ اپنے خصوصی زاویہ نگاہ سے واقعہ کو دیکھے اور اس کو بیان کرے اور یہ بیانات کے اختلاف کا موجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رائٹ آنریبل لارڈ شائے SHAW جو لارڈ آف اپیل رہ چکے ہیں کہتے ہیں ”ہر شخص اور بالخصوص ہرج پر جس کا سابقہ شہادت اور گواہی سے پڑتا ہے، یہ بات فوراً ظاہر ہو جاتی ہے کہ اگرچہ صلیبی بیان کی تفصیل میں فرق ہے اور ہر انجیل نویس کے بیان کرنے کا طریقہ نزاع کا گناہ ہے اور

چاروں بیان کرنے والوں کی سمجھ کے مطابق واقعہ صلیب کے مختلف پہلوؤں پر دور دیا گیا ہے تاہم صلیبی موت کا بیان ذرا رکھتا ہے اور بیان کردہ واقعات کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا (یسوع مسیح کا مقدمہ صفحہ ۷۰ - وی ٹریل آف جیمز کر اسٹ)۔

مقدس متی اور مقدس لوقا نے بعض واقعات کے بیان کو دہرایا ہے یسوع ہائیکس کہتا ہے کہ اس قسم کے بیانات نہایت اہم قسم کے ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ ہم کو انجیل کے ماخذوں کا پتہ چلتا ہے اور اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ انجیل کے مصنفوں نے اپنی انجیل کو مرتب کرنے وقت کیا کیا ماخذ استعمال کئے تھے۔ بعض ادوات خط وند کا ایک قول دو مختلف ماخذوں میں مختلف سیاق و سباق میں لکھا گیا ہے اور دونوں انجیل نویسوں نے دونوں ماخذوں کو نہایت ایمان داری سے نقل کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی قول یا واقعہ کے دو بیانات بعض اوقات ایک ہی انجیل میں پائے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت کے کلمات (اور سوانح حیات) جو انجیل میں درج ہیں صرف کسی ایک موقعہ یا محل پر ہی لائے نہیں گئے تھے۔ اس نکتہ کو مؤلفانہ نظر انداز کیا جاتا ہے اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ آنحضرت نے اپنی سالہ خدمت میں جو کلمہ بھی فرمایا تھا وہ صرف ایک ہی بار آپ کی مبارک زبان سے نکلا تھا اور بس۔ اور جس قسم کا معجزہ آپ نے ایک دفعہ کیا تھا صرف ایک ہی موقعہ پر کیا تھا۔ لیکن یہ مفروضہ سب سے غلط ہے اور تحقیق حق میں شاٹ فاسٹ ہے۔ مثلاً متی باب ۱۱: ۱۸ میں لکھا ہے کہ شاگردوں نے حضرت کو چھپا کر آسمان کی بادشاہی میں جڑا کون ہے؟ تب آپ نے ایک بچے کو بیچ میں کھڑا کر کے بڑائی کا اصول بتلایا۔ اور مقدس اور لوقا میں آپ نے یہ اصول بتلایا جب گرد

میں باہم بحث چھیڑی (۹ باب)۔

پس ظاہر ہے کہ آنخدوند نے ایک ہی قسم کا قول اپنی سہ سالہ خدمت کے دوران میں کئی بار اور مختلف موقعہ اور محل پر فرمایا تھا اور ایک ہی قول مختلف تحریری ماخذوں اور پاروں میں مختلف موقعہ اور محل کے مطابق انجیل نویسوں کے سامنے موجود تھا جس کو انہوں نے نقل کر لیا۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر مونٹی فیوری کا قول یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آنخدوند کی زندگی کے کسی واقعہ کی سچائی یا آپ کے کسی قول کی اصلیت اس کے ماننے کی قدامت پر منحصر نہیں ہے یعنی یہ باطل ہے کہ اگر کوئی قول یا واقعہ پہلے لکھا گیا ہے تو وہ صحیح ہے اور اگر کوئی دوسرا قول یا واقعہ اس کے چند ماہ یا سال بعد احاطہ تحریر میں آیا ہے تو وہ غلط ہے۔ کسی قول یا واقعہ کی صحت کا صحیح معیار تو یامینوں کی کمی بیشی نہیں ہے۔ مثلاً پہاڑی و غظا کے لوہے یہ مجبوعہ انجیل متی میں موجود ہے جس میں خدوند کے مختلف ترین اقوال کو ایک مقام میں جمع کیا گیا ہے۔ گویا اقوال ایک ہی وقت اور ایک ہی موقعہ پر نہیں فرمائے گئے تھے جیسا کہ انجیل لوقا سے ظاہر ہے کہ جمع کئے جانے سے پہلے یہ اقوال منتشر تھے اور حسب موقعہ اور محل بولے گئے تھے۔ پس ان اقوال کی اصلیت کا معیار ان کے جمع کئے جانے کا زمانہ نہیں ہے بلکہ اس اصلیت کا دار و مدار ان کے بولے جانے کے بعد ان کے محفوظ رہنے پر ہے۔

مؤرخ سیلی seeley اپنی کتاب *Eccle Homo* رد ایکسی ہومو میں خوب کہتا ہے کہ اناجیل کے بہترین اقوال اور ترین کلمات کی اصلیت میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایسے الفاظ ہیں جو صرف آنخدوند کی زبان حقیقت ترجمان سے ہی نکل سکتے تھے۔ آپ کے رسول ایسے

تخلیقی دماغ اور ذہن رسا رکھتے ہی نہ تھے کہ وہ ان کو گھڑ سکتے۔ وہ صرف معمولی سمجھ اور سوچ بوجھ کے انسان تھے۔ بلکہ سچ پوچھو تو وہ اس قابل نہ تھے کہ خداوند کے کلمات کی گہرائیوں کو پاسکیں۔ بلکہ بعض اوقات تو وہ آپ کے اقوال کے سطحی مطلب کو بھی سمجھنے سے قاصر تھے۔ انہوں نے تمام حالات کو پوست کندہ لکھ دیا ہے اور عالم و عالمیان کو مستفید کر دیا ہے۔

(۴)

جب انا جیل احاطہ تھریئر میں آئیں اُس زمانہ میں کاغذ ابھی دریافت نہیں ہوا تھا۔ کتابیں اور رسالے طوماروں پر لکھے جاتے تھے جو لپیٹے جاتے تھے۔ قدرتا ہر مصنف یہ چاہتا تھا کہ اُس کے طومار کا ساڑز صرف اتنا بڑا ہو کہ کھولتے پڑھتے اور لپیٹتے وقت پڑھنے والا وقت محسوس نہ کرے اور طومار بھی نہ پھٹے۔ پس مصنف کو لازمی طور پر واقعات کا انتخاب کرنا پڑتا تھا اور صرف انہی واقعات کو قلمبند کرتا تھا جو اُس کے مقصد کے لئے اہم تھے اور دیگر واقعات کو نظر انداز کر دیتا تھا۔ چنانچہ اس نقطہ کو نگاہ میں رکھ کر انا جیل کا ساڑز محدود رکھا گیا۔ اور انجیل نویسوں نے آنحضرت کے ہزاروں واقعات اور کلمات میں سے صرف وہی کلمات اور واقعات لکھے جو اُن کے مطلب کو بدرجہ احسن پورا کرتے تھے۔ پے پاؤس (رسول) کے پارچہ کی تقطیع ۵ انچ سے ۱۵ انچ تک ہوتی تھی۔ اس کے متعدد ٹکڑے اکٹھے لمبان میں جوڑے جاتے تھے اور یوں ایک لمبا طومار تیار کیا جاتا تھا جو لپیٹا جاتا تھا۔ یہ طومار طول میں عام طور پر تینس یا بیس فٹ ہوتے تھے۔ پس انجیل نویس کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا تھا کہ جو کچھ اُس نے لکھنا ہے وہ بنسٹ پچیس فٹ لمبے طومار میں لکھا جاسکے چنانچہ مرقس کی انجیل کے لئے ۱۹ فٹ کا طومار درکار ہوتا تھا۔

یوحنا کی انجیل کے لئے ۲۳ فٹ کا اور متی کی انجیل کے لئے تیس فٹ کا طومار درکار تھا۔ لوقا کی انجیل کے لئے ۳۲ فٹ کے طومار کی ضرورت تھی۔ پس لامحالہ انجیل نویسوں کو آنحضرت کے کلمات طبیعیات اور معجزات اور سوانح حیات میں سے انتخاب کرنا پڑتا تھا اور انہوں نے نہایت حزم و احتیاط سے کام لے کر اپنے مقصد کے تحت صرف انہی واقعات کو قلمبند کیا جو زیادہ سے زیادہ یسوع یا یسوع کے طومار پر رکھے جاسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقدس متی اور مقدس لوقا انجیل دوم کو نقل کرتے وقت بعض الفاظ کو چھوڑ دیتے ہیں مثلاً ۱۳: ۱ کو نقل کرتے وقت مقدس لوقا الفاظ ۱۳: ۱۲ کو چھوڑ دیتا ہے۔ متی اور لوقا انجیل مرقس ۱۳: ۱۲ یا ۱۳: ۱۲ کو نقل کرتے وقت اس مقام کی تفصیلات کو چھوڑ دیتے ہیں (متی ۱۴: ۱۲ - ۲۰ لوقا ۴: ۳۷ - ۴۱) گو یہی تفصیلات ثابت کرتی ہیں کہ یہ تمام بیان کسی چشم دید گواہ کا بیان ہے۔ لیکن چونکہ ان تفصیلات کے بغیر بھی بیان مکمل ہے پس متی اور لوقا ان کو نقل نہیں کرتے۔ لیکن اس قسم کی غیر ضروری تفصیلات سے ہر روشن دماغ پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا بیان کرنے والا ایک چشم دید گواہ ہے اور وہ انجیل نویس کے دماغ کی اختراع نہیں کیونکہ ان کے بغیر بھی بیان مکمل ہے۔

(۵)

ہم ابواب بالا میں دیکھ چکے ہیں کہ تینوں انجیل نویسوں نے قدیم ماخذوں کو لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے۔ چنانچہ مقدس متی نے مقدس مرقس کی انجیل کی تو کے فی صدی باتیں تقریباً مقدس مرقس کے الفاظ میں نقل کی ہیں اور مقدس لوقا نے مقدس مرقس کی انجیل کا آدھے سے زیادہ نقل کیا ہے۔ اور تینوں انجیل کے مشترکہ مقامات میں مقدس متی یا مقدس لوقا یا دونوں انجیل نویس مقدس مرقس کے الفاظ کا

ایک کثیر حصہ نقل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مقدس مرقس کی انجیل کے مندرجہ واقعات کی ترتیب کو باقی دونوں انجیل نویس قائم رکھتے ہیں اور جس مقام میں ایک انجیل نویس اس ترتیب کو چھوڑ دیتا ہے، دوسرا انجیل نویس اس کو قائم رکھتا ہے۔ ان امور سے ہم کو انجیل نویسوں کی طرز تالیف کا پتہ مل جاتا ہے کہ جہاں تک ہوسکا انہوں نے اپنے ماخذوں کے الفاظ کو قائم اور برقرار رکھا اور ان میں تبدیلی نہ کی۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان انجیل میں بمشکل کوئی لفظ ہوگا جو ان کے ماخذوں میں نہ ہو۔ چونکہ ان ماخذوں کے الفاظ کا پایہ اعتبار انسانی زمین ہے اور ان کے ہر لفظ کی صحت کا ذمہ دار ہے لہذا ان انجیل کا بھی پایہ اعتبار بلند ترین ہے کیونکہ وہ صرف مضمر الفاظ پر مشتمل ہیں۔

(۶)

بائیں ہمتینوں انجیل نویسوں نے اپنے ماخذوں کو اس حیرت انگیز طور پر استعمال کیا ہے کہ ان کو اپنا لیا ہے۔ ایسا کہ ہر ایک کا طرز تحریر الگ ہے۔ ہر ایک کا اسلوب بیان جدا ہے۔ مقدس مرقس کا طرز بیان مقدس متی کا سا نہیں اور مقدس متی کا طور تحریر مقدس لوقا کا سا نہیں۔ ہر ایک کی طرز خصوصی ہے ایسا کہ جس شخص نے ان انجیل کا ذرا غور و تدبیر کے ساتھ مطالعہ کیا ہے وہ فوراً بتلا سکتا ہے کہ فلاں آیت لوقا میں یا مرقس میں یا متی کی انجیل میں نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا طرز تحریر اس مصنف کا سا نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ انجیل نویسوں نے اپنے ماخذوں کو اس خوش اسلوبی سے اپنا لیا ہے کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں انجیل مرقس نہ ہوتی تو ہم انجیل اول و سوم سے تمام کی تمام انجیل مرقس کو مرتبہ کر سکتے حالانکہ ان دونوں انجیلوں میں وہ نقل کی گئی ہے۔ ہم باسانی اس انجیل کے الفاظ بھی متعین نہ کر سکتے، لیکن چونکہ انجیل مرقس

ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے ہم نہ صرف یہ بتلا سکتے ہیں کہ اس کو باقی دونوں
انجیل نویسوں نے نقل کیا ہے بلکہ ان دونوں کے مشترکہ الفاظ سے ہم رسالہ کلمات
کو بھی ایک حد تک معین کر سکتے ہیں حالانکہ یہ رسالہ اب عالم وجود میں نہیں ہے۔
لیکن اگر ہمارے پاس صرف انجیل متی ہوتی یا صرف انجیل لوقا ہوتی تو ہم ان دونوں
میں سے کسی ایک انجیل کے ذریعہ نہ تو انجیل مرقس مرتب کر سکتے اور نہ رسالہ کلمات
کے الفاظ کو متعین کر سکتے۔ اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ انجیل نویسوں نے کس
نہجی سے اپنے ماخذوں کو اپنا لیا ہے۔

مقدس متی اور مقدس لوقا نے ماخذوں کو استعمال کرتے وقت نہ صرف ان
کے الفاظ کی نحوی خامیوں کو درست کیا ہے بلکہ الفاظ کی درستی کو بھی دُر کر دیا ہے۔
مثلاً مرقس ۱۶ کا مقابلہ کرتے ہوئے مقدس لوقا ان الفاظ کو نقل نہیں کرتا۔
ان لفظی تبدیلیوں کا تعلق اکثر اوقات مقدس مرقس کی انجیل کی یونانی زبان کے
طرزِ ادا اور اسلوبِ بیان کے ساتھ ہے۔ جیسا ہم بتا چکے ہیں اس انجیل کی یونانی
الہی ہے، جیسے کوئی شخص فی البدیہہ تقریر کرتا ہو اور دوسرا شخص اس کی تقریر
کو "شارٹ ہینڈ" میں لکھ لے۔ پس اس انجیل کی یونانی زبان میں خامیاں موجود
ہیں۔ لیکن باقی دونوں انجیل نویسوں کی یونانی زبان زیادہ شستہ، مختصر اور جامع
ہے اور وہ اپنے الفاظ کو تول کر لکھتے ہیں، جس طرح کوئی مصنف اپنی کتاب کو
دوسرے لوگوں کے پڑھنے کے لئے سلیس اور نستعلیق زبان میں لکھتا ہے مثلاً
مقدس مرقس ایک جگہ لکھتے ہیں "جب شام ہو گئی اور سورج ڈوب گیا" لیکن
مقدس متی اس مقام کو یوں نقل کرتے ہیں "جب شام ہوئی" اور مقدس لوقا
"جب سورج ڈوب گیا" لکھتے ہیں۔ سر جان ہاکنس نے اس قسم کی ایک سو
مثالیں جمع کی ہیں۔ یہ مقامات مقابلتا بہت کم ہیں لیکن وہ معنی خیز ہیں اور

ثابت کرتے ہیں کہ انجیل نویس محض کاتبوں کی طرح الفاظ کو نقل کرنے والے ہی نہ تھے بلکہ زبان اور کلام کے تقاد بھی تھے جو اس بات پر قادر تھے کہ ماخذوں کے الفاظ کو اس طور پر نقل کریں کہ وہ اپنا اُٹے جائیں ایسا کہ ان میں خصوصی طرز پیدا ہو جائے۔

(۷)

اناجیل کے مؤلفوں نے اپنے ماخذوں کے استعمال کرتے وقت وہی طریقہ اختیار کیا جو ان سے پہلے عہد عتیق کی کتب کے لکھنے والوں نے استعمال کیا تھا۔ چنانچہ ان کتابوں میں ان ماخذوں کے نام بھی دئے گئے ہیں جن سے ان کے مؤلفوں نے واقعات اخذ کئے تھے۔ مثلاً یسوع کی کتاب اور سموئیل کی کتاب میں یا بشر کی کتاب، کا ذکر آتا ہے (یسوع ۱: ۱-۲ سمو ۱: وغیرہ)۔ اسی طرح پہلی اور دوسری تواریخ کی کتب کے مصنفوں نے پہلی اور دوسری سلاطین کی کتب سے واقعات لئے ہیں اور وہ سلاطین کی کتابوں کے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔

جس طرح قدیم زمانہ میں "یاشر کی کتاب" مشہور تھی لیکن چونکہ اس کے بہترین مضامین بائبل کی دیگر کتابوں میں نقل ہو گئے تھے اس کتاب کا نقل ہونا موقوف ہو گیا اور آہستہ آہستہ وہ کتاب نابود ہو گئی۔ اسی طرح جب انجیل نویسوں نے رسالہ کلمات اور رسالہ اثبات کے مضامین کو نقل کر لیا تو ان رسالوں کی ضرورت نہ رہی اور ان کا نقل ہونا موقوف ہو گیا۔ ایسا کہ یہ رسالے رفتہ رفتہ نابود ہو گئے۔

علیٰ ہذا قیاس جب مقدس متی اور مقدس لوقا نے مقدس مرقس کی انجیل کے مضامین کو اپنی انجیلوں میں نقل کر لیا تو یہ انجیل بھی بہت کم نقل ہونے لگی کیونکہ یہ دونوں انجیلیں زیادہ مکمل اور مفصل تھیں۔ ان میں وہ سب کچھ موجود تھا

جو انجیل مرقس میں پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ان میں خداوند کی تعلیم اور کلمات اور دیگر واقعات بھی درج تھے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ابتدائی مسیحی صرف چند ایک طومار ہی رکھ سکتے تھے پس انہوں نے انجیل متی اور انجیل لوقا کے طوماروں کو قدرتا ترجیح دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجیل مرقس کی نقلیں بھی کم ہونے لگیں اور ایک وقت ایسا آگیا کہ یہ انجیل بھی نابود ہونے لگی۔ ہر ایک انجیل خواں اس بات سے واقف ہے کہ اس انجیل کے سولہویں باب کی آٹھویں آیت کے درمیان میں یہ انجیل ختم ہو جاتی ہے۔ اس آیت کا آخری فقرہ بھی اُدھورا ہی رہ گیا ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ ”لرزش اور ہیبت“ ہیں حالانکہ اس میں رتی بھر شک نہیں کہ اس انجیل کے آخر میں خداوند کے شاگردوں پر ظاہر ہونے کا واقعہ درج تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کی موجودہ اُدھوری حالت محض ایک اتفاقیہ امر ہے کیونکہ اگر یہ بات اراداً وقوع میں آئی تو کم از کم آخری فقرہ تو اُدھورا نہ رہنے دیا جاتا بلکہ وہ پورا لکھا جاتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس انجیل کا نقل ہونا موقوف ہو گیا تھا اور ایک وقت ایسا آیا جب صرف ایک ہی نسخہ موجود رہ گیا تھا جس میں یہ فقرہ اُدھورا تھا اور کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہ ہو سکا جس کے ذریعہ اس آخری فقرہ کو پورا کر لیا جاتا۔

جب بعد کے زمانہ میں کلیسیا نے اناجیل اربعہ کی مسئلہ فہرست کو تسلیم کر لیا تو انجیل ددم پھر سے نقل ہونے لگی اور اب یہ انجیل ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے، اگرچہ اس کو باقی دونوں انجیلوں میں نقل کیا گیا ہے۔ جس طرح سلاطین کی دونوں کتابیں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں اگرچہ ان کے مضامین اور الفاظ تو انجیل کی کتابوں میں نقل ہو گئے تھے۔

انجیل نویس وقائع نگار مؤرخ نہ تھے۔ اُس زمانہ میں تاریخ کا موجودہ تصور ابھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ جسٹن شہید دوسری صدی کے پہلے نصف حصہ میں اناجیل کو ”تذکرہ“ *Memoirs* کے نام سے موسوم کرتا ہے اور یہ انجیل نویسوں کے نقطہ نگاہ کو سمجھنے کے لئے نہایت مددوں لفظ ہے۔ انہوں نے مختلف پکھرے ہوئے ماخذوں کو مختلف گروہوں میں جمع کیا۔ خداوند کی تعلیم کو مختلف عنوانوں کے ماتحت اکٹھا کیا لیکن شان نزول کا یعنی اس بات کا خاص لحاظ نہ رکھا کہ وہ کلمات کب اور کس موقع پر فرمائے گئے۔ انہوں نے ان کلمات کے جمع کرنے میں کسی تواریخی ترتیب کو بھی ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ انہوں نے خداوند کے کلمات اور سوانح حیات کو اس مقصد کے لئے جمع کیا کہ کلیسیا کے ایمان داروں کا ایمان مستحکم اور مضبوط ہو۔ انہوں نے سیرت نگاری کا کام انجام دیا۔ وہ واقعات کو مسلسل تواریخی طور پر جمع کرنے والے نہ تھے۔ حق تو یہ ہے کہ تاریخ اتفاقیہ واقعات کے محض سلسلہ کا نام نہیں۔ ان واقعات کے پس پردہ الہی اہل قوانین ہونے میں اور مؤرخ کا کام ان پنهانی قوانین کو بتلانا ہے۔ چنانچہ انجیل نویس اس کام کو سرانجام دیتے ہیں۔

ہماریے ملک ہند و پاکستان کے قدیم لوگوں کی طرح اہل یہودی تواریخی واقعات کو اس طرح قلمبند نہیں کرتے تھے جس طرح رومی سلطنت کے مؤرخ کر لیتے تھے۔ اگرچہ عہد عتیق کی تواریخی کتب یہودیوں میں مروج تھیں تاہم یہودی تاریخ کی جانب سے بے نیاز تھے اور یہی وجہ ہے کہ کسی نبی یا یہودی ربی کی سوانح عہری موجود نہیں۔ کتب عہد عتیق کی تواریخی کتب بھی محض واقعات کے ذکر کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتیں بلکہ ان واقعات کے پس پردہ جو روحانی اور اخلاقی قوانین کارفرما ہیں ان کا بھی ذکر کرتی ہیں۔

سچ پوچھو تو محض واقعات کو تواریخی طور پر جمع کر دینے کے کسی شخص کی سیرت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ مثلاً اگر کوئی مصنف کسی مشہور شخص کی سیرت لکھنے بیٹھے اور تواریخی

طور پر صرف یہ بتلائے کہ وہ فلاں مقام میں اور فلاں سن میں پیدا ہوا۔ اُس نے
 فلاں سکول سے فلاں سن میں فلاں جماعت کا امتحان پاس کیا۔ اور فلاں کالج
 سے فلاں یونیورسٹی میں فلاں سال فلاں امتحان میں اول درجہ پر رہا۔ فلاں سال
 وہ فلاں ہائی کورٹ کا جج اور فلاں سال میں فلاں ملک کا وزیر اعظم بنا۔ اُس کے
 عہدہ وزارت کے زمانہ میں فلاں فلاں قانون بنے اور وہ فلاں سال اچانک مر گیا
 تو اس قسم کی وقائع نگاری سے کسی کو اس شخص کی سیرت اور اہمیت کا پتہ نہیں
 چل سکتا اور نہ اس قسم کی تواریخ مسلسل ترتیب کسی مصنف کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ
 ہر شخص کی زندگی میں خفیف واقعات رشتی اور گزشتہ ہوتے ہیں جو صرف عارضی
 اور وقتی قسم کے ہوتے ہیں اور چند عرصہ کے بعد وہ بھول بسر جاتے ہیں کیونکہ ایسے
 واقعات کا فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی زندگی کے بعض حالات تمام زمانوں کے
 لئے ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر لازمی ہے۔ اگر اس کی شخصی، خاندانی اور پبلک زندگی کی
 چند مثالیں دی جائیں اور یہ بتلایا جائے کہ اس کے تعلقات و دوستوں اور دشمنوں
 کے ساتھ کیا تھے، اس کا سلوک قومی کارکنوں اور عامۃ الناس کے ساتھ کیا تھا جس
 کی وجہ سے وہ اس پر خدا تھے۔ اس کا قومی اور بین الاقوامی مطمح نظر کیا تھا۔ جس سے
 اس کے ملک میں انقلاب اور دنیا میں تھلکہ پڑ گیا وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ امر اس کی
 سیرت کو سمجھنے میں اور اس کی شخصیت کو جاننے میں بڑے کام کے ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پلوٹارک کے الفاظ قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب
 سکندر کے زندگی نامہ کے شروع میں کہتا ہے اُس کے بڑے اور عجیب کلمہ اس کثرت
 سے تھے کہ میرے لئے یہ ضرور ہے کہ میں اپنے ناظرین کو آگاہ کر دوں کہ میں نے
 اُس کی زندگی کا مختصر خاکہ ہی پیش کیا ہے اور ہر واقعہ کی تفصیلات سے احتراز
 کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی تاریخ کی کتاب لکھوں

بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ میں ایک زندگی نامہ لکھوں۔ پس جس طرح مصوّر چہرے کی اُن لکیریں اور خصوصیتیں بائیں کو پیش کرتا ہے جن سے کیر کٹر صاف ظاہر ہو جائے اُسی طرح میں نے اُن واقعات کو پیش کیا ہے جن سے اُس کی روح نظر آجائے۔ اسی طرح یہ انجیل نویس سیرتِ مسیح کو پیش کرنا چاہتے تھے تاکہ آنحضرتؐ کے تصورات اور روحانی جذبات کا نقشہ اُن کے پڑھنے والوں کی نظروں کے سامنے کھینچ جائے۔

”سیرتِ مسیح“ سے ہماری یہ مراد ہے کہ ابتدائی مسیحی اپنے خداوند اور نبی کی تعلیم اور سوانح حیات، آپ کی ظہریاب قیامت اور صعودِ آسمانی سے واقف ہونا چاہتے تھے اور اناجیل اربعہ نے یہ کام بہترین طریقہ سے پورا کر دیا ہے۔ لیکن اگر ”سیرت“ سے یہ مراد لی جائے کہ ایک واقعہ سے کس طرح دوسرا واقعہ رونما ہوا، اور دوسرے واقعہ کا تیسرے واقعہ سے کیا تعلق ہے یا آپ کی ذہنی اور روحانی زندگی نے کس طرح بتدریج ترقی کی تاکہ آپ کے باطنی خیالات اور روحانی جذبات اور مختلف محرکات کا پتہ لگ سکے تو اس قسم کا قصور انجیل نویسوں کے زمانہ میں موجود ہی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ٹھیک ٹھیک یہ نہیں بتا سکتے کہ آپ کی عمر کیا تھی یا آپ کی علانیہ خدمت کا عرصہ کتنے برس کا تھا یا آپ کا مبارک چہرہ، قد و قامت خدا و حال کیا تھے۔ اور آپ کی زندگی کا بیشتر اور مستند یہ حصہ ہم سے پوشیدہ ہے۔

واقعات کو مفصل طور پر تاریخ دار لکھ کر ترتیب دینا ایک بات ہے۔ اور کسی شخص کی شخصیت، سیرت، سبھاؤ وغیرہ کی کردار نگاری دوسری بات ہے۔ تاریخی واقعات صرف بیرونی عالم کے مشاہدات ہوتے ہیں اور ان کو لکھنے میں مقابلت شعور کو اتنا دخل نہیں ہوتا جتنا ایک امر اور ہمیشہ زندہ رہنے والی شخصیت کی

سیرت نگاری میں قتل اور شہداء کو دخل ہوتا ہے۔ واقعہ نگاری میں کوئی آگ نہیں ہوتی لیکن سیرت نگاری کی چٹنگاریاں تن بدن میں آگ لگا دیتی ہیں اور پڑھنے والے کی رگ رگ میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ کام انجیل نویسوں نے بدرجہ احسن انجام دیا ہے۔^۹

انجیل نویسوں کے طریقہ کار کا کم از کم یہ فائدہ ضرور ملے گا کہ آپ کی زندگی کے واقعات میں اسلامی احادیث کی طرح غلط بیانی، مبالغہ آمیزی اور رنگ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا جس کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ ہمارے پاس دورِ حاضر کے مؤرخوں کے سے بیان نہیں ہیں تاہم انجیل کے پڑھنے والے آئندہ زندگی کی سیرت اور شخصیت سے بخوبی واقف ہیں۔ انجیل نویسوں نے آپ کی زندگی کے اہم واقعات کو لکھا جن کا علم لازمی اور ضروری تھا۔ دیگر واقعات کو قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ جو واقعات لکھے گئے وہ بالعموم سالم اور مکمل ہیں جس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے ماحضہ تحریری صورت میں موجود تھے کیونکہ زبانی بیانات عموماً مسلسل واقعات کی صورت میں نہیں ہوتے بلکہ وہ الگ الگ در غیر مربوط ہوتے ہیں۔

اناجیل کا سرسری مطالعہ بھی ہم پر یہ واضح کر دیتا ہے کہ ان کے مصنف آئندہ زندگی کی سیرت نگاری کا کام سراجام دینے کی استفادہ اور قابلیت رکھتے تھے۔ یہ مصنف وہ تمام صفات رکھتے تھے جو کسی اعلیٰ سیرت نگار کے لئے لازمی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی قصص نصف دو ہزار سال کے بعد درجہ اول کی طرح اب بھی ویسی ہی پادبِ توجہ ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک اقوام اور زمانوں میں وکاش ثابت ہو کر درڑوں کی نجات کا باعث ہوتی چلی آئی ہیں۔

(۹)

اگر انجیل و قرآن کے ماخذوں پر ادا مان کی تالیف پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے تو دونوں آسمانی کتابوں کے پایہ صحت و اعتبار کا فرق خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ ہمارے مسلم برادران قرآن و حدیث میں تمیز کر کے قرآن کو خدا کا کلام اور حدیث کو رسول کا کلام کہتے ہیں۔ لیکن ہر عاقل پر یہ بات روشن ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ انسان کے بنے ہوئے کسی مکان میں سکونت نہیں کرتا اسی طرح وہ انسان کی زبان کے بنے ہوئے الفاظ کی بولی بھی نہیں بولتا۔ قرآن میں خود آیا ہے وہاں کان لبشر ان یقلہ اللہ الا وحیاً یعنی کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر یہ یحییٰ کے (سورہ شوریٰ آیت ۵۰)۔ قرآن کے مطابق وحی کا مطلب کسی انسان کے جی میں بات ڈالنا ہے چنانچہ لکھا ہے: **وَ اَوْحٰیْنَا اِلٰی اٰیْمُوْاْنَسَہٗ اَنْ اَرْضِیْہٖ** یعنی ہم نے مومنوں کی ماں کی طرف وحی بھیجی یعنی اُس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ مومنوں کو درود پلائے (قصص) اور سورہ نحل میں ہے کہ خدا نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی وغیرہ۔ لہذا اگر قرآن خدا کا کلام ہے تو وہ ان معنوں میں نہیں کہ اس کے الفاظ خدا کے اپنے منہ کے الفاظ ہیں کیونکہ خدا کا نہ تو کوئی منہ ہے نہ زبان اور نہ الفاظ۔ اُس کی ذات ایسی باتوں سے بلا اور منزہ ہے۔ پس ظاہر ہے کہ قرآن بھی حدیث کی طرح رسول عربی کا کلام ہے جو خدا کی طرف سے الفاظ اور الہام کا نتیجہ ہے اور جو ماخذوں سے جمع کیا گیا تھا اور دیگر کتب کی طرح تالیف کیا گیا تھا۔

جب رسول عربی نے اللہ میں وفات پائی تو موجودہ قرآن احاطہ تحریر میں نہیں آیا تھا۔ قرآن کو جمع کرنے والے زبیر بن ثابت کے پاس یہ یا خذ لکھے۔ ”وحی بھی بہن کی جھلیوں اور کبھی اُدنٹ کی ہڈیوں اور کبھی کھجور کے پتوں کی کتلوں

پکھی جاتی تھی۔ اصحاب میں سے جن کو زیادہ شوق تھا وہ بطور خود دہی کو جمع بھی کرتے جاتے تھے۔ لیکن بالاسنیو اب نہیں۔ بلکہ جس کو جو کچھ ہم پہنچا بقدر فرصت جمع کر لیا۔ پیغمبر صاحب کی زندگی میں پورے قرآن کا کسی ایک شخص کے پاس ہونا ثابت نہیں۔ مگر ہاں جماعت صحابہ میں پورا قرآن موجود تھا۔ کچھ لوگوں کے سینوں میں، کچھ جھلیوں اور ہڈیوں اور کتوں اور پتوں میں۔ اس زمانہ کے لوگ از بس کہ پڑھے لکھے نہ تھے، قوتِ حافظہ کو زیادہ کام میں لاتے تھے۔ حافظانذیر احمد دیباچہ قرآن ص ۳۶)۔ یہ ماخذ اس قسم کے تھے اور جمع قرآن کا کام ایسا دشوار تھا کہ زید کہتا ہے کہ ”خدا کی قسم اگر مجھے مجبور کرتے کہ تم پیار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دو تو یہ بات مجھے زیادہ مشکل معلوم نہ ہوتی یہ نسبت اس کے کہ مجھے جمع قرآن کا حکم دیا۔“

۱۱، پہلی قسم کے ماخذ قرآن کے حافظ اور قاری تھے اور قرآن زیادہ تر ان کے سینہ میں ہی تھا۔ کیونکہ جھلیوں اور ہڈیوں اور کتوں اور پتوں پر قرآن کا حصہ بہت کم لکھا جاسکتا تھا۔ لیکن اقل۔ یہ حافظ آخر لبشر تھے۔ ان کے حافظہ سے بعض آیات فراموش ہو سکتی تھیں اور ہوئیں۔ بلکہ حدیث سے ظاہر ہے کہ خود رسول اللہ بھی بعض آیات بھول جاتے تھے۔ دوم۔ رسول عربی کے جینے جی ہجرت کے بعد ۹ سالوں کے اندر ۸ شذرات اور سر یا ہوئے اور ان کی وفات کے بعد خلفاء کے زمانہ میں بہت جنگیں ہوئیں جن میں یہ حافظ قرآن مارے گئے۔ معرکہ یمامہ میں بالخصوص بہت سے حافظ قرآن کام میں آئے۔ پس قرآن کا وہ حصہ جو صرف ان کی یاد تھا ان کے ساتھ ضائع ہو گیا۔ چنانچہ ابن دُؤد سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے قرآن کی کسی آیت کو دریافت کیا ان سے کہا گیا کہ وہ آیت فلاں شخص کو یاد تھی جو کہ معرکہ یمامہ میں قتل ہو گیا۔ یہ

سُن کر عمر نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون کو جمع کرنے کا حکم دیا۔
(۲) قرآن کے دوسرے ماخذ اس قسم کے تھے کہ وہ پائدار نہ تھے اور منتشر
حالت میں تھے جو قریب نصف صدی تک محفوظ رہ سکتے۔ ان کو جمع کرنے اور
جمع کرنے کے بعد ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔

(۳) قرآن کو جمع کرنے والا زید بن ثابت اس کام کا اہل نہ تھا جو اس کے
سپرد کیا گیا تھا۔ قرآن کے چاروں مسلم الثبوت اُستادوں یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولا
ابن حفصہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل میں سے کسی کو جمع قرآن کے لئے نہ کہا گیا۔
لیکن یہ کام زید کو دیا گیا جو بعد ہجرت مدینہ میں مسلمان ہوا تھا اور خور وصال ہونے کی وجہ
سے جنگوں میں بھی شریک نہ کیا گیا تھا۔ وہ نہ مشہور صحابہ میں سے تھا اور نہ اُس کو
قرآنی آیات والفاظ کی ترتیب کا علم تھا۔ وہ حافظ قرآن بھی نہ تھا۔

(۴) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو قرآن جمع کیا گیا اس میں تمام کا تمام قرآن جو رسول
کے زمانہ میں تھا درج نہ ہوا بلکہ اس کا صرف ایک حصہ جمع ہوا اور وہ بھی بے ترتیبی
اور بے ربطی کے ساتھ۔ مکی آیات مدنی سورتوں میں موجود ہیں اور بالعموم قرآن کے
مقامات اور آیات کی جمع اور تقسیم میں کوئی مناسبت پائی نہیں جاتی۔ امام جلیل الدین
سیوطی کی کتاب اتفاق کا سطحی مطالعہ بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ اصل قرآن کی نہ صرف آیات
کی آیات بلکہ سورتیں بھی موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ اہل اس میں بعض آیات ایسی ہیں
جو درحقیقت اصل قرآن کا حصہ نہ تھیں اور قرآن وغیرہ قرآن میں کوئی فرق نہ ہوا۔ اصل
قرآن کے بعض حصے غیر قرآنی سمجھے گئے اور غیر قرآنی حصے قرآن میں داخل ہو گئے۔ اب
حالت یہ ہے کہ سورتوں اور آیتوں کا صحیح محل و مقام دریافت کرنا ایک ناممکن امر
ہو گیا ہے۔ اس بے احتیاطی اور بے ربطی کو علمائے اسلام تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے بعض مقامات میں فصاحت و بلاغت تو الگ، سلیس

عربی عبارت کی بجائے لفظی عیوب موجود ہیں۔ تکرار لفظی اور معنوی موجود ہے اور
 جا بجائے ربطی پائی جاتی ہے۔ مثلاً بطور مشق نمونہ افخر دارے سورہ یونس ع ۹
 میں آیہ **وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی**... الخ میں پہلے حکم تشنیع کے صیغہ سے دینا شروع ہوا
 ہے پھر ربط توڑ کر اس کو جمع کر دیا ہے اور پھر دفعۃً اس کو واحد بنا دیا ہے! سورہ
 فتح میں آیت **اِنَّا ارسلناکَ شَاحِدًا وَهَبْشًا**... الخ میں متکلم حاضر اور غائب کو مخلوط
 کر کے ضمیروں کو گڑبڑ کر دیا ہے۔ ہم اس موضوع پر بنا طرین کی توجہ امام سید علی کی
 کتاب **اتقان**۔ مرزا سلطان احمد کی کتاب **تصحیف کاتبین**۔ سید علی حائری کی کتاب
موقفہ تحریف قرآن۔ سید امجد حسین کی کتاب **تحریف القرآن**۔ پروفیسر امجد
 کی کتاب **تحریف القرآن** اور مسٹر اکبر مسیح کی کتاب **تنویر الاذہان فی فصاحت القرآن**
 اور پادری عماد الدین کی کتاب **تقریبۃ الایمان وغیرہ** کی جانب مبذول کرنے پر کفایت ہے۔
 ہر منصف مزاج شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ اناجیل اربعہ اور قرآن کے
 ماخذوں اور تالیف کرنے والوں کی قابلیت اور مجموعہ انابیل اور قرآن میں زمین
 آسمان کا فرق ہے۔ ع

یہ ہیں تقادبِ راہ از گنجاست تا بکجا

حصہ سوم

تاریخ تصنیف اناجیل متفقہ

ہم نے پچھلے دو حصوں میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اناجیل کا یہ اعتبار نہایت بلند انسان کے مضامین کی صحت کی شان نہایت رفیع ہے۔ ان کے بیانات کے ہزار ہا چشم دید گواہ تھے جو ان کی تالیف و ترتیب کے زمانہ میں زندہ تھے۔ ان چشم دید گواہوں کے بیانات ہماری اناجیل کے ماخذ ہیں جو نہایت قدیم ہیں اور اولین زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس حصہ میں ہم انشاء اللہ یہ ثابت کریں گے کہ یہ انجیلیں منجی جہان کی صلیبی موت کے تیس سالوں کے اندر اندر ان قدیم ترین ماخذوں سے تالیف کی گئیں جن میں سے (جیسا ہم حصہ دوم میں ثابت کر چکے ہیں) بعض اسی زمانہ میں لکھے گئے تھے جب یہ واقعات رونما ہوئے تھے اور جب آنحضرتؐ اندر ابھی مصلوب بھی نہیں ہوئے تھے۔

رسولوں کے اعمال کی کتاب (جو انجیلی مجموعہ میں پانچویں کتاب ہے) انجیل سوم کے بعد لکھی گئی (انجیل ۱)۔ ہم دوسرے حصہ کے ابواب اوّل کی فصل سوم میں بتلا چکے ہیں کہ انجیل سوم کے مصنف مقدس لوقا نے انجیل دوم کو بطور ایک ماخذ کے استعمال کیا ہے پس مقدس لوقا کی انجیل مرقس کی انجیل کے بعد لکھی گئی تھی۔ لہذا اگر ہم سب سے پہلے رسولوں کے اعمال کی تاریخ تصنیف کو معین کر لیں تو مقدس لوقا اور مقدس مرقس کی انجیلوں کی تاریخ تصنیف کو معلوم کرنے میں سہولت

ہو جائیگی اور ہم دثوق کے ساتھ یہ کہہ سکیں گے کہ یہ دونوں انجیلیں سالہ اعمال کے
فائل میں تصنیف سے پہلے احاطہ تحریر میں آچکی تھیں۔

باب اول

تاریخ تصنیف سالہ اعمال الرسل

فصل اول

تاریخ تصنیف کی اندرونی شہادت

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعمال کی کتاب ۵۸ء کے قریب لکھی گئی تھی۔
لیکن کتاب کی اندرونی شہادت اس تاریخ کے خلاف ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ
یہ تاریخ درست نہیں ہو سکتی بلکہ اگر ہم رسولوں کے اعمال کی کتاب کا غور و تدبیر
سے مطالعہ کریں تو اس کے آثار مطالعہ اور اندرونی شہادت سے یہ ثابت ہو جاتا
ہے کہ یہ کتاب سنہ ۵۸ء کے قریب لکھی گئی تھی۔

کسی تاریخ کی کتاب کا سن تصنیف معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ
ہم یہ معلوم کریں کہ اس میں آخری واقعہ جو درج ہے وہ کس سال میں وقوع پذیر
ہوا تھا۔ اعمال کی کتاب کے آخری باب میں مقدس پولوس کے شہر روم میں پہنچنے کا
کا ذکر پایا جاتا ہے تاکہ وہ قیصر روم کے سامنے اپنی صفائی پیش کر سکیں چنانچہ اس
کتاب کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ ”جب ہم روم میں پہنچے تو پولوس کو اجازت ہوئی

کہ اکیلا اس سپاہی کے ساتھ رہے جو اُس پر پر ادیتا تھا۔ نین روز کے بعد اُس نے
 یہودیوں کے رئیسوں کو بلوایا۔ وہ اُس سے ایک دن ٹھہرا کر کثرت سے اُس کے
 ہاں جمع ہوئے۔ بعض نے اُس کی باتوں کو مان لیا اور بعض نے نہ مانا۔ ۱۰۰۰۰
 پولوس پورے دو برس اپنے کرائے کے گھر میں رہا اور جو اُس کے پاس آتے تھے
 اُن سب سے ملتا رہا اور کمال دلیری سے بغیر روک ٹوک کے خدا کی بادشاہت کی
 منادی کرتا اور خداوند یسوع مسیح کی باتیں سکھاتا رہا۔

یہ آخری تاریخی واقعہ ہے جو اس کتاب کے تتمہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ دو
 سال جن کا ذکر اس تتمہ میں کیا گیا ہے ۵۵ء تا ۵۷ء ہیں۔ ۵۷ء کے بعد
 کسی تاریخی واقعہ کا ذکر موجود نہیں۔ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ مقدس لوقا نے یہ کتاب
 ۵۷ء کے اختتام سے پہلے اُن دو سالوں کے درمیان لکھی جب مقدس پولوس روم
 میں تھے اور مقدس لوقا آپ کی معیت میں رہتے تھے (کلسی ۴: ۱۴) اور کہ یہ
 تتمہ (آیات ۳۰ تا ۳۱) ۵۷ء میں لکھا گیا۔

موجودہ تتمہ کتاب کو یکایک اور اچانک بے ربطی کے ساتھ ختم کر دیتا ہے۔
 اس کتاب کا لکھنے والا ایک نہایت قابل مصنف ہے جو فنون لطیفہ میں مہارت
 تامہ رکھتا ہے۔ وہ اعلیٰ ترین افشاء پرداز بھی ہے۔ اس پایہ کے شخص سے
 یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی کتاب کو ایسے بے ڈھنگے طریقے سے ختم کرے اس
 قسم کے مصنف کے قلم سے اس قسم کا بھڑا خاتمہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب
 یہ مان لیا جائے کہ جب مصنف روم میں مقدس پولوس کا ساتھی تھا تو اس
 دو برس کے عرصہ میں اُس نے یہ کتاب لکھی تھی۔ صرف اس حالت میں ہی یہ
 آخری فقرہ ایک موزوں خاتمہ ہو سکتا ہے۔
 اگر اعمال کی کتاب قیصر نیرود کے فیصلہ کے بیس یا پچیس برس بعد لکھی

جاتی تو مقدس لوقا کے پایہ کا انشاء پر داس قسم کے خاتمہ سے کتاب کو کبھی ختم نہ کرتا کیونکہ قیصر کا فیصلہ خواہ کچھ ہی ہوتا وہ اس کتاب کے مصنف کے لئے انتہائی درجہ کاموزوں خاتمہ ہوتا جو مقدس لوقا کے پایہ کے مصنف کا منتہائے کمال ہوتا۔ چنانچہ اگر خاتمہ میں اس بات کا ذکر ہوتا کہ قیصر نے مقدس پولوس کے مقدمہ کی سماعت کے بعد آپ کو بری کر دیا تھا تو یہ حقیقت مسیحیت کی آزادی کا شاہی منشور اور رسول مقبول کے کارناموں کا تاج ہوتی۔ پس اس قسم کا خاتمہ اس تالیف کا منتہائے کمال ہوتا۔ لیکن اگر قیصر نیرو مقدمہ کی سماعت کے بعد آپ کو داجباً لقتل قرار دے دیتا تو آپ کی زندگی کے اس مبارک انجام کا ذکر کتاب کا نہ صرف قدرتی خاتمہ ہوتا بلکہ آپ کی شہادت کا بیان اس کتاب کا شاندار اختتام ہوتا۔

پس موجودہ خاتمہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اعمال کی کتاب مقدس پولوس کی حیات کے دوران میں لکھی گئی تھی اور اس کا خاتمہ سن ۶۰ء کے قریب ہوا۔

(۲)

(۱) ایک اور تواریخی امر قابل غور ہے۔ ان رومی حکام کے سامنے صرف دو حل طلب سوال تھے: (۱) کیا مسیح کسی ایسے مذہب کے پرستار ہیں جو از روئے قانون وجود میں رہ سکتا ہے وہ کیا وہ اپنے قول اور فعل سے کسی ایسی بات کے مرتکب ہوئے ہیں جس کی وجہ سے سلطنت کو مداخلت کرنی پڑے (اعمال ۲۳: ۲۹ و ۲۵: ۱۶، ۲۶: ۳۱)۔ اگر یہ درست ہے کہ حکام کو صرف انہی سوالوں کا فیصلہ دینا تھا تو لازم آتا ہے کہ اعمال کی کتاب پہلی صدی کے خاتمہ میں نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے لکھی گئی ہو کیونکہ یہ سوال کہ آیا کوئی مذہب از روئے قانون وجود میں رہ سکتا ہے یا کہ نہیں بڑی تیزی کے ساتھ مٹ رہا تھا۔

(۲) ہمارے پاس یہ ماننے کے لئے کافی وجوہ ہیں کہ ان دو سالوں کے بعد قیصر روم نے مقدس پولوس کے مقدمہ کی سماعت کر کے آپ کو بری قرار دے کر رہا کر دیا تھا اگر یہ کتاب سنہ کے بعد لکھی جاتی تو مقدس لوقا اس مقدمہ کا اور رسول مقبول کی رہائی کا ضرور ذکر کرتے کیونکہ قیصر روم کا فیصلہ مسیحیت کے پرچار کے حق میں نہایت اہم قسم کا تھا۔ مقدس لوقا تفصیل کو کام میں لا کر عدالتوں کی پیشیوں کا ذکر ابواب ۲۲ تا ۲۶ میں کرتے ہیں۔ کیا یہ امر قرین عقل ہو سکتا ہے کہ اگر کتاب کے لکھنے سے پہلے مقدس لوقا کو شاہنشاہ روم کے بری کرنے کے فیصلے کا علم ہوتا تو وہ ایسے زبردست واقعہ کو نظر انداز کر دیتے جو کلیسیا کے حق میں نہایت اہم قسم کا تھا۔ قیصر روم کا عدالتی فیصلہ مسیحی کلیسیا کی ہستی، بقا اور آزادی کے لئے ایک شاہی منشور تھا۔ ایسے اہم اور زبردست واقعہ کے ذکر کا نہ ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ کتاب اس واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے احاطہ تحریر میں آچکی تھی۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ مقدس لوقا مذکورہ بالا پانچ بابوں میں (۲۲ تا ۲۶) مختلف حکام کے سامنے مقدس رسول کے مقدمہ کی سماعت کا اس لئے ذکر کرتے ہیں تاکہ ہر خاص و عام پر یہ ظاہر ہو جائے کہ ان حکام کی نظر میں مسیحی مذہب کے اصول رومی سلطنت کے قانون کے مطابق قابلِ عتاب نہیں تھے (۲۳: ۲۶ تا ۲۹)۔ ۲۴: ۲۶ و ۲۷: ۳۰-۳۱ و ۲۸: ۱۸ وغیرہ)۔ یہ پانچ باب (۲۲ تا ۲۶) مقدموں اور کچریوں سے بھرے پڑے ہیں۔ بلکہ ۱۶ باب سے آخر تک پولوس رسول کی زندگی کے واقعات درحقیقت ایک عدالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری عدالت میں جا کر رہائی پانے پر ہی مشتمل ہیں۔ مگر نتیجہ میں گیلیو جو رومی سلطنت کے تائیدین میں سے تھا مقدمہ کو خارج کر دیتا ہے۔ انس کے "ایشیا رک" جو اپنے مذک

میں صاحب ثروت اور مقتدر لوگ تھے فساد کے دوران میں مقدس رسول کے حامی نظر آتے ہیں۔ شہر کا "محرر" آپ کو علانیہ صلح پسند اور امن کا حامی قرار دیتا ہے۔ کلاڈیس سیاسی سوائے ایک موقع کے جب وہ یہودی کے زیر اثر تھا آپ سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہے۔ فلیکس اور فیسٹس جو "پرو کلیوریٹر" تھے آپ کو مجرم نہیں گردانتے اور نہ آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اگرچہ پاباد شاہ خود یہودی تھا لیکن وہ بھی آپ کی بری قرار دیتا ہے۔

فیسٹس کے سامنے کی پیشی سے ظاہر ہے کہ اگرچہ مقدمہ یہودی رسوم اور سہیل کو ناپاک کرنے سے متعلق تھا لیکن دراصل الزام پولیٹیکل تھا جس طرح کا الزام خداوند یسوع کے خلاف تھا۔ پس مقدس لوگوں نے اعمال کی کتاب مقدمہ کی صفائی کے لئے لکھی اور کلیسیا کی ابتدا سے اس کا پولیٹیکل طور پر بے ضرر ہونا ثابت کیا مصنف کی دلیل ہے کہ خداوند یسوع اہل یہود کا مسیح ہے۔ پس اس کے پیروؤں کو وہی مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہئے جو اہل یہود کو حاصل ہے۔ وہ مقدس پولوس کے رومی سلطنت کے شہروں میں جانے اور وہاں فسادات ہونے کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگرچہ ان شہروں میں فسادات واقع ہوئے لیکن ان کے ذمہ دار یہود تھے اور رومی مجسٹریٹ تک کا یہ فیصلہ تھا کہ مقدس پولوس نقص امن کے حامی نہیں تھے بلکہ آپ کے مخالف غیر قانونی کارروائیاں کرتے تھے۔ ڈاکٹر پلوج (P. L. J.) کا نظریہ یہ ہے کہ تھیوفیلس نیرد کے دربار میں ایک مقتدر اور بارشوخ مسیحی تھا اور لوقا نے انجیل اور اعمال الرسل کو اس کے لئے مقدس پولوس کی صفائی کے طور پر لکھا تھا تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ مسیحیت رومی سلطنت کے حق میں کوئی خطرناک شے نہیں ہے۔ قیصر روم کا عدالتی فیصلہ ایک قطعی فیصلہ تھا جس کے آگے تمام دنیا کا سر جھکنا تھا۔ پس اگر اس کتاب کے لکھنے سے پہلے مقدس لوقا کو اس فیصلہ کا علم

ہوتا تو جہاں وہ معمولی احکام کے فیصلوں کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں وہ نہایت تفصیلی کے ساتھ رسول مقبول کی قیصر کے سامنے پیشی کا اور مقدمہ کی سماعت اور اس کے فیصلے کا ذکر ضرور کہنے مستند کی خاموشی نہایت معنی خیز ہے اور ثابت کرتی ہے کہ اعمال کی کتاب اس فیصلے سے پہلے لکھی گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی ذکر پایا نہیں جاتا۔

(۳) ہمارے پاس یہ ماننے کے لئے کافی دلائل ہیں کہ جب قیصر روم نے مقدس پولوس کو بری کر دیا تو رسول مقبول نے کریت۔ مقدس و قیہ۔ انستس وغیرہ کلیسیاؤں کا دورہ کیا (طیطس ۱: ۵۔ انطا: ۳ و ۴: ۱۴۔ فلیمون آیت ۲۲)۔ اگر اعمال کی کتاب ان دوروں کے بعد لکھی جاتی تو یقیناً مقدس لوقا اپنی کتاب اعمال کے ۲۵: ۲۰ و ۳۰ آیات کے الفاظ کو ان کی موجودہ صورت میں نہ لکھتے۔

علامہ ازس کلیسیائی روایت ہے کہ مقدس پولوس نے بری ہو کر ہسپانیہ میں انجیل جلیل کی نجات کا پیغام سنایا تھا۔ اعلیٰ یہ روایت درست ہے کیونکہ رسول مقبول کی مدت سے یہ خواہش تھی کہ روم سے ہسپانیہ جائے (رومیوں ۱۵: ۲۰ تا ۲۸)۔ اگر آپ نے واقعی ہسپانیہ میں انجیل کی تبلیغ کی تھی اور مقدس لوقا نے اعمال کی کتاب ۶۸۵ میں لکھی تھی تو کتاب میں اس واقعہ کا ضرور ذکر ہوتا کیونکہ اس واقعہ کے ذکر سے خداوند مسیح کے کلمات طبیات کی کامل طور پر تشریح اور توضیح ہو جاتی کہ ”جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تم یروشلم اور یہودیہ اور سامریہ بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے“ (اعمال: ۱: ۸) اعمال میں یروشلم۔ سامریہ۔ یہودیہ اور دیگر مغرب کی جانب کے ممالک کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن ہسپانیہ کا ذکر نہیں ملتا۔ ”یروشلم کی انتہا“ تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقدس لوقا نے اعمال کی کتاب کو رسول مقبول کے بری ہونے سے پہلے یعنی سن ۶۸ میں لکھا تھا۔

(۴) جب مقدس پولوس کو تیسرے روم نے بری کر دیا تو اس کے بعد چار سال تک (جیسا ہم اُد پر ذکر کر چکے ہیں) آپ مختلف مقامات میں آزادانہ جیل جلیل کی بشارت بے کھٹکے دیتے رہے۔ چوتھے سال میں آپ پہلے کر مقدس میں گئے (۲۰ مئی ۴۰ء)۔ وہاں سے آپ ترواس گئے۔ جب آپ وہاں تھے تیسرے روم نے سلسلہ میں اپنی خوفناک ایذا رسانی شروع کر دی اور آپ قید ہو کر دوبارہ روم آئے۔ وہاں سے آپ نے کرسیکینس کو گلنتیہ کی جانب اور طلیس کو ولایت کی جانب اور تخس کو افسس کی طرف روانہ کیا (۲۰ مئی ۴۰ء - ۱۲ - اسی زمانہ میں آپ نے تیمتھیس کو دوسرا خط بھی بھیجا۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ قید اور تشدد کے زمانہ میں بھی رسول مقبول کو اپنا خیال نہیں بلکہ کلیسیاؤں کا فکر ستاتا تھا۔ بالآخر مقدس رسول زندان سے مقتل کی جانب لے جائے گئے اور ۶۴ء میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

اگر اعمال کی کتاب ۱۵ء میں لکھی جاتی تو یہ حیرت کا مقام ہوتا اگر مقدس لوقا اس کتاب میں آپ کی شہادت کا کہیں ذکر نہ کرتے۔ کیا یہ اس بات کا قطعی ثبوت نہیں کہ آپ نے اس کتاب کو مقدس رسول کی شہادت سے پہلے لکھا تھا؟ یہ امر عجیب از قیاس بلکہ ناممکن ہے کہ اگر مقدس لوقا کو کتاب کے لکھنے سے پہلے آپ کی شہادت کا علم ہوتا تو وہ ان واقعات کا مفصل ذکر نہ کرتے جو آپ کی شہادت کا باعث ہوئے تھے۔ مقدس لوقا مقدس ستفنس شہید کی شہادت کا مفصل ذکر کرتے ہیں (باب ۶، ۷) اور جو آفتیں دیگر رسولوں پر ٹوٹ پڑی تھیں ان کی تفصیلات بتاتے ہیں (باب ۱۴ وغیرہ) لیکن وہ اپنے آقا - دوست اور میرد کی شہادت کا بیان نہیں کرتے۔ اگر یہ واقعہ سن تصنیف سے پہلے ظہور میں آیا ہوتا تو یہ امر قریب عقل نہیں کہ وہ دیدہ و دانستہ اس واقعہ کا تفصیلی ذکر نہ کرتے۔ آپ

کی خاموشی اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ اعمال کی کتاب اُس زمانہ میں لکھی گئی تھی جب یہ سانحہ رُوحِ فرسا ابھی واقع نہیں ہوا تھا۔

(۵) اعمال کی کتاب میں نہ صرف مقدس پولوس کی شہادت کا ذکر موجود نہیں بلکہ کلیسیا کے دیگر سربراہان اور رُسولوں کی شہادت کا بھی ذکر نہیں مثلاً کلیسیا کے سردار مقدس یعقوب (اعمال ۱۵: ۱۹) ۳۲ء میں شہید کئے گئے لیکن اعمال میں ان کی شہادت کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اس واقعہ سے پہلے ۳۲ء میں لکھی گئی تھی جب وہ ابھی یروشلم کی کلیسیا پر حکمران تھے۔ علاوہ ازیں کلیسیائی روایت کے مطابق مقدس پطرس رُسول نے بھی قیصر نیرو کی ایذا رسانی کے دنوں میں ۶۴ء میں اپنے بھائی سے اپنے ایمان پر پھر لگائی لیکن ایسی زبردست شخصیت کی شہادت کا ذکر تو الگ اشارہ تک بھی اعمال کی کتاب میں نہیں ملتا۔ یہ بات ہمارے نتیجہ کی مصدق ہے کہ کتاب مذکور ۶۴ء میں لکھی گئی تھی جب مقدس رُسول ”کمال دلیری سے بے روک ٹوک“ اپنے تبلیغی فرائض کو ادا کر رہے تھے۔

(۶) جب ہم اعمال کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہم اس میں اُس وقت کی کلیسیا کے حالات بعینہ دُہی پاتے ہیں جو ۶۴ء سے پہلے موجود تھے۔ رومی سلطنت ابھی تک اگر مسیحیت کے حق میں نہیں تھی تو اس کے برخلاف بھی نہ تھی۔ لیکن ۶۴ء کے بعد تمام نقشہ بدل گیا تھا کیونکہ تب قیصر نیرو (از ۶۴ء تا ۶۸ء) نے روم کو ۶۴ء میں آگ لگا کر اس کا الزام مسیحیوں پر لگادیا تھا اور ان کو قتل و غارت کرنا شروع کر دیا تھا اور مسیحیت کے عظیم الشان مبلغین مقدس پطرس اور پولوس کو شہید کر دیا تھا۔ ۶۴ء کے بعد رومی سلطنت اور مسیحیت کے باہمی تعلقات کا نقشہ یوحنا عارف کے مکاشفات میں پایا جاتا ہے

جہاں قیصر نیرود اور سلطنت روم کی نسبت لکھا ہے پس وہ مجھے روح میں جیل
کو لے گیا وہاں میں نے قرمزی رنگ کے جیوان (قیصر نیرود) پر جو کفر کے ناموں سے
لیا ہوا تھا اور جس کے سات سر اور دس سینگ تھے۔ ایک عورت (سلطنت روم)
کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ عورت ارغوانی اور قرمزی لباس پہنے ہوئے اور سونے اور
سواہر اور موتیوں سے آراستہ تھی اور ایک سونے کا پیالہ مکہ ہات یعنی اس کی حرام
کاریوں کی ناپاکیوں سے بھرا ہوا اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کے ماتھے پر یہ نام
لکھا ہوا تھا۔ راز۔ بڑا شہر بابل۔ کسبیوں اور زمین کی مکہ ہات کی ماں۔ اور میں نے
اس عورت کو مقدسوں کے خون اور یسوع اور شہیدوں کے خون پینے سے متوالا دیکھا
اور اسے دیکھا سخت حیران ہوا وغیرہ (۱۶: ۳-۷)۔ ان آیات کے الفاظ میں اور
مقدس پولوس کے قیصر کی دہائی دینے (۱۱: ۲۵) اور تمہ کے الفاظ پولوس کمال
دلیری سے بے روک ٹوک کے منادی کرتا رہا "میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہی فضا
اتنی تھی ۱: ۲-۲ آیات کی ہے۔ اگر مقدس لوقا اعمال کی کتاب کو شہ میں لکھتے تو
آپ کے الفاظ مکاشفات کے الفاظ سے بھی زیادہ درشت ہوتے کیونکہ نیرود کے
جانشین مسیحیت کی ایذا رسانی میں اس سے بھی گئے سبقت لے گئے تھے۔

(۱) رومی اقواج نے شہ میں یروشلیم کو فتح کر کے ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا۔
اس واقعہ نے نہ صرف اہل یہود کی تاریخ پر مستقل اثر ڈالا بلکہ اس نے مسیحی کلیسیا
کی بھی کایا پلٹ دی۔ شہ کے بعد یہود تمام دنیا میں پراگندہ ہو گئے اور غیر یہودی
اقوام جوتی درجوتی مسیحیت کی حلقہ بگوش ہو گئیں اور ہر کہ و مہ پر روزِ مدشن کی طرح
ظاہر ہو گیا کہ مسیحیت یہودیت کی شاخ نہیں بلکہ ایک مستقل عالمگیر مذہب ہے جس
کے اصول ہر ملک و ملت پر عادی ہیں۔

مقدس لوقا نے اپنی انجیل اور اعمال کی کتاب غیر یہود اقوام کی خاطر لکھی تھی۔

اگر کتاب کے لکھنے کے وقت اُس کو یروشلم کی بربادی جیسے اہم ترین واقعہ کا علم ہوتا تو یہ ناممکن امر تھا کہ وہ اس سے پورا فائدہ نہ اٹھاتا اور میکہ کی بربادی کا ذکر کر کے اُن نتائج کو جو اُس میں مضمر تھے اپنے ناظرین پر واضح نہ کرتا۔ لیکن کتاب میں اس عظیم واقعہ اور اس کے نتائج کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔

اگر کتاب کی تصنیف کے وقت شہر یروشلم اور اُس کی میکہ برباد ہوتے اور اہل یہود اطرافِ عالم میں پراگندہ ہوتے تو مصنف ابواب ۳۴، ۳۵، ۳۶ کے واقعات کو اس قدر اہمیت نہ دیتا اور نہ ان کو ایسی طوالت کے ساتھ لکھتا کہ وہ کتاب کا تقریباً چھٹواں حصہ ہو جائے۔ تمام کتاب میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ شہر یروشلم برباد ہو چکا ہے میکہ کی اینٹ سے اینٹ بچا دی گئی ہے۔ قوم یہود کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ کتاب میں اس قسم کے انقلابی واقعات کے ذکر کا نہ ہونا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ کتاب ایسے زمانہ میں لکھی گئی تھی جب کسی خواب و خیال میں بھی نہیں آیا تھا کہ اس قسم کے واقعات جلدی رونما ہونگے پس یہ کتاب سنہ کے بعد تصنیف نہیں ہوئی۔

اگر اس کتاب کے لکھے جانے سے پیشتر یروشلم تباہ ہو گیا ہوتا اور خداوند کی پیشینگوئی پوری ہو گئی ہوتی تو مقدس لوقا اس کتاب میں خداوند کی پیشینگوئی اور اس کے پورا ہونے کا ضرور ذکر کرتے۔ جس طرح آپ نے الیس کی پیشینگوئی کا ذکر کر کے اس کے پورا ہونے کا بھی ذکر کیا تھا (۱۱: ۲۸)۔ لیکن مقدس لوقا اس بات کا ذکر چھوڑا اشارہ تک نہیں کرتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ شہر یروشلم اور میکہ دونوں اس کتاب کی تصنیف کے وقت سلامت تھے۔

چونکہ یروشلم کی بربادی کی دلیل نہایت زبردست دلیل ہے لہذا ناظرین کی واقفیت کے لئے ہم اس واقعہ کا مختصر ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔

۶۲ء سے ۶۶ء تک رومی گورنروں کی حکومت اہل یہود کے لئے نہایت
تکلیف دہ تھی۔ چنانچہ گورنر الیئس (از ۶۲ء تا ۶۷ء) اور گورنر فلورس (از
۶۷ء تا ۷۰ء) کے ایام حکومت یروشلم اور قوم یہود کے لئے نہایت نازک دن
تھے۔ ادھر زیلو تیس کے فرقہ اور دیگر فساد ی یہود نے حکام کا دم ناک میں کر رکھا
تھا۔ زیلو تیس رومی حکام کی اطاعت کرنا احسان کو ٹیکس ادا کرنا قوم کے خلاف
غداری اور مجرم تصور کرتے تھے۔ ۶۶ء کے موسم بہار میں فلورس کے مظالم کی وجہ
سے فساد برپا ہوئے۔ گورنر کو شہر سے باہر نکال دیا گیا۔ بغاوت بہر چار سٹو کیپٹل
گئی اور کنعان کے مختلف شہروں میں یہود اور غیر یہود میں خانہ جنگی چھڑ گئی۔ اس
پر شام کا گورنر سیسٹیس گلیس ایک لشکر جزائر لے کر آیا۔ اُس نے یروشلم پہنچ کر
شمال کے مضائقہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی لیکن اس میں یہ ہمت نہ ہوئی کہ
شہر پر حملہ کرے۔ جب وہ واپس جا رہا تھا تو نومبر ۶۶ء میں یہود اُس پر ٹوٹ
پڑے اور اُس کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اس پر شہر یروشلم کے مسیحی یون پار پیل
میں چلے گئے۔ بغاوت کی آخری منزل سنہ ۶۷ء کا واقعہ ہا ملہ تھا۔ جب طیطس بے شمار
افواج کے ساتھ سنہ ۶۷ء کی عید فصح کے تہوار سے پہلے یروشلم پر حملہ آور ہوا۔ تہوار کی وجہ
سے ہزاروں یہودی ارض مقدس کے مختلف مقامات سے یروشلم آئے ہوئے تھے۔
محاصرہ کی وجہ سے کال اور وہاں نے یروشلم میں خوب جشن منایا اور لاکھوں لاشیں
فصل کے باہر پھینکی گئیں۔ طیطس نہیں چاہتا تھا کہ ہیکل جیسی خوبصورت عمارت
تباہ ہو جائے۔ پس اُس نے سخت احکام جاری کئے لیکن ایک منچے سپاہی نے
جلتی مشعل ہیکل کے اندر پھینک دی جس کی وجہ سے ہر طرف آگ پھیل گئی اور
فوج نے بے لگام ہو کر ہیکل کو ایسا تباہ و برباد کر دیا کہ اس پر پتھر پر پتھر نہ رہا۔
(متی ۲۴)۔ اس جنگ میں دس لاکھ کے قریب یہودی مارے گئے۔

سلسلہ میں زیلو تیس کا فرقہ برسرِ اقتدار تھا۔ لیکن جب طیطس نے شہر کو فتح کر لیا تو وہ بھی بے دست و پا ہو گئے کیونکہ رومی سلطنت کی قوت و حشمت کے سامنے وہ بے بس تھے پس ان کا خاتمہ ایک لازمی اور ناگزیر امر تھا۔ ۱۳۵ء کے واقعہ کے بعد یرشلیم کا رومیوں نے کلیتہً خاتمہ کر دیا اور اس سال بارکوب کی بغاوت کے بعد فرقہ زیلو تیس کے پیرو اہل یہود کی تاریخ کے صفحات سے مٹ گئے۔

سلسلہ کے بعد صدوقیوں کی جماعت کا بھی خاتمہ ہو گیا کیونکہ حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ اس پارٹی کا بقا ناممکن ہو گیا تھا۔ یہیل کی ریبادی کے ساتھ ہی سالانہ تہواروں اور کھانٹ کے فرائض کی ضرورت بھی ختم ہو گئی تھی۔ سیاسی دُنیا میں صدوقی کسی بڑے عہدہ پر فائز نہیں ہو سکتے تھے پس مذہبی اور سیاسی دُنیا میں ان کا وجود نہ رہا۔ اناجیل میں جو باتیں ان کی بابت درمیر ولس بادشاہوں کے متعلق درج ہیں وہ صرف ہستی سے مٹ گئیں۔

اب ۶۶ء اور ۷۰ء کے درمیان کے واقعات کا نہ تو اعمال کی کتاب میں اور نہ کسی انجیل میں اشارہ پایا جاتا ہے جو اعمال سے پہلے لکھی گئی تھیں۔ پس یہ خاموشی نہایت معنی خیز ہے کیونکہ اعمال کی کتاب کی فضا اس جنگ و جدل کی فضا سے بالکل جدا ہے۔

(۸) یہودی اور یونانی فلسفیانہ خیالات کی وجہ سے پہلی صدی میں چند بدعتیں رونما ہونی شروع ہو گئیں۔ لیکن اعمال کی کتاب میں ان بدعتوں کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا۔ اگر یہ کتاب ۷۰ء میں لکھی گئی ہوتی تو مقدس لوگ ان کا ذکر مفصل طور پر کرتے کیونکہ اُس وقت تک یہ غناسطی بدعتیں بہت ترقی کر چکی تھیں۔ چنانچہ مقدس پولوس رسولِ خود ان بدعتوں کا ذکر کلسیوں کے خط میں کرتے ہیں جو

سلسلہ میں لکھا گیا تھا (۲: ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۱ تا ۲۳)۔ اتنی ہی ۱: ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۲۰ وغیرہ) چونکہ ان بدعتوں کا اشارہ تک اعمال کی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب ان بدعتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے سلسلہ میں لکھی گئی تھی۔

(۹) جب ہم اعمال الرسل کا بنظر تعمق مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعض مقامات میں ایسے نام پائے جاتے ہیں جن کا افتتاح کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں۔ مثلاً ۱: ۵، ۱۴، ۳۳، ۲۱، ۱۶، ۲۸، ۱۱ وغیرہ مقامات میں ایسے ناموں کا ذکر ہے جو اگر نہ لکھے جاتے تو بیان میں کسی قسم کا کوئی ہرج واقع نہ ہوتا۔ یہ نام محض اس وجہ سے یاد رہے اور کتاب میں لکھے گئے کیونکہ وہ واقعات و جن میں ان کا ذکر آتا ہے) ابھی نازد ہی تھے لیکن اگر اعمال کی کتاب سلسلہ میں لکھی جاتی تو یہ نام کب کے فراموش ہو گئے ہوتے۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی اور معمولی تفصیلات بھی ہمارے اس نتیجہ کی مصدق ہیں کہ مقدس لوگانے اعمال کی کتاب سلسلہ میں تصنیف کی تھی۔

(۱۰) جب یروشلم تباہ ہو گیا اور اہل یہود ہر چہار سو پانچ سو گئے (تو جیسا ہم اوپر بتلا چکے ہیں) صدوقیوں کا مقتدر فرقہ بھی ختم ہو کر ناپید ہو گیا بحیرت پسند یہودیت کے عالم یوحنا بن زکی *Johanan B. Zakai* نے جبکہ *Talneh* میں اپنے سکول (مسک) کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس جگہ آزاد خیال رہنماؤں کے خیالات، معمولات اور الہیات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ مسک صلح پسند فریسیوں کا نمائندہ تھا اور اس کے بانی کو تمام یہود عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھتے تھے لیکن اعمال کی کتاب میں اس مسک کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ اگر یہ کتاب سلسلہ میں لکھی جاتی تو یہ نام ممکن امر تھا کہ اس آزاد خیال امن پسند یہودی فرقہ کا ذکر تک نہ ہوتا۔ اس کے برعکس تمام کتاب میں صدوقیوں کا فرقہ

زندہ اور ہر جگہ اپنے اقتدار اور سُرخ سے کام لیتا نظر آتا ہے۔ ہر جگہ فقہوں کے ساتھ بحث و مجھوض کا سلسلہ جاری ہے اور فریسیوں کے برادر کش سخت روئے کا اور اُن کی سخت دلی اور ایذا دینے کا ہر جگہ چرچا پایا جاتا ہے (۲۲: ۲۲ وغیرہ)۔ اعمال کی کتاب کی تمام فضائیں ہیں اور وہ اس فضا سے باہر نہیں جاتی جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اُس زمانہ میں لکھی گئی جب یرشلم کی ہیکل ابھی کھڑی تھی، صدیقوں کا فرقہ برسرِ اقتدار تھا، فقہوں اور فریسیوں کی مخالفت روز بروز ترقی پھیل رہی اور ہرطن مسیحیت کا کلا گھونٹنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ یہ تمام حالات ثابت کرتے ہیں کہ مقدس کوٹانے رسولوں کے اعمال کو سننے میں تصنیف کیا تھا۔

فصل دوم

اعمال کی زبان، خیالات اور معتقدات

اعمال کی کتاب کی زبان، خیالات اور معتقدات اس نظر سے کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ کتاب ۸۵ء میں نہیں بلکہ اس سے پچیس برس پہلے لکھی گئی تھی۔ جب ہم اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں کلیسیا کی زندگی کے ابتدائی ایام کے خیالات اور معتقدات پائے جاتے ہیں۔ اور کہ ان خیالات کی ادائیگی کا طور و طریقہ بھی اُسی زمانہ کا ہے۔ کتاب کا اسلوب بیان الفاظ کی بندش اور انداز بیان بالکل اُسی قسم کا ہے جو اناجیل اربعہ کا ہے اور یریز پہلی صدی کے اواخر کی تصنیف شدہ کتابوں سے بالکل الگ ہے۔ اس کتاب کے آخری ابواب کے انداز بیان میں احد مقدس پولوس کے آخری خطوط میں دہن کو

عموماً پاسبانی خط کہتے ہیں، بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔^۱

ذیل میں ہم ان پتہ خیالات اور معتقدات کا مختصر ذکر کرتے ہیں:-

(۱) اگر اعمال کی کتاب ششم میں لکھی جاتی تو اعمال کے پہلے باب کا دوسرا حصہ اُس کی موجودہ شکل میں نہ لکھا جاتا۔ کیونکہ جس خیال کے مطابق مقدس متیاہ کا چناؤ ہوا تھا، اُس خیال کا تعلق کلیسیا کی زندگی کے ابتدائی زمانہ کے ساتھ ہے۔ یہ خیال خداوند مسیح کے اُس قول پر مبنی تھا جو مٹی ۱۹: ۲۷-۲۸، دلو ۲۲: ۲۹-۳۰ میں مندرج ہے۔^۲ یروشلیم کی بربادی سے پہلے ان آیات کو لفظ بلفظ مانا جاتا تھا۔ اس خیال کے مطابق یہوداہ خدا کی خودکشی سے جو جگہ خالی ہوئی تھی، اُس کو پر کرنا لازم تھا تاکہ عدالت کے دن بارہ رسول بارہ تختوں پر بیٹھ سکیں اور کوئی تخت خالی نہ رہ جائے۔ جب شہر یروشلیم برباد ہو گیا اور یہود کے بارہ قبائل تتر بتر ہو گئے تو اس خیال کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اگر اعمال کی کتاب ششم میں لکھی جاتی تو اس قسم کے خیالات کو کبھی اہمیت نہ دی جاتی اور مقدس متیاہ کے انتخاب کا واقعہ پاسبانی نظر انداز کر دیا جاتا خصوصاً جب پہلے باب کے بعد اس مقدس کا ذکر کہیں پایا نہیں جاتا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ کتاب اہل یہود کی پراگندگی سے پہلے لکھی گئی تھی۔

(۲) اعمال کی کتاب میں مقدس پولس رسول کی جو تقریریں درج کی گئی ہیں، وہ رسول مقبول کے خیالات کے ارتقاء کی ابتدائی منازل ہی سے متعلق ہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کبھی دیگر یہودی مسیحیوں کی طرح ”شرعیت کے بارے میں سرگرم“ تھے (۱۶: ۳۱ و ۲۶: ۵)۔ یہ خیالات اہل یہود کی پراگندگی سے پہلے کلیسیا میں رائج ہو سکتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد ان کا وجود ناممکن ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد کلیسیاؤں میں (جو زیادہ تر غیر یہود تھیں) رسول مقبول کے وہ خیالات اور معتقدات مروج ہو گئے جن کا ذکر آپ نے گلیتوں اور رومیوں کے خطوط میں

کیا تھا اور جن کے مطابق مسیحیت موسوی شریعت اور یہودی پابندیوں سے کایتہ آزاد تھی۔ اگر اعمال کی کتاب ہمہ میں لکھی جاتی تو مقدس لوقا پولوس رسول کے ابتدائی خیالات کا مفصل ذکر کرنے کی بجائے حالات کے بدل جانے کی وجہ سے رسول کے اُن خصوصی خیالات اور معتقدات کا مفصل ذکر کرتا جو پہلی صدی کے آخر میں غیر یہودی کلیسیاؤں میں مروج تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب یسوع کی تباہی اور قوم یہودی کی بربادی سے بہت پہلے لکھی گئی تھی۔

(۳) اعمال کی کتاب میں خداوند مسیح کی ذات کے متعلق جو تعلیم پائی جاتی ہے وہ کلیسیا کی زندگی کے ابتدائی زمانہ سے متعلق ہے جب کلیسیا کو ابھی یہ ضرورت نہ پڑی تھی کہ خداوند کی ذات کے متعلق غور و فکر کر کے اپنے معتقدات کو فلسفیانہ الفاظ کے ذریعہ واضح کرے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس اوائل زمانہ میں بزرگان کلیسیا خداوند مسیح کی ذات پر غور و فکر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ کے ساتھ والہانہ عشق رکھتے تھے جس کا منبع اور سرچشمہ وہ تجربہ تھا جو ان کو فاتح اور جلالی نجات دہندہ کے ساتھ شخصی طور پر حاصل تھا۔

اوائل ہی سے مسیحی عالمین کی ذات پاک پر عہد عتیق کی کتب مقدسہ کے بعض ناموں کا اطلاق کیا گیا تھا۔ مثلاً ابن آدم، خدا کا بیٹا، خدا کا خدام، موسیٰ کی مانند نبی اور خداوند۔ جب ہم ان القاب کا بنظر تعمق مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اعمال کی کتاب میں ان تمام اصطلاحات کا اطلاق آنحضرت پر ان کے ابتدائی معنوں میں ہی کیا گیا ہے۔ مثلاً ابن آدم کا لقب جو انا جیل اربعہ میں صرف کلمۃ اللہ کی زبان معجز بیان پر پایا جاتا ہے۔ اعمال میں مقدس ستفنس کی زبان پر ہے (۵: ۴) اور اس کے بعد یہ لقب کہیں نہیں ملتا۔ اسی طرح مسیحی عالمین کے لئے یہ خدا کا بیٹا استعمال کیا گیا ہے (۱: ۹ و ۲: ۱۷) لیکن اس اصطلاح میں تاہمال کوئی

میں، اور نہ رسولوں کے اعمال کی کتاب میں، خداوند یسوع کے لئے بطور اسم خاص کے ایک جگہ بھی استعمال نہیں ہوا۔ اس ایک نکتہ سے یہ ثابت ہے کہ چاروں انجیلیں اور رسولوں کے اعمال کلیسیا کے اُس ابتدائی دور سے متعلق ہیں جب ابھی خداوند یسوع کو صرف بطور ”مسیح موعود“ مانا جاتا تھا۔ اور ابھی لفظ ”مسیح“ نے بطور اسم معرفہ عام مسیحیوں کی زبان پر رواج نہیں پکڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پولوس کے خطوط کی نقل، نشر اور اشاعت کی وجہ سے کلیسیا میں خداوند یسوع کے لئے نام ”مسیح“، زبانِ زورِ خلایق ہو گیا اور اب دنیا بھر کے لوگ خداوند یسوع کو عموماً مسیح کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

ایک اور مثال لفظ ”خداوند“ ہے۔ یہ لفظ ”خداوند“ پہلی دو انجیلیوں میں بطور اسم خاص ابن اللہ کے لئے کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ انجیل سوم میں لفظ ”خداوند“ کا اطلاق مہنجی عالمین کی ذاتِ پاک پر بطور اسم خاص کے صرف کیا۔ مقامات میں کیا گیا ہے۔ رسولوں کے اعمال کی کتاب میں بھی یہ لفظ صرف کہیں کہیں بطور اسم خاص ابن اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اُس زمانہ میں لکھی گئی تھی، جب لفظ ”خداوند“ مہنجی عالمین کے لئے ابھی شروع ہوا تھا لیکن وہ ابھی رواج نہیں پانچکا تھا لیکن ان مقامات (۲: ۳۶، ۹: ۵) میں بھی اس اصطلاح سے مراد صرف ”آقا“ ہے اور پس۔ اگر اعمالِ رسول کے بعد یا انجیل کو قارئین کے قریب لکھی جاتی تو ”انجیل بطرس“ کی طرح یسوع کی بجائے لفظ ”خداوند“ ہر جگہ استعمال کیا جاتا۔ تاہم میں کو یاد ہو گا کہ مقدس پولوس ہر ایک خط میں ابن اللہ کے لئے اکثر لفظ ”خداوند“ استعمال کرتا ہے۔ پس اعمال کی کتاب میں ”خداوند“ کے لئے کوئی اصطلاحی الفاظ موجود نہیں جو پہلی صدی کے اواخر میں آپ کے لئے عام طور پر استعمال ہوتے تھے چنانچہ ڈاکٹر

فرکس جیکسن کہتے ہیں ”مسیح کی ذات اور شخصیت کے متعلق اعمال کی کتاب میں جو خیالات پائے جاتے ہیں وہ اس قسم کے نہیں جو بعد کے زمانہ میں مروج تھے۔“

ایک اور امر قابل غور ہے۔ مقدس پوٹوس کی تحریرات میں ہر جگہ آخراوند کی صلیبی موت کا تعلق بنی نوع انسان کی نجات کے ساتھ بتلایا گیا ہے لیکن اعمال کی کتاب میں یہ تعلق موجود نہیں ہے۔ اس کتاب میں آپ کی صلیبی موت کو اہل یہود کی شرارت سے متعلق کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جب یہ کتاب لکھی گئی تھی اس وقت مسیحی عقائد اپنی ارتقا کی ابتدائی منازل میں ہی تھے۔

میں انہیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خداوند مسیح کے کلمات بلاغت و ظہور کے لئے اعمال کی کتاب میں کوئی اصطلاحی لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ صرف الفاظ ”خداوند یسوع کی باتیں“ استعمال کیے گئے ہیں (۲: ۲۵)۔ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ اس کتاب کا تعلق پہلی صدی کے ادوار سے نہیں بلکہ نصف کے ساتھ ہے جب حضرت کلمۃ اللہ کی تعلیم کے لئے نا حال کوئی خاص لفظ یا اصطلاح تجویز نہیں کی گئی تھی۔ پس یہ سب سے بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۷۰ء میں لکھی گئی تھی۔

دہم پہلی صدی کے ادوار میں الفاظ ”مسیح“ اور ”مسیحیت“ عام طور پر مروج تھے لیکن اعمال کی کتاب میں یہ الفاظ مروج نہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اس زمانہ میں لکھی گئی تھی جب کلیسیا کے ممبروں کے لئے ابھی لفظ ”مسیح“ عام استعمال نہیں کیا جاتا تھا اور خداوند کے مخصوصی اصولوں کے لئے لفظ ”مسیحیت“ وضع نہیں کیا گیا تھا۔ اگر یہ کتاب سنہ ۷۰ء کی بجائے پچیس سال بعد احاطہ تحریر میں آئی تو اس میں ایمان داروں کے لئے لفظ ”مسیح“ زیادہ استعمال کیا جاتا کیونکہ اس ربع صدی میں تیسرہ روم کے تشدد آمیز رویہ کی وجہ سے لفظ ”مسیح“ کی اصطلاح

کلیسیا کے اندر باہر جڑ بکڑ چکی تھی۔

عہدِ جدید میں لفظ ”مسیحی“ صرف تین جگہ وارد ہوا ہے یعنی اعمال ۱۱، ۲۶ اور ۱ پطرس ۱۔ پہلے مقام میں مقدس لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ یوشاگرد پہلے انطاکیہ میں ہی مسیحی کہلائے۔ انطاکیہ کا شہر ساکنہ ریم کی طرح ازراہ تمسخر ہجویم نامہ اور حقارت آمیز لقب دینے کے لئے مشہور تھا۔ جب شام کے دارالسلطنت انطاکیہ کے شہر اور گردنواح میں مسیحیت پھیل گئی اور مٹی و مائیں کی وفات کے دس سال کے اندر غیر یہود جو حق درجہ حق مسیحیت کے حلقہ بگوش ہو گئے تو بت پرستوں کے لئے اہل یہود میں اور مسیح پر ایمان لانے والوں میں تمیز کرنا ایک لامبدی امر ہو گیا۔ انہوں نے غیر یہود ایمان داروں کو ازراہ تمسخر ”مسیحی“ کہنا شروع کر دیا یعنی مسیح کے پیرو جس طرح یہودیس کے پیروؤں کو ”یہود دی“ کہا جاتا تھا (متی ۲۲۔ مرقس ۲ وغیرہ)۔

لیکن مٹی جان پر ایمان لانے والے اپنے آپ کو ”مسیحی“ نہیں کہتے تھے۔ وہ اپنے اور دوسروں کے لئے عام طور پر الفاظ ”بھائی“، ”بھائیوں“ وغیرہ کا استعمال کرتے تھے۔ (اعمال ۶، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱

نے اپنے آپ کو ”مسیحی“ کہا ہو۔

دوسرا مقام جہاں غمید جدید میں لفظ ”مسیحی“ دار دہوا ہے اعمال ۲۷ ہے۔
اس مقام میں مقدس پولوس رسول اگر یا کہ خطاب کر کے کہتا ہے ”اے اگر یا بادشاہ تو
نبیوں کا یقین کرتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو یقین کرتا ہے۔ اگر یا نے پولوس سے کہا۔ تو
تو تھوڑی سی نصیحت کر کے مجھے مسیحی کر لیتا چاہتا ہے۔“ یہ واقعہ اہل انطاکیہ کے لفظ
”مسیحی“ کو اختراع کرنے کے تقریباً بیس سال بعد کا ہے۔ یہاں اگر یا بادشاہ بھی
ازروئے تمدن خیر ایمان داروں کو حقارت آمیز لفظ ”مسیحی“ سے یاد کرتا ہے۔ جس
طرح عصر حاضرہ میں پنجاب کے بعض دیہاتی غیر مسیحی، کلیسیا کے شرکاء کو
”دکرانی“ کہتے ہیں۔ مقدس پولوس کی تحریرات میں کہیں لفظ ”مسیحی“ نہیں
پایا جاتا۔

تیسرا مقام مقدس بطرس کے پہلے خط (پیم) میں ہے۔ یہاں مقدس بطرس
کلیسیا کے ممبروں کو فرماتے ہیں کہ اگر تم پرست تم کو ازراہ حقارت ”مسیحی“ کہتے ہیں یا
تم کو مسیح کے نام کے سبب ملامت کرتے ہیں تو یہ امر تمہارے لئے عار کا اور شرمانے کا
موجب نہیں ہونا چاہئے بلکہ تم اس نام کے سبب خدا کی تجید کرو کیونکہ اگر مسیح کے
نام کے سبب تم کو ملامت کی جاتی ہے تو تم مبارک ہو (۱ پی ۲: ۱۴)۔ مقدس بطرس کا یہ خط
۶۴ء کے قریب لکھا گیا تھا۔ جس سے ظاہر ہے کہ کلیسیا کے شرکاء ۶۴ء تک
لفظ ”مسیحی“ اپنے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس سال مقدس پولوس اور
مقدس بطرس ابھی زندہ تھے۔ مقدس پولوس کی شہادت کے چند سال بعد اس کے
Ephesus منہی عالمین پر ایمان لانے والوں کے لئے لفظ ”کلیسیا“ استعمال
کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اعمال کی کتاب اس زمانہ میں لکھی گئی تھی جب کلیسیا
کے شرکاء لفظ ”مسیحی“ کو اپنے لئے استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور نیک

بُت پرست بھی جو ایمان داروں کو طعن و تشنیع کا آماجگاہ بنانا نہیں چاہتے تھے، اس لفظ کو ان کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے پس یہ امر لکھنی ہمارے نتیجہ کا مصدق ہے کہ اعمال کی کتاب سنہ ۶۶ کے قریب لکھی گئی تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قیصرہ روم کے احکام اور ایذا رسانیوں کی وجہ سے لفظ ”مسیحی“ کلیسیا کے شرکاء پر چسپاں کیا جاتا تھا۔ رومی سلطنت کے قانون نے خداوند مسیح کے مذہب کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ کیونکہ وہ روم کے قومی مذہب دیوتا پرستی اور قیصر پرستی کے خلاف تھا۔ پس جب کلیسیا کے شرکاء کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا جاتا تھا تو ان سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ کیا تم ”مسیحی“ ہو؟ اگر فتناً شدگان انکار کرتے تو کلیسیائی حلقوں میں اس بات کو خداوند کے انکار کے برابر سمجھا جاتا تھا پس وہ نہایت دلیری سے یہی جواب دیتے کہ وہ ”مسیحی“ ہیں۔ یوں رفتہ رفتہ کلیسیا میں لفظ ”مسیحی“ رواج پا گیا اور ایذا رسانیوں کے دوران میں کلیسیا نے اس لفظ کو اپنا لیا اور ہر ایمان دار اس حقارت آمیز لفظ کو اب فخر یا استعمال کرنے لگ گیا۔

لفظ ”مسیحیت“ بھی عہد جدید کی کتب کے مجموعہ میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ اعمال کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل یہود اس کے لئے حقارت کے طور پر لفظ ”طریق“، بمعنی ”راہ“ استعمال کرتے تھے (۹) مقابلہ (۲۴) وغیرہ) لیکن مسیحی کلیسیا نے ان کے تمسخر، تضحیک اور حقارت کی پروا نہ کر کے (اعمال ۲۴)۔ لفظ ”طریق“ کو اپنا لیا کیونکہ اس کے متنی نے یہ لفظ خاص اپنی ذات کے لئے استعمال فرمایا تھا (یوحنا ۱۴)۔ اعمال کی کتاب میں حضرت کلمتہ اللہ کے اصولوں کے لئے یہی لفظ ”طریق“، جا بجا استعمال ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اولین اور ابتدائی زمانہ سے متعلق ہے (اعمال ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۲، ۲۳، ۲۴) وغیرہ) قیصرہ

لفظ اُن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے لیکن اگر اس مقام (اعمال ۲۲) کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ اس مقام میں رسول مقبول کا مطلب یہ نہیں کہ مقدس استغفار کی گواہی نے موت کی صورت اختیار کی تھی بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ گواہی کی وجہ سے اُس کی موت واقع ہوئی تھی۔ پس ظاہر ہے کہ لفظ "شہید" اس مقام پر اصطلاحی معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا۔ جس طرح مثال کے طور پر وہ مکاشفات (۲، ۳) میں استعمال کیا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ اعمال کی کتاب قیصریہ کی ایذا رسانوں سے پہلے احاطہ تحریر میں آئی اور یہ نتیجہ ہمارے اس نظریہ کی تصدیق کرتا ہے کہ مقدس لوقا نے یہ کتاب سنہ ۶۰ کے قریب لکھی تھی۔

(۶) جب ہم اعمال کی کتاب کی کلیسیائی تنظیم پر نظر کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کلیسیا کے امور نظام بھی ابتدائی مراحل سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے کسی حصہ میں بھی کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ کلیسیائی تنظیم پہلی صدی کے آخر کی ہے۔ اس کتاب میں الفاظ "ایسکوپوس" اور "پریسبٹر" آتے ہیں لیکن ان الفاظ سے ہم وہ مطلب اخذ نہیں کر سکتے جو ان کے ہم معنی الفاظ "ایسپ" اور "پریسبٹر" کے تصورات میں مابعد کے زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس رسولوں کے "ہاتھ رکھنے" کا مطلب بھی وہ نہیں ہے جو مابعد کے زمانہ میں کلیسیا میں مروج تھا۔ حق تو یہ ہے کہ کلیسیا کی تنظیم اس کتاب کے لکھے جانے کے وقت ابھی کھوس اور جامد نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اپنی ترقی کی ابتدائی منزلوں میں ہی تھی۔

ان امور دیگر وجوہ کے باعث ڈاکٹر سٹل کہتا ہے کہ اعمال کی کتاب سنہ ۷۰ کے بعد کی نہیں ہو سکتی۔

ان تمام اصطلاحات کا مطالعہ یہ حقیقت ثابت کر دیتا ہے کہ ان کے معانی اور مطالب کلیسیا کی ارتقا کے ابتدائی زمانہ ہی سے متعلق ہیں۔ اگر کتاب اعمال اریسل پہلی صدی کے اواخر میں لکھی جاتی تو یقیناً کلیسیا کے اُس دور کے خیالات اور معتقدات اور کلیسیائی تنظیم کا عکس اور اثر اس کتاب میں پایا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ۵۰۰ء سے ۶۰۰ء میں لکھی گئی تھی اور اس کا زمانہ تصنیف ۵۰۰ء کے لگ بھگ کا ہے۔

فصل سوم
مقدس پولوس کے خطوط اور اعمال کی کتاب

اعمال کی کتاب سے ظاہر ہے کہ اس کے مصنف نے مقدس پولوس کے خطوط کا استعمال نہیں کیا۔ آپ اگر یہ مان لیا جائے کہ مقدس لوقا نے یہ کتاب رسول کی حیات میں ہی لکھی تھی تو اس حقیقت کی کچھ وجہ ہو سکتی ہے لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ کتاب رسول کی شہادت کے بیس (یا جیسا کہ بعض کہتے ہیں چالیس برس) بعد لکھی گئی تو یہ حقیقت قابلِ توجہ نہیں ہو سکتی۔ اعمال کی کتاب کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جیاد کسی پر یہ اثر ظاہر نہیں ہو سکتا کہ اس کا مصنف مقدس پولوس کے خطوط سے واقف بھی تھا۔ غیر انہوں کا خط اس کتاب سے غالباً دس پندرہ برس بعد لکھا گیا تھا۔ اس کا مصنف رسول کے خطوط سے واقف نظر آتا ہے۔ بطرس کے پہلے خط میں چند حصص ایسے ہیں جو مقدس بطرس کی شہادت کے چند سال بعد اس میں ایجاد کئے گئے تھے۔ اس میں بھی مقدس پولوس کے خطوط کا صاف اشارہ اور ذکر ہے $\frac{1}{13}$ ، روم $\frac{12}{12} + \frac{1}{12}$ ، روم $\frac{2}{11}$ ، $\frac{1}{10}$ ، روم $\frac{14}{14}$ ۔

علاوہ ان میں گلتی ۱: ۲۰ تا ۱۸ وغیرہ آیات کی روشنی میں اعمال کا پندرھواں باب لکھا جاتا۔

اگر مقدس لوقا کے سامنے گلتیوں کا خط ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنی کتاب میں مقدس پولوس کے سفرِ عرب یا انطاکیہ میں مقدس پولوس اور مقدس بطرس کی باہمی بخشش کا یا طیطس کے فتنہ کا ذکر نہ کرتے۔ پس اعمال کی کتاب کے لکھنے کے وقت گلتیوں کا خط مقدس لوقا کی نظروں کے سامنے نہیں تھا۔

اس کا سبب ظاہر ہے۔ اعمال کی کتاب کی تصنیف کے وقت گلتیوں کا خط ابھی تمام کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں نہیں تھا اور رسول مقبول خود زندہ تھے۔ پس اس کے مصنف کو جو رسول کے ساتھی تھے ان کے خطوط کو ہم پہنچانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔ اگر مقدس لوقا اس کتاب کو سنہ ۶۰ کی بجائے پچیس سال بعد ۷۵ء میں لکھتے تو وہ مذکورہ بالا واقعات کو جو اہم قسم کے تھے ہرگز نظر انداز نہ کرتے۔

۱۔ اگر کرتھیوں کے خطوط مقدس لوقا کے سامنے ہوتے اور آپ نے ۱: ۵: کو ۷: کو پڑھا ہوتا تو یقیناً اپنی انجیل لکھتے وقت وہ ان واقعات کا ذکر کرتے اور بتلاتے کہ مئیٰ عالیہ اپنی ظفریاب قیامت کے بعد فلاں مقام اور فلاں موقع پر ”پانچ سو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دکھائی دیئے جن میں سے اکثر اب تک موجود ہیں“ اور مقدس یعقوب کو بھی فلاں موقع اور قیامت کے بعد فلاں در فلاں جگہ نظر آئے۔

اگر مقدس لوقا نے ۲: کرتھی پڑھا ہوتا تو وہ اعمال کی کتاب میں ضرور بتلاتے کہ مقدس پولوس نے کہاں اور کس موقع پر یہودیوں سے ایک کم چالیس کوڑے پانچ بار کھائے۔ تین مرتبہ بیدیں کھائیں۔ تین دفعہ جہاز لوٹنے کی بلا میں گرفتار

ہوئے“ (۱۱: ۲۴، ۲۵)۔

اعمال کی کتاب کو الف سے سی تک پڑھ جاؤ تمام کتاب میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ مقدس پولوس نے کسی کلیسیا کو کبھی کوئی خط لکھا تھا۔ اگر اعمال کی کتاب سترہ میں نہ لکھی جاتی بلکہ اس سے پچیس سال (یا جیسا بعض کہتے ہیں چالیس سال سے زائد عرصہ) بعد لکھی جاتی تو یہ ناممکن امر ہے کہ اس کا مصنف رسول کے خطوط کا ذکر تک نہ کرتا یا مخصوص اس زمانہ تک آپ کے خطوط پر کلیسیا کے ہاتھوں میں تھے۔ مثلاً جب وہ کہتے ہیں کہ اگر تا ہے تو ضرور لکھنا کہ یہاں رسول مقبول نے روم کی کلیسیا کو خط لکھا تھا۔ لیکن اگر کوئی غیر مسیحی جو انجیل جلیل کی کتاب کے مجموعہ سے ناواقف ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ اس میں کس شخص نے کیا لکھا ہے اور صرف اعمال کی کتاب کو پڑھے تو اس کے شان و گمان میں بھی یہ بات کبھی نہ آئے گی کہ مقدس پولوس نے کبھی کسی کلیسیا کو کوئی خط لکھنے کے لئے قلم بھی اٹھایا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ بھی سمجھتا کہ پولوس صرف ایک زبردست مبلغ اور جوشیلا رسول تھا جو جنونی ہو کر جا بجا سرگردان پھرتا رہا تاکہ اپنے خدا کی نجات کی بشارت دمی دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچا دے۔

پس اعمال کی کتاب لکھتے وقت مقدس لوقا کے سامنے مقدس پولوس رسول کے خطا مو جو نہیں تھے ورنہ آپ ان خطوں کی روشنی میں بعض امور کا ذکر ضرور کرتے اور دیگر امور کو اچھی طرح واضح کر دیتے۔ اب غبی سے غبی شخص پر بھی یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ کتاب سترہ کے بعد لکھی جاتی تو اس کے مصنف کے ہاتھوں میں ان خطوط کی کاپیاں ضرور ہوتیں۔ مقدس پولوس سترہ میں شہید کئے گئے تھے۔ کیا یہ امر قریب قیاس ہو سکتا ہے کہ اگر مقدس لوقا سترہ یا سترہ میں یہ کتاب لکھتے تو آپ اپنے شہید آقا کے خطوط کو ان کی زندگی کے واقعات لکھتے وقت اپنے سامنے

درکھتے ہیں ان خطوط کا سلسلہ تک مقدس لوقا کے ہاتھوں میں نہ ہونا تعجب خیز امر نہیں ہو سکتا لیکن ۸۵ء یا سلسلہ تک ان خطوط کا آپ کے ہاتھوں میں نہ ہونا ایک ناممکن الوقوع امر ہے۔

فصل چہارم

مخالف علماء کے خیالات کی تنقیح و تنقید

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ بعض علماء و سالہ اعمال کی تصنیف کے لئے ۸۵ء کی بجائے سلسلہ تجویز کرتے ہیں۔ اُن اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ مقدس لوقا نے یہودی مؤرخ یوسفس کی تصنیف ANTIGUITIES کو بطور ایک ماخذ کے استعمال کیا تھا جو ۹۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اگر یہ دلیل صحیح ثابت ہو جائے تو کوئی شخص یہ انکار نہیں کر سکتا کہ رسالہ اعمال ۹۴ء کی بجائے ۹۵ء یا اس کے بعد لکھا گیا تھا۔ لیکن یہ دعویٰ سراسر غلط ہے اور حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مقدس لوقا اور یوسفس دونوں بعض اوقات ایک ہی واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ اعمال ۵: ۳۶-۳۷: ۱۲-۱۳: ۲۰-۲۱: ۳۸ میں جن واقعات کا ذکر ہے اُن کا یہ مؤرخ بھی ذکر کرتا ہے۔ دونوں مصنفوں کی کتابوں میں بعض الفاظ ایک ہی قسم کے پائے جاتے ہیں جن سے ان علماء کو یہ ہوکا ہو گیا ہے کہ مقدس لوقا نے اس یہودی مؤرخ کو ماخذ کے طور پر استعمال کیا تھا۔ شاید یوسفس نے طبریاس سے کہا "اگر ہی انصاف ہے تو مجھے مرنے سے

انکار نہیں ہے، مقابلہ کرد اعمال ۲۵: ۱۱) لیکن اس قسم کے الفاظ ہر شخص کے
منہ سے نکلتے ہیں جس پر جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے اور ان سے یہ نتیجہ مستنبط
نہیں ہو سکتا کہ مقدس لوقا یہودی مؤرخ کا مرہون منت ہے۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب دو مصنف ایک ہی واقعہ کی نسبت
لکھتے ہیں تو وہ کسی حد تک ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن ان
الفاظ کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک نے دوسرے کی نقل کی ہے۔
حق تو یہ ہے کہ دونوں مصنفوں کے بیانات کو پڑھنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ
دونوں کے بیانات میں بڑا فرق ہے اور یہ فرق اس قدر واضح ہے کہ ایک نقد
کرتا ہے کہ اگر مقدس لوقا نے یوسیفس کی کتب کو پڑھا تھا تو وہ ان کو
پڑھنے کے بعد ہی فوراً بھول گیا ہو گا!!

مقدس لوقا اور یوسیفس دونوں مصنف فاضل تھے۔ اور دونوں کامیاب
وسیع تھا۔ پس یہ امر ممکن ہے کہ جب دونوں مصنف زمانہ ماضی کے ایک ہی قسم
کے تاریخی واقعات کا ذکر کرتے ہیں تو ان دونوں کا تاریخی ماحخذ کسی تیسرے مصنف
کی کتاب ہوگی جس کی وجہ سے دونوں کے الفاظ میں مشابہت ہے۔ اور
جب دونوں مصنف ایک ہی ملک اور قوم کے ایک ہی واقعہ کا ذکر کرتے ہیں
اور ایک ہی قسم کے منظروں کا ذکر کرتے ہیں تو جوائے حیرت نہیں کہ دونوں کے
قلم سے ایک ہی قسم کے الفاظ نکلتے ہیں اور اس مشابہت سے قطعاً اور حتمی
طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مقدس لوقا نے یوسیفس کی کتاب کا استعمال کیا ہے
یا اس کے برعکس یہودی مؤرخ نے مقدس لوقا کی تصنیفات کا استعمال کیا ہے۔
یادوں مصنفوں نے کسی تیسرے مصنف کی کتاب کو اپنا ماحخذ بنایا ہے۔
حق تو یہ ہے کہ مقدس لوقا ایک محتاط مؤرخ ہے اور اپنی انجیل اور اعمال

کی کتابوں میں تواریخی واقعات کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ مثلاً وہ ہیرودیس کے تہذیب کی تاریخ سے واقف ہے۔ وہ رومی قیصر کے ناموں کا ذکر کرتا ہے اور اہل یہود کی تاریخ کی جانب اشارے بھی کرتا ہے۔ وہ رومی حکام کے صحیح خطاب لکھتا ہے اور رومی سلطنت کے شہروں کا بیان بھی درست کرتا ہے۔ اس سے بعض علماء کو یہ گمان ہوا کہ مقدس لوقا کے سامنے تاریخی کتابیں تھیں جو اس کا ماخذ تھیں۔ لیکن اس قسم کی تاریخی کتب میں سے صرف یوسفوس کی کتاب کا ہی ہم کو علم ہے لہذا انہوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ اعمال یوسفوس کی کتب کے بعد لکھی گئی ہے۔ لیکن یوسفوس کی کتاب کا وہ حصہ جو اعمال کا ماخذ خیال کیا جاتا ہے اس کا آخری حصہ ہے اور اس آخری حصہ کا مطالعہ ہم پر واضح کرتا ہے کہ اس کتاب کے وہ بیان جو انجیل دوم اور اعمال سے متعلق ہیں نہایت قلیل، ناکافی اور کم مایہ قسم کے ہیں کیونکہ اس حصہ کے جزو اعظم کا تعلق ہیرودیس اگر یا (xx)۔ بابل کے یہود کے حالات (xvii) اور شاہ ادیاہین کی زندگی (xx) کے بیانات پر مشتمل ہے۔ پس اگر یہ نظریہ درست ہو تو ہم کو حیرانگی ہوتی ہے کہ مقدس لوقا جیسے محتاط شخص نے ایک ایسی کتاب کو ماخذ بنایا جس سے اس کو اس قدر کم حالات ملے! ہم کو یہ امر شاموش نہیں کرنا چاہیے کہ جن لوگوں کا مقدس لوقا بالعموم ذکر کرتا ہے وہ مشہور ہستیوں تھیں اور ان کے جاننے کے لئے کسی تاریخی کتاب کے ماخذ کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر یوسفوس ہم کو یہ بتلاتا کہ سر جیس پاپس *Sergius Paulus* ایک پروکونسل تھا یا فلپس کے مجسٹریٹ اپنے آپ کو "پریٹ" *Proetor* کہلانے کے خواہشمند تھے یا نیلیو *Nellio* آرمینیا کا پروکونسل تھا یا افسس شہر کا "محرم" ہوا کرتا تھا تو یہ نظریہ زیادہ قابل قبول ہوتا۔

اس میں شک نہیں کہ مقدس لوقا کی تصنیفات کی روشنی میں یوسیفس کی کتب زیادہ واضح ہو جاتی ہیں اور یوسیفس کی طرزِ ادا اور اس کے بیان کو ہم بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ اُلٹا ثابت نہیں ہوتا کہ مقدس لوقا نے یوسیفس کی کتب کا استعمال کیا تھا۔

(۲)

تادم تحریر کوئی عالم ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا جس سے اس دعویٰ کا ثبوت قطعی طور پر پایہ تکمیل کو پہنچ سکے کہ مقدس لوقا کے مآخذوں میں اس یودی مؤرخ کی کتابیں شامل تھیں۔ اس کے برعکس بعض تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں مصنف نہ صرف ایک دوسرے سے بے نیاز ہیں بلکہ دونوں میں شدید اختلاف ہے مثلاً مقدس لوقا کے معاملہ میں دونوں میں حد درجہ کا اختلاف ہے (اعما ۳۶:۵) پھر مقدس لوقا لکھتا ہے کہ مہری کے پیر چار ہزار تھے (۳۸:۲۱)۔ لیکن یوسیفس اس تعداد کو تیس ہزار بتاتا ہے۔ اور مورخین کا خیال ہے کہ مقدس لوقا کی تعداد زیادہ قریب قیاس ہے۔ ڈاکٹر سینڈے (SANDAY) کہتا ہے۔ "ہے کہ دونوں مصنفوں میں جو اختلافات ہیں وہ کی باہمی مشابہت سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی اکیلا ہی اس نتیجہ پر نہیں پہنچتا۔ یہ مفروضہ بالکل بے بنیاد ہے۔" جیمز نکاد ڈاکٹر بارنیک کہتا ہے کہ "یہ نظریہ کہ انماں کے مصنف نے یوسیفس کی کتابوں کو پڑھا تھا قطعی بے بنیاد ہے۔" یہ نظریہ ایسی بودی دلیل پر مبنی ہے کہ فی زمانہ مغربی ممالک کا کوئی سنجیدہ مزاج نقاد اس کا قائل نہیں رہا۔

اس دلیل میں یوسیفس کی تصنیفات کو ہم دو دھاری تلوار کی طرح استعمال نہیں کر سکتے۔ اگر الفاظ کی مشابہت کی بناء پر ہم یہ ثابت کرنا چاہیں کہ مقدس

لوقا نے یہودی مؤرخ کی کتاب کی نقل کی ہے تو جہاں دونوں مصنفوں میں حدود درجہ کا اختلاف پایا جاتا ہے وہاں ہم کو یہ کہنے کا مجاز نہیں کہ ان بیانوں میں یہودی مؤرخ کا بیان تو درست ہے لیکن مقدس لوقا کا بیان غلط ہے (لوقا ۳: ۱۵ - ۳۵: ۵)۔ اگر مقدس لوقا کے سامنے بزرگ معترض یوسفیفس کا صحیح بیان موجود تھا تو پھر اُس نے مؤرخ کی کتاب سے اختلاف کیوں کیا؟ حق تو یہ ہے کہ جب موجودہ نمانہ کے نقاد دونوں مصنفوں کے مختلف بیانات کا غیر جانبدارانہ موازنہ کرتے ہیں تو وہ مقدس لوقا کے بیان کو زیادہ قرین قیاس اور صحیح پاتے ہیں۔ یہودی مؤرخ کے بیان مبالغہ اور رنگ آمیزی سے خالی نہیں۔

پس مقدس لوقا نے کتاب اعمال الرسل کو یوسفیفس کی کتابوں سے پہلے لکھا تھا۔ اعمال کی کتاب کا مطالعہ یہ امر عیاں کر دیتا ہے کہ مصنف نے اس مؤرخ کی کتب کو پڑھا بھی نہ تھا اور غالباً اُس کے ماخذ بھی وہ نہ تھے جو یہودی مؤرخ کے تھے۔

(۳)

حق تو یہ ہے کہ اگر اناجیل اربعہ اور اعمال الرسل پہلی صدی کے اداثر میں لکھے جاتے تو انجیلی بیانات میں اسی قسم کے خرافات اور لغویات موجود ہوتیں جو اناجیل موضوعہ میں ہیں۔ واقعات کے بعد غرضہ طوالت کی نسبت سے انسان کی قوت متخیلہ پر داز کرنے لگ جاتی ہے اور جس قدر واقعات دہرے ہوتے جاتے ہیں اسی قدر رنگ آمیزی اور مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر اناجیل اربعہ کے واقعات کا سینہ بسینہ روایات پر ہی انحصار ہوتا اور اگر یہ اناجیل پہلی صدی کے اداثر میں احاطہ تحریر میں آتیں تو ان کے بیانات میں لغویات پائی جاتیں مثال

کے طور پر ہائٹ پولس کے لیشپ پے پٹس کو لیں۔ اس کی کتاب کا پایہ اسلامی کتب
سیر کا سا ہے۔ جس طرح ان کتب سیر کے مصنف جو سنتے تھے وہ بغیر جانچے
پرکھے لکھ لیا کرتے تھے اسی طرح یہ لیشپ اس بات کے شوقین تھے کہ وہ ہر
شخص کا بیان بغیر کسی کسوٹی پر پرکھنے کے لکھ لیں۔ چنانچہ اُس نے رسولوں
کی زبان کے ادمان کے بعد کے آنے والے لوگوں کے اقوال کو ایک کتاب میں سنہ
کے قریب جمع کیا۔ جس میں ہر طرح کا رطب دیا لیں بھرا ہوا ہے۔ مثلاً وہ
کتا ہے کہ خداوند نے سعادت کے ہزار سالہ دور کی نسبت فرمایا ہے کہ
”انگور کی پیداوار ہوگی اور ہر پودے کی دس ہزار شاخیں ہوں گی اور ہر شاخ
پر دس ہزار ٹھٹھے ہوں گے اور ہر ٹھٹھے میں انگور کے دس ہزار دانے ہوں گے
اور ہر دانے میں اڑھائی ٹن رس ہوگا۔ یہی حال اناج کا ہوگا۔ ہر بیج سے دس
ہزار ڈنٹھل پیدا ہوں گے اور ہر ڈنٹھل پر دس ہزار بالیاں اور ہر بالی میں پانچ
سیر آٹا ہوگا۔“ پھر وہ یہود و اہ غدار کی نسبت لکھتا ہے ”اس کا جسم اس قدر
پھول گیا تھا کہ وہ کشادہ سے کشادہ دروازے میں سے نہیں گزر سکتا تھا۔
گو اس میں سے ایک جھکڑا یا سانی نکل جاتا تھا۔ اُس کی آنکھیں اس
قدر اندر دھس گئی تھیں کہ وہ اُن سے کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا اور نہ کوئی ڈاکٹر
کسی نالی کے ذریعہ ان کا معائنہ کر سکتا تھا۔“ اب جائے غور ہے کہ اگر ایک
شخص جو لیشپ کے عہدہ پر فائز ہو اور جس نے انجیل اول و دوم میں خدا
کی موت کا حال پڑھا ہو، اس قدر زود اعتقاد ہو سکتا ہے کہ وہ اس
قسم کے خرافات کو تسلیم کر کے حوالہ قلم کرے۔ تو اگر یہ اناجیل بھی سنہ
کے قریب لکھی جاتیں تو ان میں لغو قصص اور کہانیاں ضرور موجود ہوتیں۔
لیکن اناجیل اربعہ اور اعمال الرسل بہر قسم کی لغویات سے کلینہ پاک ہیں جس

سے ظاہر ہے کہ جو واقعات اُن میں درج ہیں وہ نہ صرف چشم دید گواہوں کے بیانات ہیں بلکہ یہ بیانات واقعات کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی تحریر میں آ گئے تھے۔

بیاں یہ بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لیشپ نے پیش قدم ترین مصنف ہے اور گوجیسٹا مؤرخ یوسی بیٹس اُس کی نسبت کہتا ہے کہ وہ کوناہ نقل تھا اور زود اعتقاد ہونے کی وجہ سے ہر خیال فریبی کی باتوں میں آ جانا تھا تاہم اس کی کتاب میں ایسے بیانات بھی پائے جاتے ہیں جو سچائی کے معیار پر پورے اُترتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یوسی بیٹس جیسے محتاط مؤرخ نے اُن کو تسلیم کیا ہے۔ ان بیانات کو ہم اس رسالہ میں نقل کر آئے ہیں۔

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے:-

اعمال کی کتاب نہ تو دوسری صدی کے اوائل میں لکھی گئی اور نہ یرشلیم کی تباہی (۱۳۵ء) کے بعد لکھی گئی۔ بلکہ پہلی صدی کے دوسرے نصف کے اوائل میں ۱۳۵ء کے قریب لکھی گئی تھی۔ کیونکہ (۱) اس میں آخری واقعہ جو درج ہے وہ پولوس رسول کی پہلی قید سے متعلق ہے۔ (۲) اس کا مصنف اس امر سے بے خبر ہے کہ جو اپیل مقدس رسول نے قیصر کے ہاں کی تھی اُس کا کیا حشر ہوا۔ (۳) اس میں خُداوند کے بھائی مقدس یعقوب کی شہادت کا ذکر جو ۱۳۵ء میں واقع ہوئی ذکر نہیں ملتا۔ (۴) اس میں مقدس پطرس اور پولوس کی شہادتوں کا ذکر ۱۳۵ء اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ (۵) اس میں نیرد کی ایذا رسانی ۱۳۵ء کا اشارہ تک نہیں ملتا۔ (۶) اس کتاب میں امید افزا حالات کی جھلک ہر جگہ نظر آتی ہے۔ اگر یہ کتاب ۱۳۵ء کے قریب لکھی جاتی تو

اس کالب دلچہ مکاشفات کی کتاب کا سا ہوتا۔ (۷) اس میں مقدس پولوس کے خطوط کی نسبت ایک لفظ بھی نہیں ملتا جس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ مقدس لوقا رسول مقبول کے تادمہرگ ساتھی اور رفیق کار تھے۔ اگر یہ کتاب ۳۵ء میں لکھی جاتی تو رسول شہید کے خطوط کا ذکر ضرور ہوتا اور ان کی روشنی میں بعض واقعات (۱۹-۳۰ وغیرہ) لکھے جاتے۔ (۸) اس میں ابتدائی قسم کے مسیحی معتقدات پائے جاتے ہیں۔ (۹) اس میں یروشلیم کی تباہی اور اہل یہود کی پراگندگی کا ذکر تک نہیں۔ (۱۰) اس کتاب کے ہیرو۔ ایکٹر اور اداکار سب کے سب ایسی فضا میں سانس لیتے اور چلتے پھرتے ہیں جو مسیحیت کے اولین دور سے متعلق ہے۔ ان وجوہ کے باعث ہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ رسولوں کے اعمال کی کتاب ۳۵ء کے قریب لکھی گئی تھی۔

باب دوم

تاریخ تصنیف انجیل لوقا

ہم نے گذشتہ باب میں شرح و بسط کے ساتھ کتاب اعمال الرسل کی تاریخ تصنیف پر مفصل بحث کی ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے زمانہ تصنیف کے تعین پر انجیل لوقا کی تاریخ تصنیف کا دار و مدار ہے۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں مقدس لوقا لکھتا ہے: ”اے تھیوفلس۔ میں نے پہلا رسالہ (یعنی انجیل) ان سب باتوں کے بیان میں تصنیف کیا جو یسوع مسیح نے شروع میں کرتا اور سکھاتا رہا۔“ (۱)۔ پس انجیل سوم پہلا رسالہ ہے اور اعمال کی کتاب دوسرا رسالہ ہے جو انجیل کے بعد لکھا گیا تھا۔ اگر یہ دوسرا رسالہ ۳۰ء یا ۳۵ء یا ۴۰ء کے قریب لکھا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ انجیل سوم بھی اس سے پانچ دس سال پہلے لکھی گئی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء اس انجیل کے زمانہ تصنیف کے لئے ۳۰ء یا ۳۵ء کا زمانہ تجویز کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے نتائج راجح پر ہم گھلے باب میں پہنچے ہیں، درست ہیں اور اعمال کی کتاب فی الحقیقت ۳۰ء کے قریب لکھی گئی تھی تو انجیل سوم کا زمانہ تصنیف اس سے چند سال پہلے کا ہوگا۔ انشاء اللہ اس باب میں ہم یہ ثابت کر دیتے کہ انجیل لوقا ۳۵ء سے پہلے منجی عالمین کی صلیبی موت کے صرف قریباً پچیس سال بعد لکھی گئی تھی۔

فصل اول

مخالف علماء کے دلائل پر تنقید

اس فصل میں ہم پہلے ان علماء کے دلائل کا موازنہ کریں گے جن کا یہ نظریہ ہے کہ انجیل لوقا ستمہ کے قریب لکھی گئی ہے۔

(۱) ان علماء کا یہ قول ہے کہ یہ انجیل یروشلیم کی تباہی کے بعد احوالہ تحریر میں آئی ان کی مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ جن الفاظ میں مقدس لوقا یروشلیم کے برباد ہونے کی پیشینگوئی کا ذکر کرتے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ شہر یروشلیم اس کتاب کی تصنیف سے بہت پہلے برباد ہو چکا تھا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جب ہم انجیل سوم کی پیشینگوئی کے الفاظ کا دیگر ان انجیل کے الفاظ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں (لوقا ۲۱، مرقس ۱۳، متی ۲۴)۔ تو تینوں کے بیانات کے الفاظ میں ہم کو فرق نظر آتا ہے مثلاً مقدس لوقا انجیل اول کے الفاظ ”پر طھنے والا سمجھ لے“ (۲۴) نہیں لکھتا اور الفاظ ”دیس جب تم اس اُجاڑنے والی مگر وہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں گھرا ہوا دیکھو“ کی بجائے لکھتا ہے ”جب تم یروشلیم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے“ (لوقا ۲۱) اور تفصیلات دیتا ہے کہ ”وہ تلوار کا لقمہ ہو جائیگا اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پہنچائے جائیگا۔ اور جب تک غیر اقوام کی مبعادی پوری نہ ہو، یروشلیم غیر قوموں سے

پامال ہوتی رہے گی“ (آیت ۲۴)۔ پھر آگے چل کر نشانوں کے ظہور کی نسبت بتلاتا ہے لیکن انجیل ازل کے الفاظ ”اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد“ (متی ۲۴) کو قلم انداز کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں مقدس لوقا ۱۹ میں پیشینگوئی کی تفصیلات بتاتا ہے۔ ”کیونکہ وہ دن تجھ پر آئینے کے تیرے دشمن تیرے گرد مورچہ باندھ کر تجھے گھیر لیں گے۔ اور ہر طرف سے تنگ کرینگے اور تجھ کو احد تیرے بچوں کو جو تجھ میں ہیں زمین پر سے پٹکیں گے۔ احد تجھ میں کسی پیٹھر پر پیٹھر باقی نہ چھوڑینگے۔“

یہ علماء کہتے ہیں کہ اس قسم کے تفصیلی الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ انجیل سوم کی تصنیف سے پہلے یرشلیم تباہ ہو چکا تھا اور مقدس لوقا خداوند مسیح کی زبانی وہ باتیں کہلواتا ہے جو رومی افواج نے دراصل شہر میں یرشلیم کو تباہ کرتے وقت اختیار کی تھیں۔ بالفاظ دیگر وہ مابعد کے واقعات کی روشنی میں خداوند مسیح کی پیشین گوئی کی تشریح کر کے کہتا ہے کہ مقدس متی کے الفاظ اس اُسی اُچار نے والی ماروہ چیز..... لکھڑا دیکھو) سے منجی عالمین کا یہ مطلب تھا کہ ”رجب نم یرشلیم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو“ اور وہ باتیں بتاتا ہے جو رومی افواج نے یرشلیم کے محاصرہ کے وقت کی تھیں (۱۴: ۴۳)۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ ہم فصل اول میں یہ دلیل دے چکے ہیں کہ کتاب رسوں کے اعمال میں یرشلیم کی تباہی اور قوم یہود کی پراگندگی کا اشارہ تک موجود نہیں لہذا یہ کتاب اس واقعہ (شہر) سے بہت پہلے احاطہ تحریر میں آچکی تھی۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقدس لوقا اپنی انجیل میں یرشلیم اور اہل یہود کی بربادی کا منظر بیان کرتا ہے تو ہمارا دعوئے غلط ہوگا۔ پس ہم اس دلیل پر ہر پہلو سے غور کر کے انشاء اللہ یہ ثابت کر دینگے کہ مقدس لوقا خداوند مسیح کی پیشین گوئی کی مابعد کے واقعات کی روشنی میں تشریح نہیں کرتے۔

(۱) پہلی تینوں انجیلیں اس ایک بات پر متفق ہیں کہ خداوند مسیح کی زبان مبارک نے یروشلم کی بربادی کی پیشین گوئی فرما کر کہا تھا کہ موجودہ نسل کے ہوتے ہوئے ان کی آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ رونما ہوگا۔ تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ تمام مسیحی ایمان داروں کو اس بات کا پکا یقین تھا کہ شہر یروشلم تباہ ہو جائیگا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مقدس لوقا کی انجیل لکھ جانے سے پہلے ہی سب ایماندار خداوند کی پیشین گوئی کے الفاظ کا یہی مطلب سمجھتے تھے کہ یروشلم تباہ ہو جائیگا۔ چنانچہ مقدس پولوس فرماتا ہے یہودیوں نے خداوند یسوع اور نبیوں کی بھی مار ڈالا اور ہم کو ستا سنا کر نکال دیا۔ وہ ہمیں غیر قوموں کو ان کی نجات کے لئے کلام سنانے سے منع کرتے ہیں تاکہ ان کے گناہوں کا پیغام ہمیشہ بھرتا رہے۔ لیکن ان پر انتہا کا غضب آگیا۔ (۱۔ تھسلیکی ۲/۱۶-۱۷) یہ الفاظ مقدس لوقا کی انجیل کے الفاظ (۲۱-۲۳) کی صدائے بازگشت ہیں اور ۲۸-۲۹ میں اپنی یروشلم کی تباہی سے اکیس سال پہلے لکھے گئے تھے۔ پس مسیح ایمان داروں کو کسی ایسی تشریح کی ضرورت نہیں تھی جو سچے کے واقعہ کی روشنی میں لکھی جاتی۔

تاریخ ہم کو یہی بتلاتی ہے کہ جب یروشلم تباہ ہونے کے قریب ہوا تو تمام مسیحی حکم خداوندی کے مطابق (لوقا ۱۲)۔ شہر یروشلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعض نے پہاڑوں میں جا کر پناہ لی اور باقی بیرون پار شہر پھیلے جا بسے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یروشلم کی تباہی سے پہلے انجیل لوقا ان لوگوں کے ہاتھوں میں تھی اور ایمان داروں نے خداوند کے حکم کے مطابق سب کچھ کیا۔ اس موقع پر بے شمار یہود جو دیہات میں رہتے تھے بھاگ کر یروشلم میں پناہ گزین ہو گئے جہاں ان کی آمد کے سبب قحط پڑ گیا اور ایمان دار یروشلم کا حال بد سے بدتر ہو گیا۔

یہ دونوں تاریخی واقعات ثابت کر دیتے ہیں کہ مقدس لوقا کے الفاظ حجب
 تم یروشلیم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے۔
 سچہ کے واقعات کی روشنی میں قلمبند نہیں کئے گئے تھے بلکہ مسیحی ایماندار
 واقعہ تباہی سے پہلے ہی اس بات سے واقف تھے کہ یروشلیم کس طرح تباہ
 کیا جائیگا۔ اور جب وہ نشان ظاہر ہوئے تو انہوں نے ارشادِ خداوندی
 کے مطابق عمل کیا۔ پس انجیل لوقا یروشلیم کی تباہی سے پہلے احاطہ
 تحریر میں آچکی تھی۔ اگر مقدس لوقا نے بریادی کے واقعہ کے بعد لکھا
 ہوتا تو میں یہاں میں مسیحی بھاگ گئے تھے، اُن کا نام دیا ہوتا اور شہر
 بے لگا بھی ذکر انجیل کی ان آیات میں ملتا۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ اس مقام میں
 خداوند کی آگاہی کے الفاظ کو واقعات کے مطابق تبدیل نہیں کیا گیا جس
 سے ثابت ہے کہ پیشین گوئی کے الفاظ واقعہ بریادی سچہ سے بہت
 پہلے لکھے گئے تھے۔

(۲) پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقدس لوقا نے خداوند مسیح کی پیشین گوئی
 کے الفاظ کو (جو مرقس ۱۳: ۱۴ میں اس کے سامنے تھے) کیوں بدل کر ۲۱:
 ۲۰ کے الفاظ لکھ دیئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مقدس لوقا نے اپنی انجیل
 ان مسیحیوں کو تعلیم دینے کی خاطر لکھی تھی جو غیر یہودی سے نئی ممالک میں گئے قدموں
 میں آئے تھے (۱: ۱-۴)۔ غیر یہود عبرانی محاورات اور یہودی مسائل میں معا
 کی زبان سے قطعی نا آشنا تھے۔ پس وہ مرقس ۱۳ کے الفاظ ”جب تم اس
 اُجڑنے والی مار دہ چیز کو اس جگہ لکھو اُجڑا دیکھو جہاں اُس کا کھڑا ہونا
 روا نہیں (پڑھنے والا سمجھ لے) اُس وقت..... الخ“ کو سمجھنے سے
 قاصر تھے۔ لہذا مقدس لوقا نے ان الفاظ کا ترجمہ عام فہم الفاظ میں کر دیا اور

لکھا "جب تم یرشلیم کو فوجوں سے گھرا ہو اور دیکھو"۔ یہ عام فہم ترجمہ ثابت نہیں کرتا کہ مقدس لوقا نے یہ الفاظ تنباہی کے واقعہ کے بعد لکھے تھے۔

(۳) مقدس لوقا کے تفصیلی الفاظ (۱۹: ۴۱-۴۴) سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ یرشلیم کی بربادی کے واقعہ کی روشنی میں لکھے گئے تھے۔ پہلی نصف صدی (جیسا ہم گذشتہ باب میں بتلا چکے ہیں) ایک نہایت ہی پُر آشوب زمانہ تھا جس میں یہودی مؤرخ یوسیفس کے مطابق جنگ و جدل بہرہو کرتے تھے مقدس لوقا اس سلوک سے بخوبی واقف تھے جو فاتح بالعموم مفتوح کے ساتھ کیا کرتے تھے اور جس کا ذکر ان دو آیات میں کیا گیا ہے۔ یرشلیم کا شہر شہ میں پہلی دفعہ برباد نہیں ہوا تھا بلکہ سن تیسوی سے قبل دیرپے سو سال کے عرصہ میں یہ شہر دو دفعہ تاراج ہو چکا تھا۔ دونوں موقعوں پر ہیکل کی بے حرمتی کی گئی تھی اور باشندوں کو قتل اور غارت اور بے انتہا مصائب کا سامنا

کرنا پڑا تھا۔ انٹی اوکس اپی فینیئر Antiochus Epiphanes نے تمام پھیلے ریکارڈزات کر کے یرشلیم کو تہ دبا کر دیا تھا۔ پس مقدس لوقا جیسا فہیم مؤرخ فاتحین کے سلوک سے بخوبی واقف تھا اور جانتا تھا کہ جب خداوند مسیح کے ارشاد کے موافق شہر تباہ ہوگا تو دشمن اس کے گرد مورچہ باندھ کر گھیر لینگے اور ہر طرف سے تنگ کرینگے اور اہالیان یرشلیم کو قتل کرینگے اور بچوں کو زمین پر دے پکیں گے۔ اور یرشلیم میں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ چھوڑینگے۔ اہل یہود تلوار کا لقمہ ہو جائیں گے اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پھیل جائیں گے اور یرشلیم غیر قوموں سے پامال ہوگی۔ (۱۹: ۴۱-۴۴)۔ یفرض محال کہ مقدس لوقا دشمن کے سلوک سے واقف نہ بھی ہوتے تو بھی اہل یہود کی کتب (جن سے وہ کما حقہ واقف تھے) ان کو بتلا دیتیں کہ یہ سلوک کس قسم کا ہوگا۔ کیونکہ ان تمام تفصیلات کا ذکر ان میں موجود ہے (یرمیاہ ۳۰، استثنائہ ۲۸، ایسلاطین ۲۴، یسعیاہ ۵۵، ۱۳، ۱۸،

دانی ایل ۸، زکریا ۱۲، امکا ۲، یسعیاہ ۲۹، ۳۴، یرمیاہ ۲، حزقی ایل ۲،
زبور ۱۳۴، ہوسیع ۱۳ (غیرہ)۔

اس پیشینگوئی کے تمام تفصیلی الفاظ (جو اس انجیل کے یونانی متن میں ہیں)
یہودی کتب مقدسہ کے یونانی ترجمہ سبیینہ (سیپٹواجنٹ) میں پائے جاتے ہیں۔ اور
یہ یونانی الفاظ (جو پہلی تینوں انجیلوں میں موجود ہیں) صرف اسی مقام سے مخصوص
ہیں اور عہد جدید میں کسی دوسری جگہ نہیں پائے جاتے۔

ہاں۔ اگر کوئی شخص میرے سے اس بات کا انکار کر دے اور کہے کہ آئندہ
میں معمولی فراست بھی نہیں تھی اور وہ یرشلیم کی بربادی کی پیش خبری نہیں دے
سکتے تھے تو یہاں بات ہے۔ ایسے اصحاب کی تسلی کے لئے ہم ایک اور تاریخی واقعہ
کا ذکر کرتے ہیں جس سے ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ آئندہ یرشلیم کی تباہی کی
پیش خبری دی تھی۔ اٹلی کا سیونیہ والا *Sarnano* ایک مشہور
مصانع گذرا ہے۔ اُس نے ۱۷۹۱ء میں شہر روم کی تسخیر اور لوٹ مار کی پیشین گوئی
کی جو اگلے سال ۱۷۹۲ء میں چھپ کر شائع ہو گئی جس میں اُس نے دیگر تفصیل
میں یہ بھی نبوت کی تھی کہ گرجا گھر اصطلیل بنائے جائیں گے۔ یہ پیشین گوئی ۱۷۹۲ء
میں پوری ہوئی۔ ناظرین کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یرشلیم کی تباہی ۱۷۰۰ء سے پہلے
واقع ہو چکی تھی اور اہل یہود دشمنوں کے سلوک سے جو انہوں نے ان کے شہر
مقدس سے کیا واقف تھے اور قوتِ تخیل اس تباہی کی تفصیلات سے کام لے
سکتی تھی لیکن شہر روم کے ساتھ تو اس قسم کا موقع پہلے کبھی ہوا ہی نہ تھا اور نہ
۱۷۹۲ء میں کسی کے وہم و گمان میں آسکتا تھا کہ شہر روم کے ساتھ ایسا سلوک کیا
جائے گا۔ جیسا فرانس کی افواج نے پیارلس ہشتم کے زمانہ میں روم کے ساتھ روا رکھا۔
(۴) اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ آئندہ مسیح کی یہ پیشین گوئی کس طرح پوری

ہوئی تو وہ یہودی مؤرخ یوسفوس کی کتب کا مطالعہ کرے۔ یہ کتب اس کی بہترین تفسیر اور توضیح کرتی ہیں۔ اگر مقدس لوقا یہودی مؤرخ کی طرح یروشلیم کی بربادی کے بعد لکھتا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اس امر کا نہایت تفصیلی طور پر ذکر کرتا لیکن وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ صرف پچاس آیات میں دشمن کے سلوک کا مجمل طور پر ذکر کرتا ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مقدس لوقا نے یہ باتیں بربادی کے واقعہ کے بعد نہیں لکھیں۔

یہ امر اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ مقدس لوقا نے (جیسا ہم اوپر کہہ چکے ہیں) یہودی مؤرخ کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اگر اس کی کتب آپ کی انجیل کا ماخذ ہوتیں تو آپ ان میں سے ان تفصیل کو اختیار کرتا یا ان خصوصیات کے اندر آتش ہونے کے واقعہ کو جن سے یہ ثابت ہو جاتا کہ خداوند کی پیشین گوئی نہایت شاندار طریقہ سے پوری ہوئی۔ اس کے برعکس وہ آریہ زبجہ میں (۱۱) انجیل اول کے الفاظ "مقدس مقام" اور انجیل دوم کے الفاظ "اس جگہ جہاں اس کا کھڑا ہونا دانا نہیں" (متی ۲۷/۱۵) مرقس ۱۳/۱۳ کو چھوڑ جاتے ہیں اور سبیل کے آگ لگنے کے واقعہ کو بالکل نظر انداز کرتے ہیں۔

ہم نے ان علماء کی دلیل کی قدرے تفصیل کے ساتھ تنقیح و تنقید کی ہے۔ کیونکہ ان کے پاس یہ مضبوط ترین دلیل ہے جو ہمارے دعوے کو کہ اعمال کی کتاب ۳۷ اور مقدس لوقا کی انجیل ۳۷ کے قریب لکھی گئی غلط ثابت کر سکتی ہے۔ یہ دلیل درحقیقت اس قدر کمزور ہے کہ بشپ گورجیسا محتاط نقاد بھی کہتا ہے کہ "اعمال کی کتاب کے ان مقامات (۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴) سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ مقدس لوقا نے اپنی تصنیفات کو ۳۷ سے پہلے نہیں لکھا تھا" بشپ الٹ فٹ بھی کہتے ہیں کہ "میرے خیال میں یہ دلیل کمزور ہے"

ان ہر دو علماء کا یہ فیصلہ ہمارے نتیجہ کے لئے نہایت زور دار ہے کیونکہ دونوں عالموں کا یہ یقین ہے کہ اعمال کی کتاب اور انجیل سوم یروشلیم کی تباہی کے بعد لکھی گئی تھیں۔

(۴)

جو علماء مقدس لوقا کی انجیل کے لئے سلسلہ تاسعہ کا زمانہ تجویز کرتے ہیں ان کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ مقدس لوقا اپنی انجیل کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: "یہ جو نیکو بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔۔۔۔۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ ان کو ترتیب سے لکھوں" (۱ پیٹ) یہ علماء کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ متعدد لوگوں نے مٹی کے گلابین کے حالات و تعلیمات کو نامینہ کیا تھا اور یہ رسالے مختلف مقامات کی مسیحی کلیسیاؤں میں رواج پا چکے تھے۔ یہ رسالے مقدس لوقا کے مآخذوں میں سے بھی تھے۔ ان رسالوں کے مصنفوں اور مؤلفوں کے لئے خداوند مسیح کی مددگی کے واقعات کی کھوج لگا کر اپنا مسالہ تیار کرنے، ان کو ترتیب دے کر لکھنے، اور پھر ان رسالوں کے مرتب ہونے کے لئے ایک اچھی خاصی مدت چاہئے جو کم از کم نصف صدی کی ہو۔

دہ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ضرور ہے کہ ان رسالوں کے مسالہ کے جمع کرنے اور ان کی تصنیف و تالیف اور رواج کے لئے نصف صدی کا طویل عرصہ متعین کیا جائے؟ کیا اس غرض کے لئے ایک پوری لپشت اور راج صدی کا عرصہ کافی نہیں ہے؟ اس دلیل کے پیش کرنے والے اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ ابتدائی کلیسیا میں تین تاریخیں یادگار تاریخیں شمار کی جاتی تھیں۔ اول سلسلہ جب آخوند مذہب مصلوب ہوئے۔ پھر بارہ سال بعد اگر پائی ایڈارسانی جس کی وجہ

سے دوازدہ رسول منتشر ہو گئے (۱۲) اور پھر پچیس برس بعد پطرس رسول کی
شہادت (۱۳)۔ اس کے بعد ایک بنیاد و شروع ہوتا ہے جب قیسم مسیحی کلیسیا
کے خیال کے مطابق وہ شروع سے خود دیکھنے والوں اور کلام کے خادموں کا زمانہ ختم ہو
گیا تھا۔ انجیل کا سطحی مطالعہ بھی یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ یہ اس زمانہ میں نہیں لکھی گئی تھی
جب ان چشم دید گواہوں کا زمانہ ختم ہو گیا تھا۔ بلکہ اس انجیل کی پہلی آیت کے
الفاظ ”ہمارے درمیان“ ثابت کرتے ہیں کہ جو باتیں اس انجیل میں لکھی گئیں،
ان کے وقوع میں اور وقت تصنیف میں ستر اسی سال کا وقفہ نہیں تھا۔ ستر اسی سال
کی پرانی باتوں کو ”ہمارے درمیان“ کی باتیں نہیں کہا جاسکتا۔

علامہ داریں اہل یسوع کا ہر بالغ لکھا پڑھا ہوتا تھا۔ لیکن یہ علماء یہ فرض کر
لیتے ہیں کہ خداوند مسیح کے کلمات ہدایت آیات نہ تو حضرت کلمتہ اللہ کی سین جیت
میں اور نہ آپ کی صلیبی موت کے تیس سال بعد تک احاطہ تحریر میں آئے اور کہ خداوند
کے مقدس رسولوں اور شاگردوں نے ایمانداروں کی لکھی پڑھی جماعتوں کو صرف
زبانی تعلیم دی تھی جنہوں نے اس تعلیم کو سینہ بسینہ کم از کم دو پشتوں تک دوسروں
تک پہنچایا۔

ایک حد تک تو یہ درست ہے کہ مسیحی عالمین نے اپنے بعد اپنے ہاتھ
لکھی ہوئی کوئی کتاب نہ چھوڑی اور آپ کے بعد کچھ عرصہ تک رسول جابجا آپ کی جانفزا
تعلیم اور نجات کی بشارت، ایمان داروں کو زبانی دیتے رہے۔ ہم نے اس سالہ کے
حصہ اول میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ پس ہم یہاں اس کا اعادہ
ضروری نہیں سمجھتے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ گورگولوں نے اور ان کے سامعین نے
بھی دوسروں تک مسیحی نجات کا پیغام سینہ بسینہ ضرور پہنچایا تھا۔ لیکن اس سے
یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی رسول یا ایماندار نے خداوند مسیح کی حین حیات میں آپ کے

کلماتِ طہیات کو بھی قلمبند ہی نہیں کیا تھا اور سالہا سال تک مسیحی دایات صرف سینہ بسینہ ہی چلی آئیں۔ کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ اگرچہ مسیحی کلیسیا کے یہود غیر یہود سب لکھے پڑھے اور خواندہ ممبر تھے۔ لیکن ایک پشت کے گزرنے پر بیکلیک متقد و ایمان داروں کو خیال آیا کہ منجی جہان کی زندگی اور موت اور ظفر یا بقیامت کے واقعات کو قلمبند کرنا شروع کر دیں۔ اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے مختصر رسالے لکھے جو مختلف کلیسیاؤں میں مروج ہو گئے اور چالیس پچاس سال بعد جا کر ان رسالوں سے موجودہ اناجیل اور بعد مرتب کی گئیں یہ اناجیل کے ماخذوں کی بحث میں ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ تمام مضمون خیر مفسر و ضات از سر تاپا ناط ہیں۔

(۲) یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود انجیل جلیل کا مجموعہ اس امر کا گواہ ہے کہ خداوند کی ظفر یا بقیامت کے بعد کے پہلے چالیس سال میں کلیسیا نے ایسا لٹریچر پیدا کر دیا جس کا ثانی روئے زمین کے علم ادب کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس وقت کے لکھے ہوئے مکتوبات وغیرہ قیامت تک لوگوں کے دلوں کو اپنی مقناطی کشش سے کھینچنے رہیں گے۔ انجیلی مجموعہ کی کتب سے ثابت ہے کہ مسیحی علم و ادب پہلی پشت میں ہی یلوغت کے زمانہ کو پہنچ چکا تھا۔ کیونکہ تفسلیکیوں کے خط۔ کرتھیوں کے خط۔ گلتیوں کا خط۔ رومیوں کا خط ۴۹ء اور ۵۴ء کے درمیان یعنی خداوند مسیح کی صلیبی موت کے بیس پچیس سال کے اندر لکھے گئے تھے۔ یعقوب کا خط ۶۲ء سے پہلے اور پطرس کا پہلا خط ۶۴ء سے پہلے لکھا جا چکا تھا۔ پس منجی عالمین کی صلیبی موت کے بعد کے پہلے چالیس سال ایسے نہ تھے کہ ان میں کسی نے ایک سطر بھی نہ لکھی ہو اور خداوند مسیح کے کلماتِ طہیات معجراتِ بینات اور مقدس حالات قطعی قلمبند نہ کئے گئے ہوں۔

ایک اور امر قابلِ غور ہے۔ انجیلی مجموعہ کے خطوط میں خداوند مسیح کی زندگی کے

واقعات اور آپ کے کلمات ہدایت آیات کا صرف کہیں کہیں ذکر آتا ہے۔ خطوط زیادہ تر پسند و نصائح پر اور خداوند مسیح کی ذات۔ الوہیت اور شخصیت کے مسائل پر اور کلیسیاؤں کی تنظیم اور ان کی مقامی مشکلات کے حل پر مشتمل ہیں۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں کہ نو مریدوں کو خداوند کی ذات اور شخصیت کی نسبت تو تعلیم ہی جائے لیکن جس بات پر تمام مسائل کا دار و مدار ہے یعنی مسیح کی زندگی اور تعلیم اس کا ذکر ہی نہ کیا جائے؟ یہ خاموشی صرف پولوس رسول ہی اختیار نہیں کرتے بلکہ مقدس پطرس مقدس یوحنا مقدس یعقوب۔ عبرانیوں کے خط کا مصنف اور رسولوں کے اعمال کا مؤلف

سب کے سب بلا استثنا خاموش ہیں۔ پس یہ خاموشی نہایت معنی خیز ہے۔ جس سے ہم صرف یہی نتیجہ مستنبط کر سکتے ہیں کہ ان خطوں کے لکھے جانے کے وقت کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں ایسے چھوٹے چھوٹے مختصر رسالے موجود تھے جن میں کلمۃ اللہ کی تعلیم یا آپ کے سوانح حیات یا دونوں درج تھے اور چونکہ یہ کلیسیا میں زبانی تعلیم اور تحریری رسالوں کے رواج کے سبب آنحضرت کی تعلیم اور زندگی سے واقف تھیں، لہذا انجیلی مجموعہ کے مذکورہ بالا مصنف اپنے خطوط اور تحریرات میں ان کے ذکر کا دہرا نافرمانی خیال نہیں کرتے۔ چنانچہ عبرانیوں کے خط کا مصنف اپنے مخاطبوں کو کہتا ہے۔ سو وقت کے خیال سے تو تم کو استاد ہونا چاہئے تھا۔ مگر اب تمہارا یہ حال ہے کہ تم کو اس بات کی حاجت ہے کہ کوئی شخص خدا کے کلام کے ابتدائی اصول اور کلمات کے عناصر یا استفسارات تمہیں پھر سکھائے۔ سخت غذا کی جگہ تم کو دودھ پینے کی پھر حاجت پڑ گئی۔ پس آؤ ہم مسیح کی تعلیم کی ابتدائی باتیں چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھائیں۔

(۱۲-۱۳)

اگر ہم ان حالات کا مقابلہ موجودہ زمانہ کے تبلیغی کام سے کریں تو یہ امر اور بھی واضح ہو جائیگا۔ جو مسیحی استاد گادوں کی ناخواندہ کلیسیاؤں میں کام کرتے ہیں

وہ ان کو صرف خداوند کے سوانح حیات و معجزات اور تعلیمات کی نسبت ہی تعلیم دیتے ہیں تاکہ یہ ابتدائی باتیں ان کلیسیاؤں کے (جو ان سے عموماً ناواقف ہوتی ہیں) ذہن نشین ہو جائیں۔ لیکن وہ ان کے سامنے خداوند مسیح کی ذات - الوہیت یا شخصیت پر بحث نہیں کرتے اور نہ ان کے روبرو مسیحی عقائد کے فلسفیانہ پہلوؤں کو وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ بقول مصنف عبرانیان ”دو وہ پینے والے کو راستبازی کے کلام کا تجربہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ بچہ ہے اور سخت غذا پوری عمر والے کے لئے ہوتی ہے“ (۱۱)۔ اس کے برعکس جو مبلغ شہروں کی خواندہ کلیسیاؤں میں کام کرتے ہیں وہ اپنی جماعتوں کے سامنے بالعموم مسیحیت کے عقائد پر ہی بحث کیا کرتے ہیں لیکن خداوند کے سوانح حیات کا کبھی کبھار ذکر کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ گائوں کی کلیسیاؤں ناخواندہ ہونے کے باعث اناجیل کے مطالعہ سے محروم ہیں اور وہ صرف ابتدائی باتوں ہی کو اپنے دماغ میں جگہ دے سکتے ہیں لیکن شہروں کی کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں اناجیل موجود ہیں جن کی پڑھ کر وہ ابتدائی امور سے واقف ہوتی ہیں۔ پس ان کے سامنے عموماً مسیحیت کے عقائد اور فلسفیانہ پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے۔

پس قیاس یہی چاہتا ہے کہ جب مقدس پولوس نے یادگیر سیکولوں، استادوں اور بزرگوں نے اپنے خطوط اور تحریرات کو مختلف کلیسیاؤں کے ایمان کی استقامت کی خاطر لکھا تھا اس زمانہ میں (جیسا ہم حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں) کلیسیاؤں کے درمیان چھوٹے چھوٹے مختصر سائے مروج تھے، جن میں سے کسی میں کلمۃ اللہ کی تعلیم کا کسی میں آپ کے معجزات و بیانات کا، کسی میں نبوتوں کے پورا ہونے کا اور کسی میں آپ کے سوانح حیات کا ذکر تھا (لوقا ۱)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منجی نامین کی صلیبی موت کے بیس سال کے اندر اس قسم کے رسالے مختلف

کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں موجود تھے اور رواج پا کر اناجیل کے ماخذ بھی بن چکے تھے۔

پس ظاہر ہے کہ وہ علماء غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے رسالے نصف صدی تک کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں نہیں تھے اور اس دعویٰ کی بنیاد پر مقدس لوقا کی انجیل کی تصنیف کے لئے سترہ یا سترہ کا دودھ دراز زمانہ تجویز کرتے ہیں۔

فصل دوم

مسیحی اصطلاحات اور انجیل لوقا

ہم نے گذشتہ باب میں اعمال کے سن تصنیف کو مقرر کرنے کے لئے یہ دلیل بھی دی تھی کہ اس کتاب میں آنحضرتؐ کے لئے اصطلاحی انقباض استعمال نہیں ہوئے۔ یہی حال مقدس لوقا کی انجیل کا ہے۔ اس انجیل میں آنحضرتؐ کی ذات کی نسبت کوئی نظریہ قائم نہیں کیا گیا بلکہ اس معاملہ میں مقدس لوقا کے وہی تصورات ہیں جو آپ کے ماخذوں میں پائے جاتے ہیں۔ امدان سے آگے انجیل کا مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ اس میں بنیادی تصور یہی ہے کہ یسوع ناصری ہی مسیح موعود ہے۔ عہد عتیق کی کتب میں مسیح موعود کا خدا کے ساتھ بیٹے کا تعلق ہے۔ پس اناجیل متفقہ میں بعض اوقات یہ دونوں اصطلاحیں ”مسیح“ اور ”ابن اللہ“ ایک ہی مقام میں لکھی گئی ہیں (مرقس ۱۴: ۶۱، متی ۱۶: ۱۶) اور دونوں ہم معنی ہیں (لوقا ۴: ۴۱)۔ لیکن

رفتہ رفتہ خطابِ ابنِ اللہ، کا مطلب زیادہ وسیع ہوتا گیا۔ "مسیح" کا لفظ اسمِ خاص یعنی اسمِ معرفہ ہو گیا اور لفظ "ابن اللہ" کی اصطلاح آنحضرتؐ کی ذات اور آپ کے خصوصی مقام کے لئے مخصوص ہو گئی جیسا مقدس پوٹوس کے خطوط سے ظاہر ہے لیکن مقدس لوقا کی انجیل میں آنحضرتؐ کے ازل سے ہونے کا کہیں ذکر چھوڑا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اس انجیل کے خیالات ایک الگ سطح پر ہیں جس سے آگے وہ پرواز نہیں کرتے اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ انجیل کلیسیا کے ابتدائی زمانہ کی تصنیف ہے۔ یہ ابتدائی زمانہ اولین منازل کا زمانہ تھا جس میں مقدس پوٹوس، مقدس یوحنا اور دیگر انجیل نویسوں کے تصورات ابھی تک روائی اور سیالی حالت میں ہی تھے اور ٹھوس اور جامد نہیں ہوئے تھے عقائد کی عمارت کا قیام ابھی بہت دور تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اس انجیل میں ابنِ آدم کا خطاب موجود ہے لیکن ہر مقام میں یہ خطاب آنحضرتؐ کی زبان حقیقت ترجمان پر ہی پایا جاتا ہے۔ یہ تمام مقامات مقدس لوقا نے اپنے ماخذوں یعنی انجیلی مرقس اور رسالہ کلمات سے اخذ کئے ہیں۔

یہ بات بھی درست ہے کہ اس انجیل میں یسوع ناصری کو "خداوند" کہا گیا ہے۔ چنانچہ ناٹن کی بیوہ کے بیٹے کو زندہ کرنے کے بیان میں پہلی دفعہ لفظ یسوع کی بجائے لفظ "خداوند" استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۳: ۶)۔ اس انجیل کے حسب ذیل مقامات میں یہ خطاب وارد ہوا ہے۔ ۷: ۱۳ + ۱۶: ۱۰ + ۱۲: ۲۲ + ۱۵: ۱۳ + ۱۶: ۵ + ۱۸: ۶ + ۱۹: ۸ + ۲۲: ۶۱)۔ ان مقامات کا مطالعہ ظاہر کر دیتا ہے کہ یہ وہ مقام ہیں جو مقدس لوقا نے دیگر ماخذوں سے حاصل کئے ہیں۔ بالخصوص ۱۹: ۳۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیب خداوند کے رسول اور دیگر

ایمان دار منجی عاملین کی نسبت زبان سے کچھ بیان کرتے تھے تو وہ لفظ "خداوند" استعمال کرتے تھے (مقابلہ کر ۱- کر ۲۲: ۱۶) لیکن جب وہ آپ کی نسبت قلم سے کچھ لکھتے تھے تو وہ لفظ "یسوع" استعمال کرتے تھے۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس انجیل میں جس جس مقام میں لفظ "خداوند" استعمال ہوا ہے وہ کسی نہ کسی چشم دید گواہ کا زبانی بیان ہے۔
پس اس اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ مقدس لوگانے یہ انجیل کلیسیا کی زندگی کے ابتدائی مراحل میں ۵۵ء کے لگ بھگ تصنیف کی تھی۔

(۲)

مشہور نقاد ڈاکٹر بلاس نے اس مضمون پر ایک معرکہ خیز مقالہ سپر و قلم کیا ہے جس کا اردو ترجمہ ہم ناظرین کی خاطر ذیل میں درج کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:-
"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انجیل لوگاب اور کہاں لکھی گئی؟ جب تک رسول یروشلیم میں رہے تب تک یروشلیم اور یہودیہ میں ان واقعات کو ترتیب وار اس موجودہ انجیل کی صورت میں قلمبند کرنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی تھی مقدس لوگانے دیکھا چہ میں صاف طور پر بتلاتا ہے کہ آپ اس انجیل کو لکھنے کے وقت یہودیہ میں تھے کیونکہ آپ لکھتے ہیں جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں" اور "جیسا کہ ان کو ہم تک پہنچایا ہے"۔ لفظ "ہمارے" اور "ہم" سے ظاہر ہے کہ آپ یہودیہ میں تھے جہاں تھیوفلس نہیں تھا۔ جملہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خدام تھے، میں فعل ماضی "تھے"، استعمال ہوا ہے نہ کہ فعل حال "ہیں"۔ پس اس انجیل کے مرتب ہونے کے وقت خداوند کے رسول یروشلیم میں مقیم نہ تھے۔ فعل ماضی سے یہ ہرگز مطالب نہیں کہ وہ فوت ہو چکے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دیگر مقامات میں تبلیغ کا فرض ادا کر رہے تھے

تاکہ زمین کی انتہا تک گواہ ہوں (اعمال ۱: ۸)۔ اعمال کی کتاب سے ظاہر ہے کہ جب مقدس پولوس آخری بار ۳۵ء میں یروشلم گئے تو وہاں کوئی رسول موجود نہ تھا۔ صرف خداوند کے بھائی مقدس یعقوب ہی وہاں تھے، جو وہاں کی کلیسیا کے سرکار تھے (۲۱: ۱۷-۱۸) لیکن ۳۷ء میں جب مقدس پولوس وہاں گئے تھے تو رسول وہاں موجود تھے (اعمال ۱۵ باب ۲ و گنتی ۲: ۹) پس ۳۷ء اور ۳۸ء کے درمیان مقدس یسوع اور مقدس پطرس وہاں سے چلے گئے تھے۔ مقدس پولوس کے گلیتیوں کے خط ۲: ۱۱۔ الخ سے ظاہر ہے کہ مقدس پطرس کو نسل کے بعد ہی یروشلم سے غالباً ۳۸ء یا ۳۹ء کے اوائل میں چلے گئے تھے کیونکہ ۳۸ء میں مقدس پولوس اپنے دوسرے تبلیغی سفر کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ پس اگر مقدس پطرس اور دیگر رسول ۳۸ء کے اوائل میں یروشلم سے چلے گئے تھے تو ظاہر ہے کہ انجیل کی ضرورت پیش تھی جس میں تمام واقعات اور تعلیمات سلسلہ وار ترتیب سے مرتب ہوں۔ پس جو تذکرے یہودیہ کے متعلق ضبط تحریر میں آچکے تھے وہ ۳۸ء سے پہلے کے ہونے چاہئیں۔ اور دیگر صدیوں کے تحریر شدہ تذکرے اس تاریخ سے بہت پہلے کے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ستیفنس کی موت کے بعد اربعین مبلغین جنہوں نے انطاکیہ کا رخ کیا تھا اور یونانی مائل یہود تھے، جنہوں نے غیر یہودی کی ایک بڑی تعداد کو مسیحیت کا حلقہ بگوش کر لیا تھا۔ لیکن یہ مبلغین خداوند کے سوانح حیات کے چشم دید گواہ نہ تھے (اعمال ۱: ۱۱) اتنا آخری پس یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے پاس تحریری تذکرے ضرور ہوں گے، گواہان وہ بیانات بھی یاد ہونگے جو کہ سینہ بسینہ چلے آئے تھے۔ پس پراگندگی کے زمانہ سے بہت پہلے خداوند کے سوانح حیات وغیرہ قلمبند ہو چکے تھے۔ مقدس پولوس کے پاس بھی اس قسم کے تذکرات تھے۔ یہ تحریری تذکرے نہ تو مکمل تھے اور نہ ترتیب وار مرتب کئے گئے تھے لیکن اب چونکہ ضرورت پیش آگئی تھی پس لوقا نے ترتیب وار چشم دید

گو اہوں کے تحریری اور زبانی بیانات کو مسلسل طور پر لکھا۔

”اعمال کی کتاب سے اس نتیجہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ ۱۸: ۲۴ تا آخر میں ایپولس کا ذکر آتا ہے جو سکندریہ سے آفس آیا تھا (آیت ۲۴)۔ وہ مسیحی تھا اور یسوع کی بابت صحیح صحیح تعلیم دیتا تھا مگر وہ صرف یوحنا ہی کے بیٹسمہ سے واقف تھا (آیت ۲۵) یعنی اس کا مسیحی طریق کے مطابق بیٹسمہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے سکندریہ میں مسیحیت کی تعلیم غالباً ان سے حاصل کی تھی ”جو لوگ اس مہیبت سے پرالگ نہ ہو گئے تھے جو ستفنس کے باعث پڑی تھی“ (۱۰: ۱۱)۔ اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر کسی مسیحی مبلغ نے اس کو بیٹسمہ دیا ہو تا تو وہ مسیحی طریق بیٹسمہ سے ضرور واقف ہوتا لیکن ”وہ صرف یوحنا ہی کے بیٹسمہ سے واقف تھا“ لیکن یسوع کی بابت صحیح صحیح تعلیم دیتا تھا ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ایپولس کسی ایسی کتاب کے ذریعہ خداوند کے قدموں میں آیا تھا جو کسی مسیحی مبلغ نے اس کو سکندریہ میں پڑھنے کو دی تھی جس میں یوحنا کے بیٹسمہ کا ہی ذکر تھا اور خداوند کی بابت صحیح صحیح تعلیم“ درج تھی۔ یہ عین ممکن ہے کہ یہ انجیل مرقس کی انجیل ہو جو اس کو ۵۶ء سے پہلے سکندریہ میں دی گئی تھی اور جس کو پڑھ کر وہ خداوند کا حلقہ بگوش ہو گیا تھا۔

”پس انجیل لوقا تب لکھی گئی تھی جب مقدس لوقا یہودیہ میں ہی تھے۔ آپ مقدس پولوس کے ساتھ یروشلم میں آئے (اعمال ۱۵: ۴۱)۔ انجیل یہ ۵۴ء کا واقعہ ہے۔ آپ نے ۵۶ء میں روم جانے سے پہلے ان دو سالوں کے دوران میں یہ انجیل لکھی۔“

انشاء اللہ آئندہ باب میں ثابت کر دینگے کہ انجیل مرقس ۵۴ء میں لکھی گئی تھی۔ پس ڈاکٹر بلاس کا نظریہ کہ ایپولس اس انجیل کو سکندریہ میں پڑھ کر ۵۹ء میں مسیحی ہو گئے تھے، عین قرین قیاس ہے۔

پس مختلف قسم کی دلائل سے ہم اُسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مقدس لوقا کی انجیل
۵۵ء اور ۵۶ء کے درمیان قید صریح میں لکھی گئی تھی۔

فصل سوم

انجیل لوقا کا سن تصنیف

اعمال کی کتاب اور مقدس پولوس کے خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقدس لوقا
صرف رسول مقبول کے مونس غمخوار اور رفیق کار تھے وکسی پہا۔ ۲۔ کہ ۵۵ء۔ فلپون ۲۴۔
تو تھی پہ ذیہ) بلکہ ابتدائی سے ان کو یہ شوق دامگیر تھا کہ مسیحی عالمین کی زندگی کے
واقعات اور آپ کے کلمات طبیات کی کھوج لگائیں۔ ان باتوں کو معلوم کرنے کے لئے
انہوں نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ انجیل سوم کا دوسرا چہ بتاتا ہے کہ آپ اس
بات کے ہمیشہ چویاں رہے کہ ایسے لوگوں کا پتہ لگا کے ان سے ملاقات کریں جو شروع
سے دیکھنے والے تھے۔ چنانچہ اس وارتگی کی وجہ سے بالفاظ پولوس رسول مقدس
لوقا کی "تقریف انجیل کے سبب سے تمام کابیسیاڈ میں ہوتی" تھی۔ (۲۴۱)۔
قیاس ہی چاہتا ہے کہ جس طرح مقدس لوقا نے پولوس رسول کی زندگی اور
سفروں کے واقعات کی ایک ڈائری (روزنامہ) بنا رکھی تھی اور بعد میں اس روزنامہ
سے کام لے کر اعمال کی کتاب کو لکھا تھا، (باب ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸) اُسی طرح آپ
نے اپنی انجیل کی تالیف سے پہلے ایک یادداشت تیار کی ہوگی۔ آپ جس جگہ بھی
جاتے ہوں گے وہاں شروع سے دیکھنے والوں سے جو کلام کے خادم، تھے ملتے
ہوں گے۔ مثلاً جب آپ اٹلیا کیہ گئے ہوں گے جہاں آپ کی مقدس پولوس سے

پہلے پہل ملاقات ہوئی تھی تو وہاں کی مقامی کلیسیا کے لیڈر عدو کلام کے خداؤں
 مقدس پطرس - مقدس برناباس - مقدس مرقس اور مقدس سیلاس سے مل کر آپ نے
 خداوند مسیح کے حالات معلوم کر کے قلمبند کر لئے ہوں گے کیونکہ ان دنوں میں یروشلم
 اور انطاکیہ میں آمد و رفت کا سلسلہ عام تھا۔ اس جگہ پیرو دیس کا رضاعی بھائی مینن
 بھی تھا، جس کی وساطت سے مقدس لوقا نے قابل قدر معلومات جمع کی ہوں گی۔
 ممکن سب سے زیادہ ذخیرہ معلومات آپ نے یروشلم سے جمع کیا ہوگا، جہاں کلیسیا
 کے مقتدر لیڈر مقیم تھے جو شروع سے خود دیکھنے والے تھے۔ پر فیس ہارنیک کا
 خیال ہے کہ قیصریہ میں آپ فلپس کے گھر رہے، جو ساتوں میں سے تھا۔ اور جس کی
 ”چارکنواری بیٹیاں نبوت کرتی تھیں“۔ (اعمال ۲۱)۔ اس سے مقدس لوقا نے
 خداوند کے سنتز مبشروں کو بھیجنے کا حال (لوقا ۱۰) اور سامریہ کے واقعات سنتے
 ہوں گے جن کا آپ کی انجیل میں ذکر ہے۔ اس کی بیٹیوں نے آپ کو ان عورتوں کی نسبت
 بتلایا ہوگا جن کے ذکر سے یہ انجیل بھری پڑی ہے۔ بالخصوص ان کا بچو اپنے مال
 سے خداوند کی خدمت کرتی تھیں (مر ۱۰)۔ پیرو دیس کے دیوان خوزہ کی بیوی یوانہ
 کے ساتھ آپ کی ملاقات انطاکیہ کے مناسیم کے ذریعہ (اعمال ۱۳) ہوئی ہوگی، جہاں
 نے آپ کو ان واقعات کا حال بتلایا ہوگا جن کا تعلق پیرو دیس اور اس کے دربار
 کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صرف آپ ہی کی انجیل میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ منجی جہان کو پیرو دیس
 کے دربار میں لے گئے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے آپ لفظ ”پیرو دیس“ استعمال بھی
 نہیں کرتے (مرقس ۱۶) کا مقابلہ لوقا ۱۶ سے کرو، یوانہ نے آپ کو خداوند کی نظریات
 قیامت کے بعد عورتوں کو دکھائی دینے کا حال بھی سنایا ہوگا (مر ۱۶) یہ تین ممکن ہے
 کہ انہی عورتوں (لوقا ۱۶) - اعمال ۱۶ وغیرہ) سے آپ نے منجی عالمین اور یوحنا بپتسمہ
 دینے والے کی پیدائش کے حالات پائے ہوں۔ کیونکہ یہ حالات نسوانی نقطہ نگاہ

سے لکھے ہوئے ہیں۔ اگر شمعون جو کالا کلاتا ہے، (اعما ۱۳) وہی ہے جو انجیل میں ”شمعون کرینی“ کے نام سے مشہور ہے، تو مقدس لوقا اُس کو انطاکیہ میں ملے ہوں گے۔ صلیبی واقعات کو جاننے کے لئے اُس سے بہتر اند کوئی چشمید گواہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم ان امور کا مفصل ذرا حصہ ددم کے باب سوم میں کر آئے ہیں لہذا ان کا یہاں اعادہ نہیں کرتے۔

تراش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مقدس لوقا نے فلی کے مقام پر شہد میں مقدس پولس کا ساتھ چھوڑا تھا تو آپ نے اُس کے بعد کے چند سال خداوند مسیح کے حالات کی کھوج لگانے میں صرف کئے تھے۔

پس ظاہر ہے کہ مقدس لوقا مختلف مقامات اور ذرائع سے اپنی انجیل کے لئے معلومات حاصل کر کے ان کو اپنے ردنا مچھڑاڑی (ادیارداشت) کی کتاب میں درج کر لیتے تھے۔ پس آپ ایک مؤرخ کی حیثیت سے سب باتوں کا سلسلہ شروع ہی سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرتے رہے تاکہ بوقتِ فرصت ان کو ”ترتیب“ دے کر لکھیں۔

(۲)

متنازعہ فیہ سوال یہ ہے کہ مقدس لوقا نے اس مسالہ کو درجوانوں نے سالہا سال کی جانگاہ محنت اور دودھ دھوپ کر کے جمع کیا تھا، کب ترتیب دے کر موجودہ انجیل سوم کی صورت میں لکھا ہے اس سوال کے مختلف جواب دئے جاتے ہیں :-

۱، بعض علماء کہتے ہیں کہ مقدس لوقا نے اس تمام مسالے کو اُس زمانہ میں جمع کیا تھا جب آپ شہید یا شہداء اور شہد کے درمیانی عرصہ میں مقدس پولس کے ساتھ روم میں مقیم تھے۔ پھر شہد اور شہد کے درمیان آپ نے

اس مسالہ کی ترتیب دے کر موجودہ انجیل کی صورت میں شائع کیا۔ لیکن ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مقدس لوقا نے اپنا دوسرا رسالہ یعنی اعمال کی کتاب ان ایام (دستہ) میں لکھا تھا۔ پس انہوں نے اپنا پہلا رسالہ اس سے چند سال قبل لکھا ہوگا۔

غلا دہ ازیں مقدس لوقا ابتدا ہی سے اس بات کے خواہاں تھے کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو ترتیب دار بیان کریں اس غرض کے لئے وہ ہر ممکن طور پر کوشش کرتے رہے کہ ایسے لوگوں سے خود ملاقات کریں جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے چنانچہ انہی والہانہ اور بے غرضانہ کوششوں کی وجہ سے بالفاظ پولوس رسول ان کی "تقریف تمام کلیسیاؤں میں ہوتی تھی"۔ (۲ کر ۱)۔ مقدس رسول کے یہ الفاظ ۵۴ء میں لکھے گئے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ۵۴ء تک اس قابل مصنف کی ان تھک کوششوں نے ہر مقام کی کلیسیا میں دھڑ دھوپ کر کے کافی مسالہ جمع کر لیا تھا۔ اگر یہ نتیجہ درست ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ بقول ان علماء کے سولہ سال اور بقول دیگر علماء پچیس سال مقدس لوقا کیوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے؟ پس ہمارے خیال میں انجیل سوم کا دستہ اور دستہ کے درمیان لکھا جانا بعید از قیاس امر ہے۔

DR. STRATER کا خیال ہے کہ مقدس لوقا نے ان دو سالوں میں جو آپ نے قیصریہ میں مقدس پولوس کے ساتھ کائے اپنا مسالہ جمع کیا اور مقدس پولوس کی شہادت کے بعد آپ نے اپنی انجیل کا پہلا ایڈیشن شائع کیا جو صرف حلقہ احباب کے لئے ہی مخصوص تھا۔ اس زمانہ کے بعد جب انجیل مرقس لکھی گئی تب آپ نے اس انجیل کے چند حصص کو اپنے پہلے

ایڈیشن میں شامل کر کے انجیل سوم کو اس کی موجودہ صورت میں لکھ کر عام مسیحیوں کے فائدہ کے لئے شائع کیا۔ لیکن اس نظریہ کو قبول کرنے سے پہلے یہ لازم آتا ہے کہ ہم دو باتیں قبول کریں۔ اول یہ کہ کتاب اعمال از مسیحیوں کے پہلے نہیں لکھی گئی تھی۔ اور دوم یہ کہ مقدس مرقس کی انجیل ششہ کے قریب لکھی گئی ہے۔ گذشتہ باب میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ پہلی بات قابل قبول نہیں ہے اور انشاء اللہ ہم آگے چل کر یہ ثابت کر دینگے کہ مقدس مرقس کی انجیل ششہ سے بہت پہلے لکھی گئی تھی۔ پس ڈاکٹر مرحوم کی تاریخ تصنیف ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہے۔ ہم حصہ دوم کے باب سوم کی فصل اول میں ثابت کر آئے ہیں کہ ڈاکٹر سٹریٹر کا نظریہ قابل قبول نہیں ہے۔

(۴)

پہلی صدی کے واقعات کا تاریخ وار سلسلہ واقعات کا نقشہ بنانا ایک نہایت دشوار امر ہے۔ مختلف علماء مختلف واقعات کے لئے مختلف اوقات اور سن تجویز کرتے ہیں۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ مقدس پولوس کے کنستھیوں کے دوسرے ششہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۴ء تک مقدس لوقا نے اپنا مسالہ جمع کر لیا تھا جب وہ اُس سال کرتھ بھیجے گئے تھے۔ ۵۵ء میں قید فسخ کے موقع پر مقدس پولوس یرشلیم آئے اور آپ قید ہو کر قیصریہ بھیج دیئے گئے جہاں آپ دو سال ۵۶ء سے ۵۷ء کے موسم گرما کے آخر تک قید رہے اور پھر وہاں سے روم بھیجے گئے جہاں آپ ۵۷ء کے موسم بہار میں پہنچے۔ اور ۵۸ء تک زیر نگرانی رہے۔ اگر ہم سلسلہ واقعات کی مندرجہ بالا تاریخوں کو قبول کریں تو ۵۵ء میں مقدس پولوس قیصریہ میں لائے گئے، جہاں آپ کا کل دو سال حراست میں رہے۔ قیصریہ پہلی جگہ تھی جہاں مقدس پطرس نے کرنیلش کو پیشہ کر مسیحیت کا

حلقہ بگوش کیا تھا (اعمال ۱۰ باب) پس وہ گویا غیر یہودی کلیسیاؤں کی ماں تھی اور
 مقدس فلپس اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہیں مقیم بھی تھے۔ مقدس پولوس کی قید سخت نہ
 تھی۔ پس قیصر یہ کی مسیحی کلیسیا کے شرکاء آپ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ مقدس
 لوقا اور اسٹرکس آپ کے ساتھ تھے (اعمال ۲۷)۔ مقدس لوقا کو سوائے رسول
 مقبول کی حاضر باشی کے اور کوئی خاص کام بھی نہ تھا۔ پس اغلب یہ ہے کہ آپ کے
 موقع کو غنیمت سمجھ کر یہ دو سال انجیل سوم کی تالیف و ترتیب میں صرف
 کئے۔ آپ کو یہ احساس تھا کہ رومی یوتانی دنیا کو احدی مسیحی کلیسیاؤں کو ایک ایسی
 کتاب کی ضرورت ہے جس میں منجی عالمین کی تعلیم اور زندگی کا ترتیب دار ذکر ہو۔
 ایثیا۔ انجیل اور مقدونہ کی کلیسیا میں اب مقدس پولوس کے قید ہونے کی وجہ
 سے گویا یتیم ہو رہی تھیں۔ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مقدمہ کا انجام کیا ہوگا۔
 ان کلیسیاؤں کو اس بات کی فوری ضرورت تھی کہ ان کے ہاتھوں میں ایک ایسی مستند
 کتاب ہو جس میں خداوند کی تعلیم اور سوانح حیات دونوں کا مفصل ذکر ہو۔ پس
 مقدس لوقا نے اس فرصت کے وقت کو غنیمت سمجھا اور کمر ہمت باندھ کر اپنے
 روزنامے۔ یادداشت اور دیگر مآخذوں سے اور بالخصوص انجیل مقدس سے کام
 لے کر سب واقعات کو ترتیب دے کر اپنی انجیل کو لکھا۔

پس مقدس لوقا کی انجیل ۵۵ء اور ۶۰ء کے درمیان یعنی صلیبی واقعہ کے
 صرف تیرہ یا پچیس سال بمقام قیصر یہ لکھی گئی۔

باب سوم

تاریخ تصنیف انجیل مرقس

فصل اول

انجیل مرقس کا پس منظر

دور حاضر میں مغربی کلیسیاؤں کے علماء بالعموم یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ مقدس مرقس نے انجیل دوم کو ۶۸ء کے قریب لکھا تھا۔ اس سوال کا میں گذشتہ تیس سال سے مطالعہ کر رہا ہوں اور جتنا میں اناجیل اربعہ کی تاریخ تصنیف پر غور کرتا ہوں اتنا ہی مجھ کو یقین ہوتا جاتا ہے کہ مغربی علماء کی تاریخیں غلط ہیں اور موجودہ اناجیل اربعہ اس تاریخ سے کم از کم ایک ہجری صدی یعنی پچیس سال پیشتر لکھی گئی تھیں۔ ادا تیس انجیل یعنی انجیل مرقس منجی عالمیں کی صلیبی موت کے صرف دس سال بعد احاطہ تحریر میں آگئی تھی۔

خداوند مسیح کی ظہور باب قیامت اور جلالی صعود کے بعد جب روح القدس کا نزول ہوا تو رسولوں اور تمام دیگر صحابہ اشد شاگردوں کے مردہ دلوں میں حوی زندگی دوبارہ خود کو آئی جو وہ حضرت ابن الشدی فیضانِ صحبت کی وجہ سے اپنے اندر رکھتے تھے۔ ہم حصہ اول میں بتلا چکے ہیں کہ رسولوں نے شروع شروع میں

گناہوں سے نجات حاصل کرنے کی خوشخبری (انجیل) کو زبانی سنایا۔ ان کی منادی کا ماحصل یہ تھا کہ ہر شخص منجی جہاں پر ایمان لائے، توبہ کرے اور گناہوں کی معافی حاصل کرنے کے لئے یسوع مسیح کے نام پر بیستہ لے (اعمال ۲: ۲۲-۲۴) کہتے تھے کہ یہ نجات شریعت کے احکام پر کامل طور سے عمل کرنے کے ذریعہ نہیں ملتی بلکہ صرف مسیح خداوند پر ایمان لانے سے ملتی ہے۔ پس آنحضرت کی زندگی، موت، قیامت اور صعود آسمانی کے واقعات کو ابتداء ہی سے اسی نکتہ نگاہ سے دیکھا گیا۔ پس ان واقعات کا بیان اور ان کی تائید و تشریح ابتداء ہی سے رسولوں کی منادی کا جزو اعظم تھے۔ خداوند کی زندگی کے واقعات اسی ایک مقصد کے تحت بتائے جاتے تھے اور ان کا ذکر اسی تائید کے تحت کیا جاتا تھا (احمال ۱۰: ۳۸-۴۳) اور اسی ایک وجہ کے باعث ان واقعات نے اناجیل اربعہ میں جگہ بھی پائی۔ حضرت کلمتہ اللہ کی تعلیم، آپ کی مبارک زندگی کے واقعات، آپ کا عوام الناس میں نیکی کے کام کرنا، لوگوں کو معجزانہ طور پر شفا دینا اور دیگر خواتین عادت واقعات کے ذکر کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ کی کوئی سوانح عمری لکھی جائے بلکہ یہ باتیں اسی ایک مقصد کے ماتحت چاروں انجیل نویسوں نے اپنے اپنے خیال، مقصد، نظریہ اور مطلب کے مطابق قلمبند کیں (یوحنا ۲۱)۔

یہ امر قابل غور ہے کہ رسولوں کے اعمال کی کتاب کے پہلے حصہ (الباب ۱-۱۳) میں خداوند کے رسول منجی عیسا مہین کی صلیبی موت اور فتح یاب قیامت پر زور دیتے ہیں (۲۲: ۲-۲۴: ۲۵+۱۳: ۳+۲۵: ۲+۱۲: ۵+۲۸: ۳۲+۵۱: ۴-۵۳+۵۲: ۸+۳۲: ۳۹+۱۰-۱۳: ۲۴-۳۹ وغیرہ)۔ ابتدا میں ہر مرید کو شروع ہی سے اس ایک بات کی تعلیم دی جاتی تھی کہ ”مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مٹوا اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتاب مقدس کے

مطابق سچی اٹھا۔“ (۱۔ کر ۱۵: ۳۰ د ۴)۔ اس حقیقت کو ہم پہلے حصہ کے باب سوم میں واضح کر چکے ہیں۔ ابتدائی سمناوی کے عین مطابق انجیل مرقس میں بھی صلیب کو مرکزی جگہ دی گئی ہے۔ ایک مصنف نے خوب کہا ہے کہ انجیل مرقس کا پہلا حصہ صرف دیباچہ ہے۔ اور اصل کتاب میں صلیب کا بیان ہے۔ چنانچہ اردو کی ایڈیشن میں اس انجیل میں آنحضرتؐ کی سہ سالہ خدمت کا بیان صرف سولہ صفحوں پر مشتمل ہے لیکن آپؐ کی زندگی کے صرف ایک آخری ہفتہ کا بیان بیس صفحوں پر مشتمل ہے۔ مقدس مرقس کا اصل مقصد یہ تھا کہ آپؐ ایک ایسا مختصر سالہ لکھیں جس میں یہ ثابت ہو کہ خداوند یسوع مسیحؑ خود خدا اور ان اللہ تھے جن کو صلیب پر حاضر در تھا۔ پس صلیبی واقعہ اس انجیل کا مرکز ہے جس کے گزرتا تمام واقعات اور بیانات گھومتے ہیں۔ چنانچہ مقدس مرقس اپنی انجیل کے پہلے سولہ صفحوں میں پندرہ واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق مسیحؑ کی مخالفت کے ساتھ ہے اور جن کا لازمی نتیجہ صلیبی واقعہ ہوا اور ۲: ۱ تا ۳: ۲۷۔

۲۷: ۳ + ۲۰: ۴ + ۱۳: ۸ + ۱۱: ۹ + ۱۳: ۱۰ + ۲: ۱۲ + ۱۱: ۱۱ + ۲۴: ۱۱۔ انجیل نویس ان واقعات کو دو ٹکڑوں میں یکجا جمع کرتا ہے اور پہلے ٹکڑے کے آخری الفاظ میں پھر فریسی نے فی الفور باہر بھاگ کر میری دیوں کے ساتھ اس کے برخلاف مشورہ کرنے لگے کہ اُسے کس طرح ہلاک کریں“ (۲: ۱۲) اور دوسرے ٹکڑے کے آخر میں لکھتا ہے ”پھر کسی مخالف نے اُس سے سوال کرنے کی ہجرات نہ کی“۔ (۱۲: ۱۳)۔

یہ پندرہ واقعات جو درحقیقت صلیبی واقعہ کا دیباچہ ہیں حسب ذیل ہیں۔
 (۱) شفا دینے کا واقعہ (۱: ۲۳-۱۲)۔ (۲) گنہ گاروں کے ساتھ کھانا (۱۳: ۱۲-۱۳) + (۳) روزہ رکھنے کا سوال (۱۴: ۲۲) + (۴) سبت کے احترام کا سوال (۱۵: ۲ تا ۱۶: ۱) +
 (۵) مسیحؑ کی قوت کا سرچشمہ (۱۶: ۲۲-۳۰) + (۶) بزرگوں کی ردایات کا سوال (۱۷: ۵-۱۳) +

(۷) نشان طلب کرنا $\frac{8}{13-11} + (۸) ایلیا کا آنا $\frac{9}{13-11} + (۹) طلاق کا سوال $\frac{10}{9-2} +$
 (۱۰) یسوع کے اختیار کے بارے میں سوال $(۱۱) + \frac{11}{33-22}$ جزیرہ دینیے کا
 سوال $\frac{12}{14-13} + (۱۲) قیامت کا مسئلہ $\frac{12}{45-18} + (۱۳) اولین حکم $\frac{12}{37-28} +$
 (۱۴) مسیح کے ابن داؤد ہونے کا سوال $\frac{12}{32-35} + (۱۵) فقہیوں کی ردحانی
 کمزوری کا الزام $\frac{12}{30-38} +$$$$$$

ان ابتدائی بیانات میں انجیل نویس نے ذیل کے چھوٹے چھوٹے واقعات
 کے سات مجموعے شامل کئے ہیں: (۱) کفر نجوم میں ایک دن کی ڈاڑی (۱: ۲۱) -
 (۲) + (۳) تثلیث $\frac{4}{37-1}$ + (۳) بارہ رسولوں کا بلاوا اور تقریر $\frac{1}{20-16}$ -
 (۴) $\frac{2}{19-13} - \frac{6}{13-2}$ وغیرہ + (۴) گلیل کے اور شمالی حصے کے سفر $\frac{1}{36}$ تا $\frac{2}{36}$ د
 (۵) صلیب کی شاہراہ $(\frac{9}{24} \text{ تا } \frac{1}{24})$ - (۶) یرشلیم کو سفر $\frac{1}{24}$ و
 (۷) $\frac{1}{24-1}$ - (۸) $\frac{11}{24-1}$ - (۹) مصیبتوں کا آنا (۱۳ باب) -

ہم نے سطور بالا میں ذرا تفصیل سے کام لیا ہے تاکہ ناظرین کے یہ ذہن
 نشین ہو جائے کہ انجیل مرقس کا مرکز صلیبی واقعہ ہے۔ اس انجیل کے پہلے حصہ
 میں حضرت کلمتہ اللہ کے بعض کلمات طبیات بھی ہیں جو اُس تحریری مجموعہ
 ”رسالہ کلمات“ میں سے اخذ کئے گئے تھے جو آنحضرت کی صلیبی حیات میں لکھا گیا
 تھا۔ ان کے علاوہ چودہ ایسے مقامات ہیں جو ”ابن آدم“ کے سوال سے متعلق ہیں،
 جن میں سے سات مقامات انجیل کے اُس حصہ سے متعلق ہیں جس کو ہم نے اوپر
 ”صلیب کی شاہراہ“ کے نام سے موسوم کیا ہے جس میں منجی عالمین نین بار اپنے
 مصلوب ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ کیونکہ مقدس پولوس اور ابتدائی ایام کے
 دیگر استادوں کی طرح مقدس مرقس بھی اس ایک معتمہ کو حل کرنا چاہتے ہیں کہ
 جلالی ابن آدم نے اپنے آپ کو پست کر دیا یہاں تک کہ اُس نے صلیبی موت گوارا

کی۔ یہ پچودہ مقامات حسب ذیل ہیں: $\frac{2}{1} + \frac{2}{2} + 1$ اس کے بعد کے سات مقامات کا تعلق مصلیب کی شاہراہ کے حصّہ سے ہے (یعنی $\frac{1}{31} - \frac{1}{35} - \frac{9}{12} - \frac{9}{31}$)۔ ان کے بعد پانچ باقی ماندہ مقامات حسب ذیل ہیں: $\frac{13}{21} + \frac{12}{21}$ دفعہ $\frac{12}{21} + \frac{12}{21} + \frac{12}{21}$

پس چارادخوئے ثابت ہو گیا کہ مقدس مرقس کی انجیل کا مرکز مصلیب واقع ہے۔ (باب ۱۴، ۱۵) جس سے پہلے تمییز کے طور پر ان پندرہ واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، جو یہود کے ساتھ تصادم کا باعث تھے۔ چند ایک مقامات میں حضرت کلمۃ اللہ کی تعلیم کا بطور مشتق نمونہ از خودارے ذکر کیا گیا ہے تاکہ انجیل کے پڑھنے والے پر عیاں ہو جائے کہ اس قسم کی تعلیم کا اور فقیہوں اور فریسیوں کی تعلیم کا تصادم ایک ناگزیر امر تھا۔ پس انجیل مرقس کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ مسیحی عالمین کی مصلیبی موت کوئی اتفاقیہ امر نہ تھا جو آپ کی قسمت میں مقدر ہو بلکہ آپ اس دنیا میں قربان ہونے ہی کی خاطر آئے تھے اور آپ نے اس موت کو برضا و رغبت خود قبول فرمایا تھا جس سے خدا کا مقصد پورا ہوا اور دنیا کو نجات ملی (۱۲/۱۳ - ۱۰/۳۳ - ۱۲/۳۱ - انجیل)۔ نویس نے اس بنیادی امر کو ابتدا ہی سے پیش نظر رکھا اور اسی مقصد کے تحت اس نے اپنے مسالہ کو ترتیب دی۔

(۲)

ہم حصّہ اول کے باب سوم میں بتلا چکے ہیں کہ مسیحیت کے آغاز ہی سے ایک سوال سب کی زبان پر تھا۔ یہود اور غیر یہودی مسیحی اور غیر مسیحی، سب یہ پوچھتے تھے کہ اگر خداوند مسیح فی الواقع مسیح موعود تھے تو آپ کیوں مصلوب کئے گئے؟ مصلیب اور مسیح موعود کا تصادم دونوں متضاد باتیں سمجھی جاتی تھیں (متی ۱۶/۱۷)۔ مصلیب یہودیوں اور غیر یہودیوں کے لئے ٹھوکر اور مضحکہ خیز بات تھی (گالتی ۵/۱۱)۔ پس ہر

جانب سے کلیسیا کے مبلغین پر اس سوال کی بوجھاڑ ہوتی تھی کہ اگر مسیح علی الحقیقت
مسیح موعود تھے تو آپ کا انجام صلیب پر کیوں ہوا ؟
مقدس مرقس نے اس سوال کا جواب دینے کے لئے اپنی انجیل تصنیف کی۔
اس سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں :-

(۱) اہل یہود کے لیڈروں نے درحسد کے مارے خداوند کو پلاطوس کے
حوالے کیا تھا (۱۵)۔ کیونکہ ان میں اور خداوند مسیح میں بار بار مختلف امور کے متعلق
رجح کی مقدس مرقس چند مثالیں بھی دیتے ہیں) بلکہ صدام ہوا تھا اور ہر موقع
پر وہ بحث میں ہار گئے تھے اور لیڈروں کی تمام کوششوں کے باوجود عوام الناس
جوق درجوق خداوند مسیح کے پیرو ہوتے جاتے تھے۔

(۲) خداوند مسیح نے برضا و رغبت خود اپنی جان دی تاکہ وہ بہتیروں
کے بدلے فدیہ ہو (۱۰ - ۱۲)۔ مقابلہ کرو (یوحنا ۱۱)۔

(۳) مسیح موعود کے حق میں انبیاء اللہ نے پیشینگوئیاں کی تھیں کہ وہ قوم کی
خاطر جان دیگا۔ (۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴) مسیح موعود کی زندگی کا آخر کار انجام
صلیب پر ہونا تھا کیونکہ رضائے الہی یعنی کہ مسیح موعود اسی طرح اپنی جان دے۔
ان جوابات کی وجہ سے مرقس میں صلیب کو (جیسا ہم بتلا چکے ہیں) مرکزی
جگہ حاصل ہے۔ رسولوں کے اعمال کی کتاب سے ظاہر ہے کہ رسولوں کے برعکس اور
منادی میں صلیب کو شروع ہی سے مرکزی جگہ دی گئی ہے۔ رسول یار یار مذکور بالا
سوال کا اپنی تقریر میں جواب دیتے ہیں۔ مقدس پولوس کی تحریرات میں بھی مسیح مصلوب
کے تصور کو مرکزی جگہ حاصل ہے (کھتی ۳ - ۱ - ۲ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰)۔
یہ سوال اور دوازدہ رسولوں کے جوابات، سب کے سب کلیسیا کی زندگی کے اولین

اور ابتدائی دور سے متعلق ہیں، جب مسیحیت کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ پس انجیل مرقس اُس زمانہ میں تصنیف کی گئی تھی جب مذکورہ بالا سوال، یہود اور غیر یہود مسیح اور غیر مسیحی گروہوں کی زبان پر تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ زمانہ مسیح کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مسیحیت کے آغاز کا زمانہ ہے۔ بالفاظ دیگر یہ انجیل مثنوی عالمین کی عدیلیبی موت کے صرف چند سال بعد ہی لکھی گئی تھی۔

لیکن صلیب کا واقعہ آنحضرتؐ کی زندگی کا انجام نہیں تھا بلکہ یہ واقعہ آنحضرتؐ کی ظفر یاب قیامت اور صعودِ آسمانی کے واقعات کے ساتھ لازم و ملزوم کی کڑی میں بطور ایک کامل زنجیر کے وابستہ تھا۔ خداوند مسیح کی قیامت نے ثابت کر دیا کہ یسوعؑ فی الحقیقت جلالی مسیح موعود تھا جس نے موت کے بندھنوں کو توڑا۔ ابن اللہ کا مردوں سے جی اٹھنا محض کسی مردے کا دوبارہ زندہ ہونا نہیں تھا۔ آپؐ کی موت کے بندھنوں کو توڑنے کا واقعہ اس قسم کا سا نہ تھا جیسا نائن کی بیوہ کے بیٹے کا یا العزیز کے قبر میں سے دوبارہ نکل آنے کا واقعہ تھا۔ یہ اور دیگر مردے جن کو آنحضرتؐ نے اپنی اعجازی طاقت سے زندہ کیا تھا دوبارہ مر گئے تھے لیکن انجیل نویس کے مطابق خداوند یسوعؑ کا مردوں میں سے زندہ ہونا آپؐ کے جلالی مسیحیٰ مرتبہ کا ثبوت تھا۔ آپؐ کی ظفر یاب قیامت نے عالم اور عالمیان پر واضح کر دیا کہ خداوند یسوعؑ فی الحقیقت مسیح موعود تھے۔ یہ واقعہ اس امر کی بتیں دلیل ہے کہ آپؐ ابنِ آدم تھے جو آسمان سے اترے تھے تاکہ اپنی زندگی اور موت کے وسیلے زمین کے رہنے والوں کو ابدی نجات عطا کریں۔ پس انجیل مرقس کے مطابق مثنوی جہاں کی ظفر یاب قیامت اور صعودِ آسمانی آپؐ کی مسیحیائی کے ثبوت کی آخری اور زبردست کڑیاں ہیں۔ مقدس پولوس کی تقریریں اور تحریریں سے یہی امور واضح ہو جاتے ہیں۔ جن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقدس پولوس رسول انجیل مرقس سے بخوبی واقف تھے۔ دیکھو مرقس ۱: ۱۱ و اعمال ۱۳: ۲۷ و ۱۹ وغیرہ۔

پسیدہ کے انطاکیہ والی تقریر سے ثابت ہے کہ مقدس پوٹس ۶۷۷ء سے پہلے انجیل
مرقس سے واقف تھے۔ یہی بات مرقس ۱۱:۶ اور اعمال ۱۳/۵ کے مقابلہ کرنے
سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہ امور نہ صرف مقدس مرقس کی انجیل سے ہی ظاہر ہیں بلکہ اعمال کی کتاب
کے ابتدائی ابواب بھی ثابت کرتے ہیں کہ تمام رسول اسی ایک تعلیم پر متفق تھے اور
سب رسولوں اور مبلغوں کی منادی کا حاصل یہی تھا (روم ۱/۱-۱۱/۴)۔ اعمال
۲/۳۲-۵/۲۰ وغیرہ)۔ یہی تعلیم ابتدائی زمانہ میں برنومریکودی جاتی تھی (۱-ک
۱۵/۱)۔ اور انجیلی مجتہدہ کی تمام تحریرات کی یہی بنیاد ہے۔

مقدس مرقس کی انجیل دو راویوں کے اسی ابتدائی زمانہ کی تعلیم کی تفصیل ہے۔
ابتدائی سے رسولوں نے اسی ڈھنگ سے خداوند مسیح کی پیدائش تعلیم واقعات
زندگی صلیبی موت ظفریاب قیامت اور صعود آسمانی کو سمجھا۔ اور اسی رنگ میں
یہود اور غیر یہود سب کے سامنے پیش کیا۔

اب ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مقدس مرقس کی انجیل کی تمام
کی تمام فضا شروع سے آخر تک وہی ہے جو ابتدائی کلیسیا کے شروع کے
زمانہ میں تھی جس کا نظارہ ہم کو اعمال کی کتاب کے پہلے حصہ میں ملتا ہے۔
اس انجیل میں خداوند مسیح کی موت کے بعد کے دس سال کے حالات کا عکس
نظر آتا ہے۔ پس اس کی تصنیف کا زمانہ بھی سنہ ۶۷ کے لگ بھگ
کا ہے۔

فصل دوم

انجیل مرقس اور اولین ایام کے معتقدات

مقدس مرقس کوئی بڑے پایہ کے عالم نہ تھے۔ وہ دینیات کے ماہر اور فلاسفر بھی نہ تھے۔ ان کی انجیل میں نہ تو کوئی دقیق فلسفیانہ نظریئے پیش کئے گئے ہیں، اور نہ کوئی ایسی اصطلاحات موجود ہیں جو مسیحی دینیات کی تشریح کے لئے بعد کے زمانہ میں وضع کی گئی تھیں۔ وہ سیدھے سادے طور پر اپنے منہجی کی سیرت لکھنے والے تھے۔ انہوں نے نہایت دیانت داری سے ان خیالات کو پیش کیا ہے جو ابتدائی کلیسیا کے آغاز میں مروج تھے۔ چنانچہ پروفیسر ورنر (WERNER) کہتا ہے کہ مرقس کی انجیل مسیحیت کے ان خیالات کا آئینہ ہے جو پہلی صدی کے درمیان میں یہودی نو مرید اور غیر اقوام کے نو مرید دونوں مانتے تھے۔ اس میں مسیح کے تجسم یا کفارہ کے متعلق کوئی فلسفیانہ نظریئے نہیں ہیں لیکن ان حقائق پر زور دیا گیا ہے۔ اس انجیل میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ آنحضرت اپنی خدمت کی ابتدا ہی سے مسیح موعود (۱۳۳ - ۱۳۴) اور ابن اللہ (۱۳۵) تھے اور الہی مقصد کے ماتحت اور بلاوے کی وجہ سے ابن آدم تھے۔ آپ نے صلیب کا دکھ اٹھایا کیونکہ آپ ابن آدم تھے، جو آسمان سے تھے اور جن کا زمین پر اختیار تھا (۱۳۵ - ۱۳۶) اور کہ آپ ان باتوں کو پورا کرنے آئے تھے جو آپ کی بابت لکھی تھیں۔ اسی واسطے آپ صلیب پر مرے اور پھر زندہ ہوئے اور جلال کے ساتھ منصف ہو کر آئیں گے (۱۳۷ - ۱۳۸)۔

۱۳ باب ۲۶ آیت الخ۔

یہ حالات کلیسیا کے معتقدات کے ارتقاء کی پہلی منزل سے متعلق ہیں۔
اس منزل میں حضرت ابن اللہ کی شخصیت کے متعلق کسی نظریہ کا وجود پایا نہیں
جاتا۔ صرف اس حقیقت کے اظہار پر ہی اکتفا کیا گیا ہے کہ آپ ابن اللہ ابن
آدم اور مسیح موعود ہیں پس اس انجیل کی تصنیف کا زمانہ منجی جہان کی صلیبی موت کے
دس برس بعد کا ہے جو کلیسیا کے خیالات کی ابتدائی منزل تھی۔

انجیل مرقس کے بیان کے مطابق جب خداوند یسوع نے حضرت یوحنا
اصطیغی سے بپتسمہ پایا تو لکھا ہے کہ ”محبوب“ (یسوع) پانی سے نکل کر آدم پر آیا تو
فی الفور اس نے آسمان کو کھینچے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا اور آسمان
سے آواز آئی کہ ”تو میرا محبوب“ (یہ اور میرا) بیٹا ہے۔ تجھ سے میں خوش ہوں۔ ”عہد
قدیق میں ”محبوب“ اور ”بیٹا“ مسیح موعود کے دو مختلف نام اور الگ الگ خطایات
تھے۔ پس اس بیان کے مطابق بپتسمہ کے وقت آنخذاوند پر حقیقت منکشف ہو
گئی کہ آپ خود مسیح موعود ہیں۔ آپ کو اپنی مسیحائی کا احساس اس زمانہ سے شروع
ہوا اور آپ نے یہ محسوس کیا کہ خدا نے آپ کو روح القدس سے مسح کیا ہے اور انجیل
کے الفاظ سے صاف واضح ہے کہ مصطفیٰ کے خیال میں روح القدس سے مسح
ہونے کی وجہ سے آپ ابن اللہ ہیں۔

آنخذاوند کی ذات اور شخصیت کے متعلق بعینہ یہی نظریہ اعمال الرسل کے
پہلے بارہ ابواب میں موجود ہے جو مسیح کلیسیا میں دو راہ لین میں مروج تھا اور جس
کا خلاصہ مقدس بطرس کے الفاظ میں موجود ہے ”خدا نے یسوع ناصری کو روح القدس
اور قدرت سے مسح کیا۔ وہ کھلائی کرتا اور ان سب کو جو ابلیس کے ہاتھ سے ظلم اٹھاتے
تھے شفا دیتا پھر کیونکہ خدا اس کے ساتھ تھا۔“ (اعمال ۱۶)۔

پس مسیحیت کے آغاز میں آنخذاوند کی ذات اور شخصیت کی نسبت جو نظریہ

کلیسیا کے ابتدائی مراحل و منازل میں رائج تھا وہ اس آیت شریفہ کے مطابق یہ تھا کہ جس شخص کی رسول منادی کرتے تھے وہ ایک ایسا انسان کامل تھا جس کو ہمیشہ خدا کی قربت نصیب تھی، جو مردوں میں سے جی اٹھا اور خدا کے دہنے ہاتھ بندھ گیا ہے۔ وہ ایک ایسا انسان تھا جس کو خدا نے اپنے کام و پیغام کے لئے خاص طور پر مسیح کیا تھا۔ یسوع ناصری ایک انسان تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اُس کی معرفت کئے، (احمال ۲۲)۔

مقدس مرقس کی انجیل اور رسولوں کے مذکورہ بالا بیانات کے مقابلہ سے ظاہر ہے کہ اس انجیل کا بعینہ وہی نظریہ ہے جو مسیحی کلیسیا کے آغاز میں کلیسیا کے اولین دور میں مروج تھا یعنی کہ یسوع ناصری ایک ایسے انسان کو کامل طور پر نیک تھے جن کو خدا نے مسیح موعود کے تہدہ پر مقرر فرمایا اور روح القدس سے مسح کیا۔ آپ کی زندگی خدا کی کامل فرمانبرداری میں گزری جس کی وجہ سے آپ نے موت اور قبر پر فتح پائی اور خدا کے دہنے ہاتھ سے فرزند ہوئے اور بنی نوع انسان کی عدالت کرنے کیلئے الٰہی قدرت کے ساتھ پھر آئینگے۔

آ خداوند کی ذات و شخصیت کا یہ نظریہ کلیسیا کے آغاز میں اُس زمانہ میں مروج تھا جب ابھی مقدس یوحنا نے اپنی انجیل نہیں لکھی تھی اور نہ مقدس پولوس کے خطوط ابھی اصطلاح تحریر میں آئے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظریہ کلیسیا کے شروع زمانہ میں مروج تھا۔ پس انجیل مرقس بھی اسی اولین دور سے متعلق ہے۔ بالفاظ دیگر یہ انجیل مسیحی عالمین کی ظفر یاب قیامت کے دس سال کے اندر لکھی گئی تھی۔

مقدس پولوس اپنی تحریرات میں جو خداوند مسیح کی وفات کے قریباً پندرہ ادا تین سال بعد کے درمیانی عرصہ (از ۳۴ء تا ۶۰ء) میں لکھی گئی تھیں بار بار لفظ

”مسیح“ کو اسم معرفہ کے طور پر استعمال کر کے آنخداوند کو کبھی ”یسوع“، کبھی ”مسیح“ اور کبھی ”مسیح یسوع“ کہتے ہیں لیکن مقدس مرقس لفظ ”مسیح“ کو اسم معرفہ کے طور پر کہیں کبھی استعمال نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اس لفظ کو خداوند یسوع کے لئے خطاب کے طور پر ”مسیح موعود“ کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس میں لفظ ”المسیح“ تین جگہ وارد ہوا ہے (۱۲ - ۱۳ - ۱۵)۔ پہلے مقام میں مقدس بطرس کا اقرار درج ہے کہ آنخداوند المسیح (موعود) ہیں۔ دوسرے مقام میں سردار کاہن آپ سے سوال کر کے پوچھتا ہے ”کیا تو اس ستودہ کا بیٹا المسیح (موعود) ہے؟“ تیسرے مقام میں سردار کاہن کھٹکتے سے کہتا ہے کہ اگر شخص ”اسرائیل کا بادشاہ المسیح (موعود) ہے تو وہ اب صلیب پر سے اتر آئے ہیں ان تینوں مقاموں میں کسی ایک جگہ کبھی آنخداوند کے لئے ”مسیح“ کا نام بطور اسم خاص یا اسم معرفہ نہیں آیا جس طرح مقدس پولوس کے خطوط میں بار بار آیا ہے یا جس طرح دوسرا ضریح نثار نے فیصدی مسیحی اور غیر مسیحی آنخداوند کا نام ”یسوع“ نہیں لیتے بلکہ ”مسیح“ کہتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ سکھ کے بعد یونانی دنیا کے لئے لفظ مسیح و حقیقت لفظ ”یسوع“ کا مترادف تھا اور اس سے زیادہ یہ لفظ غیر یہود کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ صاف اور موٹے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کلیسیا جس کا اغلب حصہ غیر یہود پر مشتمل تھا (کسی یہودی مسیح موعود میں لچپی نہیں رکھتی تھی)۔

علیٰ ہذا القیاس اس انجیل میں یسوع ناصری کے لئے لفظ ”خداوند“، بطور ایک خطاب کے کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ جس طرح ہم نے جابجا اس سارے میں آپ کے لئے لفظ ”آنخداوند“ استعمال کیا ہے یا جس طرح مقدس پولوس کے خطوط میں آپ کے لئے لفظ ”خداوند“ آیا ہے۔ انجیل مرقس میں یہ لفظ ”خداوند“

صرف چار مرتبہ آیا ہے یعنی $\frac{5}{14}$ - $\frac{11}{13}$ - $\frac{13}{12}$ - $\frac{12}{11}$ ۔ لیکن ان مقامات میں سے پہلے اور
تیسرے مقام میں وہ خدا یعنی رب العالمین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دوسرے
مقام میں لفظ ”خداوند“ دیدہ و دانستہ طور پر ذمہ معنی ہے اور چوتھے مقام میں اس
کا تعلق غمِ عشق کی کتاب زبور کی ایک آیت کی تائید ہے۔

پس انجیل مرقس میں منجی عالمین کے لئے نہ تو لفظ ”مسیح“ بطور آپ کے خاص
نام کے استعمال کیا گیا ہے اور نہ کوئی شخص آپ کو مخاطب کر کے یا آپ کی طرف اشارہ کر کے
لفظ ”خداوند“ آپ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ انجیل اُس
زمانہ میں لکھی گئی تھی جب مسیحی کلیسیا اپنے منجی کے لئے صرف لفظ ”یسوع“ استعمال
کرتی تھی اور ابھی تک مسیحی عوام مقدس پولوس رسول کی طرح آپ کو ”خداوند“ یا ”خدا“
یسوع“ یا ”خداوند یسوع مسیح“ یا ”یسوع مسیح“ یا ”مسیح“ نہیں کہتے تھے۔ اُس
زمانہ میں یہ الفاظ و القاب و خطابات نہ تو عام طور پر کلیسیا میں تاحال مروج
ہوئے تھے اور نہ وہ اختصار یا کنایت بطور اسم خاص یا اسم معرّفہ یا اسم اشارہ لفظ
”یسوع“ کی بجائے استعمال ہوتے تھے۔ بالفاظ دیگر انجیل مرقس کا زمانہ تصنیف
رسولی زمانہ کے اولین دور سے تعلق رکھتا ہے اور یہ انجیل منجی جہان کی صلیبی موت کے
دس برس کے اندر احاطہ تحریر میں آچکی تھی۔

(۲)

علیٰ ہذا القیاس مقدس مرقس حضرت ابن اللہ کی صلیبی موت کو نجات کا ذریعہ
بتلاتے ہیں (۱۴ - ۱۵)۔ لیکن وہ آپ کی موت اور نجات کا کوئی خاص نظریہ پیش نہیں
کرتے۔ وہ یہ بتلانے کی کوشش کہیں نہیں کرتے کہ ابن اللہ کی موت اور بنی نوع
انسان کی نجات کس طرح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ آپ کی انجیل میں یہ
مذکور ہے کہ ابن آدم کو مرنا ضرور ہے۔ کیونکہ آپ کی صلیبی موت کتاب مقدس اور ضائع

الہی کے عین مطابق ہے۔ لیکن اس منزل سے مقدس مرقس ایک قدم بھی آگے
تجاوز نہیں کرتے۔ پس یہ منزل مسیحیت کی ابتدائی تاریخ کی اولین منزل ہے۔ اگر
۱۵۔ ایتھسائینکی ۱۔ گلتی ۳۔ ۴۔ وغیرہ)۔ لہذا یہ انجیل مسیحیت کی ابتدائی فصا سے
متعلق ہے اور قدیم ترین زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مقدس پولوس اس زمانہ کے بعد
(از ۴۰ تا ۱۰۰) اپنے خطوط میں کفارہ کا نظریہ پیش کرتے ہیں اور مقدس مرقس
کی انجیل کے واقعات کی بنیاد پر اپنے عقائد اور دینیات کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔

(۳)

اسی طرح مقدس مرقس اپنی انجیل میں قیامت مسیح کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں
لیکن وہ مردوں کے جی اٹھنے کا کوئی نظریہ یا دلیل قائم نہیں کرتے۔ مسیحی کلیسیا
ابتدا ہی سے مسیحی عاملین کی ظفریاب قیامت کے واقعہ پر ایمان رکھتی تھی (ا۔ کر ۱۵)۔
۳۔ ۴) لیکن اس واقعہ کے ثبوت کے دلائل، توضیح اور تشریح وغیرہ مابعد کے زمانہ
سے متعلق ہیں۔ (ا۔ کر ۱۵) (ب۔ وغیرہ) پس مقدس مرقس کی انجیل اس زمانہ سے بہت پہلے لکھی گئی
جب مقدس پولوس نے شہرہ کے موسم ہار میں گرنے والوں کے خط میں واقعہ قیامت
کی تشریح کی تھی۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ انجیل واقعہ قیامت کے قریباً دس سال بعد
لکھی گئی تھی۔

(۴)

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ انجیل مرقس میں ان سوالوں کے جواب میں جو مسیحیت کی
ابتدائی منزل میں یہود وغیرہ یہود، مسیحی اور غیر مسیحی سب پوچھتے تھے کہ اگر خداوند
یسوع فی الحقیقت مسیح موعود تھے تو آپ کیوں مصلوب ہوئے؟ پس یہ انجیل
ایک خاص زاویہ نگاہ سے لکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ اعتراض کریں
کہ اس خاکہ کے مطابق انجیل مرقس خداوند مسیح کا سیدھا سادہ زندگی نامہ نہیں ہے۔
بلکہ ابن اللہ کی زندگی کے تمام واقعات کو صرف ایک نقطہ نگاہ سے قلمبند کیا گیا ہے۔

جو اباً عرض ہے کہ :-

جیسا ہم حصہ دوم کے باب چہارم میں بتا چکے ہیں اناجیل اربعہ میں کتب
تواریخ نہیں ہیں جن میں واقعات شروع سے آخر تک مسلسل طور پر لکھیں گئے
ہوں۔ وہ "انجیل" ہیں یعنی ایسی کتابیں ہیں جن میں خوشی کی خبر دی گئی ہے۔ ہر
انجیل نویس نے اس خوشی کی خبر کو اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے لکھا ہے۔ اور منجی جہان
کی ۳۳ سالہ زندگی کے واقعات پر نظر ڈال کر صرف ایسے واقعات کا انتخاب کیا ہے جو
ان کے نقطہ نگاہ کو اظہار میں شمس کر دیتے ہیں۔ یہ انجیلیں ان ایمان دار مصنفوں کے
زندہ ایمان کی نشانی ہیں جن میں دنیا کی سب سے عظیم الشان ہستی کے مافوق الفطرت
امور، واقعات، تعلیم اور شخصیت کا ذکر ہے۔ مقدس مرقس فرماتے ہیں کہ خداوند
یسوع ایک تاریخی ہستی تھے جو مسیح موعود، ابن اللہ اور مافوق الفطرت ابن آدم
تھے، جو دنیا کو نجات دینے کے لئے صلیب پر مرے، تیسرے روز مردوں میں
جی اٹھے اور آسمان کو صعود فرما گئے۔ یہ تھا مقدس مرقس کا زاویہ نگاہ۔ انجیل اٹل
دسوم کا نقطہ نظر مقدس مرقس کے نقطہ نگاہ سے مختلف ہے اور وہ آئندہ
کے سوانح حیات کو اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے دیکھ کر تمام الناس کو نجات کی بشارت
دیتے ہیں۔ جب ہم ان مؤرخانہ ذکر دونوں انجیلیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر
ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں مصنف انجیل مرقس کو لفظ بہ لفظ شروع سے آخر تک اپنی
کتابوں میں نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ گویہ تینوں مصنف منجی
تالمین کی زندگی کے واقعات کا اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے انتخاب کرتے ہیں لیکن
ان کے زاویہ نگاہ ایک دوسرے کے متضاد نہیں ہیں اس کے برعکس تینوں
زادے ایک دوسرے کے مدد معاد ہیں اور ایک دوسرے کا تکملہ کرتے
ہیں۔ مقدس مرقس کا زاویہ نگاہ منجی تالمین کی وفات کے پانچ دس سال بعد کے

زمانہ سے متعلق ہے۔ انجیل اول و سوم کے مصنفوں کا نقطہ نگاہ اس سے
 دس یا پندرہ سال بعد یعنی پہلی صدی کے نصف سے متعلق ہے۔ رسولوں کے
 اعمال کی کتاب کا پہلا حصہ (باب اول تا باب بارہ) ظاہر کرتا ہے کہ مقدس مرقس
 کی انجیل مسیحی عقائد و تعلیم کے ارتقاء کی تاریخ کا پہلا باب ہے۔ انجیل متی اور
 انجیل لوقا اس تاریخ کا دوسرا اور تیسرا باب ہے اور انجیل یوحنا اس تاریخ کا
 چوتھا باب ہے۔ ہر انجیل نویس کی کتاب اس ایمان کی زندہ گواہ ہے کہ مسیح کے
 وسیلے نئی زندگی حاصل ہوتی ہے جو انسان کی خفہ طاقتوں کو بیدار کر کے اس
 کی تمام اُمیدوں کو سرسبز و شاداب کر دیتی ہے اور ناممکنات کو ممکن کر کے
 دکھا دیتی ہے۔ اس زندگی سے خدا اور انسان کے باہمی تعلقات کلیتہً تبدیل
 ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی معافی کا کامل یقین ہو جاتا ہے۔ اس سے ہم کو روح القدس
 کی خوشی کا تجربہ حاصل ہو جاتا ہے اور مسیح کے صعودِ آسمانی کے بعد اس کی جلالی آمد کے
 انتظار کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

اس خوشی کی خبر اور بشارت کا اعلان کرنے کے لئے ہر انجیل نویس تدریاً اہل
 یہود کی اصطلاحات کو استعمال کر کے اپنے خیالات، جذبات اور تجربات کی سادہ
 کرتے ہیں۔ مقدس مرقس کی انجیل کا سطحی مطالعہ بھی یہ صاف ثابت کر دیتا ہے کہ یہ
 انجیل ان خیالات کی حامل ہے جو مسیحیت کے آغاز میں کلیسیا میں نشوونما حاصل
 کر کے پھیل پھول رہے تھے۔ باقی تین انجیلیں جو چند برس بعد لکھی گئیں ان خیالات
 کا آئینہ ہیں جو پہلی صدی کے نصف میں نشوونما پا رہے تھے لیکن انجیلوں کا مطالعہ
 ظاہر کر دیتا ہے کہ ان تمام خیالات کا باہمی تعلق و بیباہی ہے جو غنچہ کا پھول کے
 ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تمام خیالات جو انجیل اربعہ میں پائے جاتے ہیں مسیحی عقائد
 کی پہلی منزلیں ہیں۔ انجیلی مجموعہ کتب کی بعد کی تحریرات میں دیگر خیالات

کی جھلک ہے جو پہلی صدی کے پہلے نصف کے بعد کے زمانہ سے متعلق ہیں۔
 چنانچہ ڈاکٹر سٹریٹر (B.H. STREETER) مرحوم بتلاتا ہے کہ انجیلی
 مجموعہ کی تمام تحریرات میں آنحضرتؐ کی ذات کے متعلق سات نظریے پائے
 جاتے ہیں جو منجی عالمین کی وفات کے تیس سینتیس سال کے اندر مسیحی کلیسیا
 کے مختلف طبقوں میں رواج پا گئے تھے۔ ان مختلف خیالات اور نظریات
 میں تضاد نہیں ہے بلکہ وہ مسیحی عقائد کی ارتقا کی مختلف منزلیں ہیں جن میں
 توازن اور یک جہتی پائی جاتی ہے۔ اس تسلسلہ توازن اور یک جہتی کا مرکز وہ مسیحی
 زندگی ہے جو ظہورِ بابِ اودناح عیالی مسیح سے نکلتی ہے، جس سے روح القدس
 نے تمام مسیحیوں کو ایک بدن میں منظم کر رکھا ہے (افسی ہے)۔ اس ارتقا کی پہلی
 منزل وہ خیالات ہیں جو خداوند مسیح کی وفات کے بعد رائج تھے اور جن کا ذکر
 رسولوں کے اعمال کی کتاب کے پہلے بارہ باب میں پایا جاتا ہے۔ یہی خیالات
 مقدس مرقس کی انجیل میں پائے جاتے ہیں جس سے اس انجیل کی قدامت ثابت
 ہے اور ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ انجیل منجی عالمین کی موت کے بعد دس سال
 کے اندر یعنی اس زمانہ میں لکھی گئی تھی جس زمانہ میں وہ حالات تھے جن کا ذکر
 اعمال کے پہلے بارہ ابواب میں ملتا ہے۔

انجیلی مجموعہ کی تمام تحریرات کا غائر مطالعہ یہ واضح کر دیتا ہے کہ اس تمام
 مجموعہ میں مقدس مرقس کی انجیل کے خیالات سے زیادہ قدیم خیالات کا وجود
 کہیں پایا نہیں جاتا۔ اور ان کا وجود ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کیونکہ اگر ان
 قدیم ترین خیالات سے کم کی متادی خواہ میں کی گئی ہوتی تو مسیحی کلیسیا معرض
 وجود میں بھی نہ آتی۔ کیونکہ ہی خیالات یہودیت اور مسیحیت میں باہم الامتیاز
 کا درجہ رکھتے ہیں۔ ابتدا ہی سے رسول ہی بشارت دیتے تھے کہ منجی عالمین

”ہمارے گناہوں کی خاطر“ مصلوب ہوئے (۱۔ کر ۱۵) اور آپ نے مُردوں میں سے زندہ ہو کر ثابت کر دیا کہ آپ جلالی مسیح موعود ہیں۔ آپ چالیس روز تک مختلف اوقات اور جگہوں میں لوگوں پر ظاہر ہوتے رہے (۱۔ کر ۱۵ وغیرہ) اور پھر آپ نے صعود فرمایا (لوقا ۲۴۔ یوحنا ۲۰ وغیرہ) آپ کے شاگردوں اور رسولوں نے آپ کی جلالی حالت کا ذاتی تجربہ کیا (مرقس ۱۶۔ لوقا ۲۴: ۳۱-۳۴۔ یوحنا ۱۴: ۲۰-۱۹۔ ۲۶۔ ۲۱: ۱۴ وغیرہ)۔ یہی باتیں مسیحیت کو یہودیت سے جدا کرتی تھیں۔ اگر رسولوں نے ان سے کم کا پرچار کیا ہوتا تو مسیحیت یہودی مذہب کی محض ایک شاخ ہو کر رہ جاتی اور اسی۔ خداوند یسوع ایلن داروں کی نجات کے بانی نہ ہوتے بلکہ یہودی انبیاء کی قطار میں نظر آتے جن کی سہ سالہ تبلیغی خدمت کی یاد بھی دیگر انبیاء نے یہود کی طرح بھول بسر گئی ہوتی۔

پس یہ انجیل اُس زمانہ کی تصنیف ہے جس میں ابھی تک منجی عالمین کی ذات اور شخصیت کے متعلق یا آپ کی صلیبی موت کے متعلق کوئی خاص نظریہ قائم نہیں ہوا تھا جس پر تمام کلیسیاؤں کا اتفاق ہو۔ اس انجیل میں اُس ابتدائی زمانہ کا نقشہ نظر آتا ہے جس میں صرف خداوند کی شخصیت، موت اور قیامت کی حقیقت پر ہی ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس ابتدائی زمانہ کے چند سال بعد وہ زمانہ آیا جب یہود اور غیر یہودی مسیحی علماء نے ان حقائق پر فلسفیانہ پہلوؤں سے نگاہ کر کے حکیمانہ نظریہ جات قائم کئے تھے لیکن مقدس مرقس کی انجیل میں اُس قسم کے حکیمانہ نظریہ جات اور فلسفیانہ خیالات کا نام و نشان بھی نہیں ملتا جو مقدس یوحنا اور مقدس پولوس اور دیگر انجیلی مصنفین کی تحریرات میں موجود ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انجیل مرقس مقدس پولوس کے خطوط اور مقدس یوحنا کی تحریرات سے بہت پہلے لکھی گئی تھی جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ اولین انجیل منجی عالمین کی صلیبی موت کے

دن اسال کے اندر اندر احاطہ تحریر میں آگئی تھی۔

فصل سوم

مقدس لوقا اور مقدس مرقس کی انجیل کا باہمی تعلق

ہم اس کتاب کے حصہ دوم کے باب اول کی فصل سوم میں ثابت کر چکے ہیں کہ انجیل لوقا کی دو تہائی سے زیادہ حصہ (۱۲۹ آیات میں سے ۷۹ آیات) ان آیات پر مشتمل ہے جو مقدس مرقس کی انجیل سے نقل کی گئی ہیں۔ اسی حصہ کے باب سوم کی فصل اول میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مقدس لوقا نے انجیل لکھتے وقت مقدس مرقس کی انجیل کو بطور ایک ماخذ کے استعمال کیا تھا اور کہ اُس نے اپنی انجیل کا ڈھانچہ مقدس مرقس کی ترتیب کے مطابق ڈھالا ہے۔ مقدس لوقا کی انجیل کا غائر مطالعہ یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اُس نے خداوند کی آزمائشوں کے بیان اور عشاءِ ثانی کے مقرر ہونے کے درمیانی عرصہ میں دیگر ماخذوں سے نین بڑے حصے اکٹھے کر کے تین مختلف مقامات میں جمع کر دیے ہیں (یعنی ۲۰: ۹ تا ۲۳: ۳ اور ۱۱: ۱ تا ۱۳: ۱۴ اور ۱۴: ۱ تا ۱۶ آیات) باقی ماندہ حصوں میں مقدس لوقا نے مقدس مرقس کی انجیل کو نقل کیا ہے۔ پس جب مقدس لوقا نے اپنی انجیل کو لکھا تب مرقس کی انجیل اس قدر اعتبار کے قابل سمجھی جاتی تھی کہ آپ نے اُس کے الفاظ اور ترتیب کو قائم رکھا اور اُن کے مطابق اپنی انجیل کو لکھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ۷۵ تک (جب مقدس لوقا نے اپنی انجیل کو لکھا) مرقس کی انجیل کلیسیا میں ہر چہار طرف مروج تھی اور ایسی مسلمان شمار کی جاتی تھی کہ اُس زمانہ میں اس کی ٹکڑا کا اور اس کی قسم کا کوئی دوسرا ماخذ موجود نہ تھا۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اس قسم کی کتاب کو یہ رتبہ اور پایہ چند ہفتوں یا مہینوں
 میں حاصل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس بات کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے، کہ انجیل
 مرقس الہی مستند کتاب لکھی جائے۔ اور وہ ہر چہار طرف ایسی رواج پا جائے کہ مختلف
 مقامات کی کلیسیا میں اس کے سامنے تسلیم و تحم کر دیں۔ یا خصوصاً ایسے زمانہ میں
 جب چھاپہ خانے موجود نہ تھے، اور ہر کتاب کا ایک ایک لفظ ہاتھ سے نقل کیا جاتا
 تھا۔ گزشتہ باب میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مقدس لوقا نے اپنی انجیل ۵۵ء کے
 قریب بمقام قیصر یہ لکھی تھی۔ رسولوں کے اعمال کی کتاب اور کلیسیائی روایات سے ظاہر
 ہے کہ ۵۵ء تک مسیحی کلیسیا دور و دراز مقامات میں یہود اور غیر یہود دونوں میں پھیلی
 چکی تھی۔ پس اگر مقدس مرقس کی انجیل ۵۵ء تک تمام کلیسیاؤں میں مسلمان اور مستند
 سمجھی جاتی تھی اور رواج پا چکی تھی تو ظاہر ہے کہ وہ اس سے کم از کم دس پندرہ سال
 پہلے لکھی گئی ہوگی۔ پس قیاس یہی چاہتا ہے کہ یہ انجیل ۵۵ء کے قریب احاطہ تحریر
 میں آئی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انجیل مرقس متحجی عالمین کی وفات کے قریب ۵۵ء سال
 کے اندر اندر تصنیف کی گئی تھی۔ انشاء اللہ آئندہ فصل میں ہم یہ واضح کر دینگے کہ دیگر امور سے
 بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ انجیل ۵۵ء کے قریب لکھی گئی تھی۔

فصل چہارم

انجیل مرقس کا سن تصنیف اور تواریخی واقعات

(۱)

ہم گزشتہ باب کی فصل اول میں بتلا چکے ہیں کہ جب مقدس لوقا نے اپنی انجیل

لکھی تھی اُس زمانہ میں یروشلم کا شہر دیوانہ و نیاہ نہیں تھا احد نہ اُس کی ہیکل
نذر آتش ہو چکی تھی۔ چونکہ مقدس مرقس نے اپنی انجیل مقدس لوقا سے بہت سال
پہلے لکھی تھی پس قیاس ہی چاہتا ہے کہ اس میں بھی اس واقعہ کا ذکر موجود نہ
ہو۔ جب ہم انجیل مرقس پڑھتے ہیں تو ہم بعدینہ ہی حالت پاتے ہیں۔ اس میں نہ تو
یروشلم کی نیاہی کا ذکر ہے اور نہ ہیکل کے برباد ہونے کا اشارہ تک پایا جاتا ہے
جس سے ظاہر ہے کہ وہ علماء یقیناً غلطی پر ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ انجیل
سنتہ میں لکھی گئی تھی۔

حق تو یہ ہے کہ اگر انجیل مرقس خالی الذہن ہو کر پڑھی جائے تو یہ بات کسی
کے خیال میں بھی نہ آئے گی کہ اس کے لکھنے کے وقت ہیکل برباد ہو چکی تھی۔ اس
کے برعکس اس کا مطالعہ ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ شہر یروشلم احد ہیکل دونوں
صحیح سلامت کھڑے ہیں۔ مثلاً ہیکل کی ناپاکی کا ذکر موجود ہے (۳۱)۔ کیا
ناپاکی کا ذکر یہ ثابت نہیں کرتا کہ جب یہ انجیل لکھی گئی تھی تو خداوند کی ہیکل
اُس وقت موجود تھی ؟

مقدس مرقس ۱۵/۲۹ میں لکھتے ہیں کہ کلوری کے مقام پر لوگ صلیب خداوند
کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ ”واہ اے مقدس کے ڈھانے والے اور اُس کو تین
دن میں بنانے والے“ اگر اس انجیل کے لکھے جانے کے وقت ہیکل برباد ہو چکی ہوئی
تو انجیل نویس یہاں ضرور بتلاتا کہ دیکھ لو۔ ہیکل برباد ہو چکی ہے !
مرقس ۱۳ باب کی پہلی ۱۳ آیات میں اُن لوگوں کی جانب اشارے ہیں جو
کاذب نبی تھے اور مسیحائی کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے۔ ان آیات میں جو ذکرِ طائروں
اور جنگوں کا ہے اُن میں پارتھیکیا کی جانب اشارہ ہے۔ ان آیات میں قحط، زلزلوں
اور ایذاؤں کا ذکر ہے جو اہل یہود مسیحیوں کو دیتے تھے لیکن نیر کی خونناک رجسٹ انجیر

ایذا رسانی (۶۴) اور اس کے بعد کے واقعات کا کہیں ذکر نہیں پایا جاتا۔ دیکھا
 افواج کے حملہ کا جو ملک یہودیہ پر کیا گیا تھا اور یروشلم کے تاراج ہونے کا اور
 ہیکل کے نذر آتش ہونے کے واقعات کی جانب اشارہ تک نہیں ملتا۔ ان
 جائگہ تواریخی واقعات کی بجائے صرف ہیکل کی ناپاکی کا ذکر موجود ہے اور وہ
 ناپاکی بھی ایسی تھی (جیسا ہم ابھی بیان کریں گے) جو وجود میں نہ آئی۔ مؤرخ
 یوسی بنس کا ایک بیان اس مقام پر قابل غور ہے۔ وہ ہم کو بتلاتا ہے کہ یہودیہ
 کے مسیحی لیڈروں کو الہام سے پہلے ہی آگاہی مل گئی تھی۔ پس وہ شہر میں یروشلم
 سے پیلا بھاگ گئے۔ یہ الہام مرقس ۱۳: ۱۴-۱۹ میں موجود ہے اور ثابت کرتا ہے
 کہ یہ انجیل یروشلم کی تباہی کے واقعہ کے بعد تحریر میں نہیں آئی تھی بلکہ اس
 سے پہلے کلیسیا کے ہاتھوں میں موجود تھی جس سے آگاہی پاک وہ پیلا کی جانب
 بھاگ گئے۔

آیت ۱۲ میں خاندانوں میں پھوٹ پڑنے کا ذکر ہے۔ جب ہم انبیائے
 سابقین کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ خاندانوں کا یا بھی
 اتفاق قومی مصائب کی روایتی تصویر ہے (میکا ۴)۔ لیسعیاہ ۱۴ - یوبلی ۲۳:
 ۱۶-۱۹ باروک ۴: ۳-۵-۲-۳-۶ (غیر)۔ خیال ابتدائی اولین کلیسیا
 کا تھا جس کا خلاصہ اس آیت میں موجود ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ مرقس ۱۳: ۵-۱۳ کے مقام کا تعلق مسیحی کلیسیا کی ابتدائی منزل
 سے ہے جب مسیحیت ایک نیا بدعتی یہودی فرقہ خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہودی عالم
 مرحوم ڈاکٹر مونی فیوری لکھتا ہے کہ وہ مسیح کی موت کے بعد بیس برس کا زمانہ مسیحی
 کلیسیاؤں کے لئے ایذاؤں کا زمانہ تھا جو یہودی عبادت خانوں کی طرف سے تھا۔
 گوادالین یہودی مسیحی جو یروشلم میں رہتے تھے شریعت کی تمام رسوم کو مانتے تھے اور

شرعی احکام پر چلتے تھے تاہم ان میں اور دیگر یہود میں جو کچھ بڑا فرق تھا۔ گو یہ یہودی مسیحی عبادت خانوں کے نمبر ہو کر رہنا چاہتے تھے تاہم ان کا یہود ہی یہود کے لئے لگاتار برہمی اور برفروختگی کا باعث تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ خاندان کے افراد میں باہمی پرخاش کس قدر خطرناک ہوتی ہے۔ یہودی مسیحیوں کا یہ ایمان کہ مسیح موعود آگیا ہے، بجائے خود کوئی معمولی اختلاف نہ تھا۔ اس پر ان لوگوں میں شریعت کی پابندی میں جو وہیل آگئی وہ یہود کو برفروختہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ مسیحی یسوع ناصری کو الہی صفات سے موصوفہ مانتے تھے اور یہ بات ان کے طموحوں کے لئے ایک ناقابل برداشت عقیدہ تھا جس سے شرک ٹپکتا تھا۔ فریسی اس قسم کے خیالات سے مصالحت روا نہیں رکھ سکتے تھے۔ ریتان درست کہتا ہے کہ اگر یہود رومی سلطنت کے ماتحت نہ ہوتے اور ان سے سزائے موت کا حق نہ چھین لیا گیا ہوتا تو وہ مسیحیوں کو زندہ نہ چھوڑتے۔“

پس انجیل مرقس کے تیرہویں باب کی مذکورہ بالا آیات کا تعلق کلیسیا کے وجود کے پہلے بیس برس کے ساتھ ہے۔ جب مسیحی عبادت خانوں میں پیٹے جاتے تھے اور یہودی عدالتوں کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔ اس مقام میں ہاکول اور بادشاہوں سے مراد ہے یہودیہ کے گورنر اور یہودی حاکم جو چوتھائی حصہ کے حاکم تھے۔ ”جھوٹے نبی اور کاذب مسیح“ یہودی لیدر ہیں۔ آیت ۸ کے الفاظ ”رزدہ کا شروع“ ربتوں کی مشہور اصطلاح ہے جس کا مطلب اندرونی اور بیرونی سیاسی مصیبت کا زمانہ تھا جس کا مسیح موعود کے زمانہ سے پہلے وجود میں آنا لازم خیال کیا جاتا تھا۔ اس مقام میں مسیحی کلیسیا کو خبردار کیا گیا ہے کہ خداوند کا آمد سے پہلے ان کو دکنہ اور مصیبت اور ایذا رسانی کا سامنا کرنا ہوگا اور اس سے اقوام میں انجیل سنائی جائیگی۔ مقدس پولوس فرماتا ہے کہ یہ اس کے زمانہ میں ہو گیا

ہے (رُوم: ۸، دُکُلُسی: ۵-۶ اور اِتھسَلنیک: ۵ باب)۔

پس اس مقام سے ظاہر ہے کہ یہ نقشہ وہی ہے جو اعمال کی کتاب کے پہلے ابواب میں کلیسیا کا نقشہ ہے اور یرُوشلیم کی ہیکل کے برباد ہونے سے کم از کم تیس سال قبل کا ہے۔

علاوہ ازیں مرقس کی انجیل میں آیا ہے ”جب تک یہ سب باتیں نہ ہوں یہ بُشت نہ گزرتا تمام نہ ہوگی“ (۱۳: ۳۱) اور انجیل متی ۱۶ میں خداوند فرماتے ہیں۔ ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اُس کی بادشاہی میں آئے ہوئے نہ دیکھ لیں وہ موت کا مزہ نہ چکھیں گے“ (نیز دیکھو ۲۴: ۲۴ + ۲۳: ۱۰ + ۲۳: ۳۶)۔ خداوند ان مقامات میں صاف اور واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ یہ سب واقعات آپ کے سامعین کے سامنے ہوں گے۔ الفاظ جو یہاں کھڑے ہیں“ سے مراد صرف یہی ہو سکتی ہے کہ جو آپ کے سامنے کھڑے تھے اور آپ کے کلمات کو سُن رہے تھے (دیکھو ۲۶: ۱۳) یہ ارامی محاورہ ہے جس کو اُردو دان اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ”موت کا مزہ نہ چکھیں گے“ بھی ارامی محاورہ ہے جو عبرانی کتب مقدسہ میں کہیں وارد نہیں ہوا اور یوحنا: ۸: ۵۲ اور عبرانیوں ۹: ۲ میں پایا جاتا ہے۔ یہ محاورہ ربیوں کی کتابوں اور کتب تراجم میں اکثر آیا ہے یہ اُردو دان اس محاورہ سے جو قرآن میں بھی آیا ہے ماخوذ ہیں۔

ان واضح مقامات سے ثابت ہے کہ جب انجیل مرقس لکھی گئی تھی اُس وقت یرُوشلیم کی ہیکل ہنوز کھڑی تھی۔ جرمن نقاد ہارنیک نے زبردست دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اعمال کی کتاب، مقدس گوتا کی انجیل اور انجیل مرقس یرُوشلیم کی تباہی کے واقعہ سے بہت پہلے لکھی گئیں۔ یہ عالم کہتا ہے کہ

مقدس یوذا کی انجیل نشہ کے لگ بھگ اور مقدس مرقس کی انجیل نشہ کے
لگ بھگ لکھی گئی ہے

پس مرقس کی انجیل تب لکھی گئی تھی جب وہ نسل عالم شباب میں تھی
جس کی نسبت خداوند نے فرمایا تھا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے
ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک وہ نہ دیکھ لیں کہ خدا کی بادشاہی قدرت
کے ساتھ آگئی ہے وہ موت کا مزد بہرگز نہ چکھیں گے (۱:۹) جس سے ظاہر
ہے کہ یہ انجیل کلیسیا کے دور اولین میں اعلاطہ تخریر میں اچھکی تھی۔
اس سے پہلے ہم دیگر وجوہ سے بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ انجیل نشہ
میں تصنیف کی گئی تھی۔

(۲)

سلطنت روم کے قیصرہ میں سے ایک قبضہ تھا جس کا نام کیلی لیا تھا۔
جس کے زمانہ میں اگر پائیل کا حاکم ہوا تھا سلطنت کے نشہ نے اس کے دماغ میں
نڈی پیدا کر دیا ایسا کہ اس نے حکم دیا کہ ہر شخص اس کی پرستش کیا کرے اور اس
کے آگے سرنگوں ہو کر سجدہ کیا کرے۔ وہ مندروں میں دیوتاؤں کی مورتیوں کے
ساتھ ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا تھا تاکہ رعایا دیگر معبودوں کے ساتھ اس کی
کبھی پوجا کریں۔ بعض اوقات وہ دیوتاؤں کے قاصد عطا کردہ دیوتا کے سے پرستش
لیتا اور بعض اوقات اپنا دیوتا کی نقل کر کے سورج کی سی شعلیں زیب تن
کر لیتا۔ اکثر اوقات وہ جو پیٹر دیوتا کی مورتی کے کانوں میں سرگوشی کرتا اور اپنے
کان اس کے منہ کے پاس لے جاتا گیا کہ وہ دونوں برابر کے دیوتا ہیں اور دیوتا تک
بھی اس کو اپنے برابر دیوتا مانتے ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ جو پیٹر میرا بھائی ہے۔
اور چاند میری بیوی ہے۔ اس نے ایک نہایت عالی شان مندر اپنی پوجا کے

لئے بنوایا جس میں اُس کے حضور قربانیاں کی جاتی تھیں۔ اس مندر کے باقاعدہ
پجاری تھیں جن میں سے ایک اُس کا گھوڑا بھی تھا جس کے لئے اُس نے سونے
کی چوٹی بنوائی تھی اور جس کے لئے اُس نے ایک ہاشمی مکان بھی بنوایا جس میں
دربار کے اہل گھوڑے کے ساتھ کھانا بھی کھایا کرتے تھے لہ

نکمہ کی بات ہے کہ اس پاگل اور ظالم قیصر نے احکام صادر کئے کہ
یروشلم کی سبک میں اُس کا بت نصب کیا جائے تاکہ موحّد ہیود بھی اُس کی عبادت
اور پرستش کریں۔ تمام ارض مقدّس میں پھیل چکی اعداہل یہود مرنے مارنے
پر تیار ہو گئے۔ ادھر قیصر بھی اس بات پر تلاش ہوا تھا کہ وہ اپنا بت قدس اللہ
میں نصب کر کے دیکھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کشمکش کے دوران میں اُس
کے شرع میں وہ قتل کیا گیا اور اُس کے حکم پر عمل نہ ہو سکا۔

امریکی عالم ڈاکٹر ٹوری کہتا ہے کہ مرقس کی انجیل کے تیرھویں باب میں قیصر
کے اس حکم کی طرف اشارہ ہے۔ جب تم اس اُچار نے والی مکروہ چیز کو اس جگہ
کھڑی ہوئی دیکھو جہاں اس کا گھوڑا ہونا رواج نہیں رہتا سمجھ لے۔ الخ
(۱۳: ۱۴) مسیحی یہودیوں نے رومی قیصر کی گیولا کے حکم کو دانی ایل نبی کی پیشین گوئی
کا پورا ہونا سمجھ لیا۔ غیر قوم مشرک بت پرست قیصر روم کا بت یروشلم کی سبک کی قربان
پر نصب کیا جائے! اور موحّد ہیود اس کی پرستش کریں!! اس قسم کے حکم کا مسیح موعود
کی پہلی آمد کے بعد ہی دیا جانا ایک ایسی بے مثال اُچار نے والی مکروہ چیز، تجسّس
کا ثانی ہزار سال تو الگ رہے دس ہزار سال میں بھی نہیں مل سکتا تھا اگر
اسمہ کے شرع میں کیلی گیولا قتل نہ کیا جاتا تو حالات نہایت نازک صورت
اختیار کر لیتے۔“

اگر مقدس مرقس کی انجیل اسمہ یا اس سن کے بعد لکھی جاتی تو اس میں اس

واقعہ کی جانب اشارہ دہوتا۔ کیونکہ اس حکم پر عمل ہونے سے پہلے ہی قیصر کیل گیولا قتل کر دیا گیا تھا۔ پس اس عالم کے خیال میں یہ کتاب کیل گیولا کے حکم کے بعد اور اس کے قتل ہونے سے پہلے کے درمیانی عرصہ تک میں شائع ہو گئی تھی۔

ایک اور امر یہی عالم ایف۔ سی۔ گرانٹ بھی لکھتا ہے۔ ^{۱۱} یہودیوں کا خیال ہے کہ ”اُحیا ط نے والی مکروہ چیز“ سے اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جب شکم میں قیصر کیل گیولا نے حکم دیا تھا کہ اس کا بت یرشلیم کی سیکل میں نصب کیا جائے۔ یہودیوں اور یہودی مسیحیوں نے اس واقعہ کو دانی ایل نبی کی پیشین گوئی کی تکمیل سمجھا۔ مشہور نقاد باوٹن تک کہتا ہے کہ اس امر کو ماننے میں ہمیں تاقل نہیں کہ آیت ۱۳ سے کیل گیولا کا حکم ثابت ہے گویہ عالم کہتا ہے کہ اس ماخذ میں اور انجیل مرقس کی تصنیف کے درمیان وقفہ کی ضرورت ہے۔ پس وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ انجیل پہلے پہل شکم کے قریب شائع ہوئی تھی۔ ^{۱۲} پروفیسر بیکن ڈاکٹر ٹوری کے نظریہ کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مرقس ۱۱ میں کیل گیولا کے حکم کی طرف اشارہ ہے۔ دانی ایل کی نبوت (۱۱: ۳۰-۳۱) اس کی بناء ہے۔ یہاں قیصر کی پرستش مراد ہے۔ جس یونانی لفظ کا ترجمہ ”مکروہ چیز“ کیا گیا ہے وہ جنس ہے یعنی وہ مذکر ہے اور نہ مؤنث ہے لیکن فعل ”کھڑا ہونا“ مذکر ہے۔ ^{۱۳} پروفیسر مینسن لکھتا ہے: ”مرقس کے الفاظ ”اس اُحیا ط نے والی مکروہ چیز“ سے کیا مراد ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ یہ اس حکم کی پیشین گوئی ہے جو قیصر کیل گیولا نے دیا تھا کہ اس کے بت کی پرستش کی جائے۔ اہل یہود کے نزدیک ”مکروہ چیز“ سے مراد بت یا بت پرستی کا نشان تھا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ یونانی متن میں گو لفظ ”مکروہ چیز“ بے جنس اسم ہے لیکن فعل ”کھڑا“ مذکر ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی آدمی یرشلیم میں آئیگا نا کہ اس کی پرستش کی جائے بعض کا خیال ہے کہ لفظ

”اجاڑنے والی“ سے مراد نقیب شاہی یا کوئی شخص ہے جو سیکل یا شہر کو اُتار ڈالنے کا سبب ہوگا۔ دیگر علماء کا یہ خیال ہے کہ ان الفاظ سے مراد ایسی شے ہے جس سے لرزہ برآمد ہو جائے یعنی کوئی نہایت مہیب اور نفرت انگیز قسم کی بت پرستی ہے مثلاً قدس الاقداس میں رومی قیصر کے بت کا نصب ہونا۔ ۱۵۱

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ ”پر پڑھنے والا سمجھ لے“ نہایت معنی خیز ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انجیل نویس رازداری اور اخفا کے پردہ میں اپنے ناظرین کو قیصر کے احکام بتلا کر خبردار کرتا ہے کیونکہ یہ قیصر نہایت ظالم اور جابر تھا۔ پس اس قسم کے الفاظ سننے کے سن تصنیف ہونے پر بھی گواہ ہیں۔ سنہ کے بعد رازداری اور اخفا کے پردہ کی ضرورت ہی نہ رہی تھی۔

پروفیسر ڈاڈ کنتے ہیں اگر ٹوری اور بیکن کے دلائل کو تسلیم کر لیا جائے تو سکاڑہ ”چیز“ سے مراد قیصر کی گیلولا کی دہ ناپاک کوشش تھی کہ سیکل میں اس کا بت سنہ میں نصب کیا جائے۔ لیکن اس کی مراد بر نہ آئی۔ پس مرقس ۱۳: ۱۴ سے اس انجیل کی آخری تاریخ متعین ہو سکتی ہے۔“ ۱۵۲

فاضل مصنف پادری گیڈاؤ (GADOUX) مقدس مرقس کی انجیل کے مختلف ماخذوں پر بحث کر کے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ انجیل پہلے پہل سنہ میں لکھی گئی تھی۔ ۱۵۳

پس خارجی واقعات اس قدیم ترین انجیل کی اندرونی شہادت کی ہر پہلو سے تائید کرتے ہیں اور ہم پر یہ نتیجہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ انجیل سنہ میں لکھی گئی۔ اگر مقدس پطرس کا ہاتھ اس انجیل کے لکھوانے میں تھا تو یہ تاریخ مقدس پطرس کی زندگی کے واقعات کے مطابق بھی ہے۔ کیونکہ اعمال کے بارہویں باب میں ہمیں دریں اگر پاپا کے عہد حکومت میں پطرس رسول کی قید اور رہائی کا ذکر ہے اور یہ سنہ کا

واقف ہے اور یروشلیم کے قحط سے پہلے کا واقعہ ہے جو مؤرخ جوزفوس کے مطابق
سنہ ۷۰ء میں ہوا تھا۔ پس مقدس پطرس سنہ ۶۷ء کے موسم بہار میں کہیں چلے گئے
تھے اور یہ انجیل اس سے پہلے سنہ ۶۷ء میں احاطہ تحریر میں آچکی تھی۔

فصل پنجم

مخالف علماء کے خیالات کی تنقید

ممالک مغرب کے علماء بالعموم کہتے ہیں کہ انجیل مرقس کی تاریخ تصنیف
ہے۔ یہ تاریخ دو وجوہ کی بناء پر مقرر کی گئی ہے جن پر ہم اس فصل میں غور کریں گے۔

(۱)

کلیسیائی روایت ہے کہ یہ انجیل شہر روم میں لکھی گئی تھی۔ اگر یہ روایت درست
ہے تو ہمارا نتیجہ غلط ہوگا کہ مقدس مرقس نے یہ انجیل یروشلیم میں منجی سالمین کی صلیبی
موت کے دس سال بعد لکھی تھی۔ لیکن کیا یہ روایت ایسی ہے جس میں کسی قسم کے شک
شبہ یا پوچھ وچرا کو دخل نہیں ہو سکتا؟

آپائے کلیسیا میں سے اس روایت کا صرف ایک شخص یعنی سکندریہ کا فاضل
مقدس کلیمنٹ صریح، صاف، غیر مبہم اور واضح الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔ کلیمنٹ سنہ ۱۵۵ء
تائیں ۲۲۰ء کا ہے۔ گو اس کی تصنیفات کا زمانہ سنہ ۱۹۰ء سے شروع ہوتا ہے پس اس
بزرگ کا تعلق درحقیقت دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے اوائل سے
ہے۔ اگر بالفرض مقدس مرقس نے اپنی انجیل سنہ ۷۰ء میں لکھی ہو تو ہم اس تاریخ
میں اور کلیمنٹ کی تصنیفات میں کم از کم سوا سو سال کا فاصلہ حاصل ہے۔

مقدس آئرینوس نے (۱۳۳ء تا ۲۰۳ء) اپنی کسی تصنیف میں واضح طور پر یہ نہیں کہا کہ انجیلِ مرقس روم میں لکھی گئی تھی۔ مقدس آئرینوس مقدس پولی کارپ کے شاگرد تھے جن کو مقدس یوحنا نے سمرنا کا بشپ مقرر کیا تھا۔ مقدس آئرینوس نے روم میں مختلف بدعتوں اور بالخصوص غناسطی بدعتوں کے خلاف متعدد لیکچر دئے تھے۔ ان کی مشہور و معروف کتاب پانچ جلدوں میں ۱۸۲ء اور ۱۸۷ء کے درمیان لکھی گئی جب وہ لائینز (Lyon) کے بشپ تھے۔ جب اس پایہ کا شخص مذکورہ بالا روایت کو بیان نہیں کرتا تو اسی کی خاموشی نہایت معنی خیز ہو جاتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

علامہ ازیں یہ روایت ایسی نہیں کہ جس پر کل آبائے کلیسیا متفق ہوں۔ چنانچہ مقدس نرسس ستم کا یہ قول ہے کہ یہ انجیل ملک مصر میں لکھی گئی تھی۔ ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ انجیل روم میں ۱۸۷ء میں لکھی گئی تھی تو مقدس مرقس کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ۱۳ باب کے پمفلٹ کو اپنا ایک ماخذ بنانا یا اس باب کو لکھنا۔ یہ پمفلٹ یہودیہ کے یہودی مسیحیوں کے لئے لکھا گیا تھا۔ ۱۸۷ء میں حالات بدل گئے تھے پس اگر مرقس کی انجیل روم میں لکھی گئی تھی تو اس نے ایک ایسے ورق کو کیوں شامل کر لیا جو یہودیہ میں لکھا گیا تھا اور یہودیہ کے خاص حالات ماضی سے ہی تعلق رکھتا تھا، کیسی سلیم العقل شخص یہ ماننے کو بھی تیار نہ ہوگا کہ یہ ورق تصنیف کے بعد اس میں شامل کیا گیا تھا۔ ۱۸۷ء

پس یہ روایت کہ مقدس مرقس نے اپنی انجیل کو شہر روم میں لکھا بہت بعد کے زمانہ کی ہے جو کم از کم کسی محکم دلیل کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔

(۲)

دوسری دلیل بھی ایک ایسی روایت پر مبنی ہے جو راقم الحروف کے خیال میں ضعیف

ہے۔ اس روایت کے مطابق انجیل مقدس پطرس رسول کی شہادت کے بعد لکھی گئی تھی۔ روایت یہ ہے کہ مقدس پطرس نے نیرو قیصر روم کی ایذا رسانی کے زمانہ میں سکندریہ میں جام شہادت پیا اور مقدس مرقس نے آپ کی شہادت کے بعد روم میں اپنی انجیل لکھی جو مقدس پطرس رسول کے خطبات پر مبنی تھی۔ یہاں چند امور قابل تنقیح ہیں:-

(ا) کیا مقدس پطرس شہر روم گئے تھے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو آپ کس سن میں وہاں تشریف لے گئے تھے؟
 (ب) کیا مقدس پطرس روم میں شہید ہوئے تھے؟
 (ج) کیا مقدس مرقس نے اپنی انجیل مقدس پطرس کی وفات کے بعد لکھی تھی؟
 (الف) پہلا سوال یہ ہے کہ کیا مقدس پطرس رسول شہر روم گئے تھے اور اگر گئے تھے تو آپ کس زمانہ میں گئے تھے؟

روایت ہے کہ مقدس پطرس پچیس برس روم کے پیشپ رہے۔ یہ روایت چوتھی صدی میں مروج تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جب رسول نے قید خانہ سے ہائی حال کے یرشلیم کو چھوڑا تو لکھا ہے کہ آپ دوسری جگہ چلے گئے (اعمال ۱۲)۔ اس ”دوسری جگہ“ سے یہاں صاحب مطلب شہر روم سے لیتے ہیں لیکن اگر یہ تاویل درست ہے تو جب نشہ کے قریب یرشلیم میں پہلی کونسل منعقد ہوئی تو آپ یرشلیم میں کیسے پہنچ گئے؟ یہ بات بھی معنی خیز ہے کہ جب ۵۹ء میں مقدس پولس روم لے جائے گئے (اعمال ۲۸ باب) تو مقدس پطرس وہاں نہیں تھے۔ اگر مقدس رسول بروئے روایت سکندریہ میں روم کے پیشپ تھے تو آپ نشہ کے قریب یرشلیم کی کونسل میں کس طرح حاضر اور ۵۹ء میں روم سے کیوں غائب تھے؟ مقدس پولس نے روم کے مسیحیوں کے نام نشہ میں خط لکھا لیکن اس میں مقدس پطرس کا نہ ذکر ہے اور نہ آپ کو سلام

بھیجا گیا ہے حالانکہ اس خط کے سولہویں باب میں روم کی کلیسیا کے سرکردہ اشخاص کی ایک لمبی چوڑی فہرست موجود ہے۔ علاوہ ازیں جو خطوط مقدس پولوس نے زندان روم سے لکھے تھے، ان میں بھی مقدس پطرس کا نام تک نہیں ملتا۔ ان اور دیگر وجوہ کی بنیاد پر راقم الحروف کا خیال ہے کہ مقدس پطرس رسول شہر روم میں ۱۳۰ء سے پہلے تشریف نہیں لے گئے تھے۔

(ب) روایت کے مطابق مقدس پطرس رسول روم میں شہید کئے گئے تھے۔ اس روایت کے حق میں روم کے مقدس کلیمنٹ کی عموماً گواہی پیش کی جاتی ہے لیکن مقدس کلیمنٹ نے جو خط روم سے ۹۶ء میں کرتھیوں کو لکھا اس میں آپ واضح طور پر یہ نہیں فرماتے کہ مقدس پطرس شہر روم میں شہید کئے گئے تھے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

”پطرس نے اپنے ناراست حسد کے باعث ایک دو نہیں بلکہ بہت سختیں اور سختیں اٹھائیں اور اس طرح اپنی گواہی دے کر اپنے جلال کی مقرری جگہ کو چلا گیا۔“
ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے واضح اور صریح طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مقدس پطرس روم میں شہید کئے گئے تھے۔

(ج) عام روایت کے مطابق مقدس مرقس نے اپنی انجیل کو مقدس پطرس کی وفات کے بعد لکھا تھا لیکن سکندریہ کے مقدس کلیمنٹ تک اس روایت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

”پطرس نے روم میں علانیہ کلام کی منادی کی۔ اور روح القدس کی تحریک سے انجیل کی بشارت دی۔ پس بہتوں نے جو وہاں تھے مرقس سے درخواست کی کہ اس کے کلمات کو ایک مسلسل بیان کی صورت میں قلمبند کرے کیونکہ وہ مدت تک مقدس پطرس کے ساتھ رہ چکے تھے اور ان کو رسول کے کلمات یاد تھے۔ پس انہوں نے اپنی انجیل لکھی

اور ان کو دی۔ جب پطرس نے (لوگوں کی درخواست کو) سنا تو اُس نے نہ تو منع کیا اور
اور نہ ترغیب دی۔“

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مقدس کلیمنٹ کے خیال میں مقدس مرقس
نے اپنی انجیل کو مقدس پطرس کی حین حیات میں ہی لکھا تھا۔
بعض اصحاب نے مقدس آئرینوس کے الفاظ کی غلط تادیل کر کے یہ کہا ہے
کہ آپ کے خیال میں مقدس مرقس نے اپنی انجیل کو مقدس پطرس رسول کی وفات کے
بعد لکھا تھا۔ لیکن جیپ مین نے *Chapman* ایک مبسوط مضمون میں
یہ ثابت کر دیا ہے کہ مقدس آئرینوس کے الفاظ کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو یہ علماء
سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر ہارنیک اپنی کتاب میں اور آرچ بیکن اپنی تفسیر میں اس قابل
مصدقہ کی حمایت کر کے کہتے ہیں کہ مقدس آئرینوس کا مطلب یہ ہے کہ مقدس مرقس کی
انجیل مقدس پطرس کی وفات سے پہلے لکھی گئی تھی اور یوں اس رسول کی تعلیم اُس کی
موت کے بعد بھی اس انجیل میں محفوظ رہی۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مقدس آئرینوس مخالفین مسیحیت کے جواب میں دلیل کے
دوران میں فرماتے ہیں کہ خداوند مسیح کی ظہور باب قیامت کے بعد رسول انجیل جلیل کے
علم سے محمود ہو کر مختلف اطراف میں گئے اور انہوں نے مختلف ممالک میں اسی
انجیل کی منادی کی جو ہمارے ہاتھوں میں ہے کیونکہ در رسولوں نے تو خود انجیلیں
لکھیں اور باقی دو انجیلیں رسولوں کے شاگردوں نے لکھیں۔ چنانچہ مقدس
آئرینوس کے الفاظ یہ ہیں:-

مسی نے عبرانیوں (یہودیوں) کے درمیان (انجیل کی منادی کرنے کے علاوہ) ان کی
اپنی زبان میں انجیل قلمبند کی۔ پطرس اور پولوس نے کسی انجیل کو لکھے بغیر غیر
(یہودیوں) انجیل کی منادی کی لیکن (اگرچہ وہ خود کسی انجیل کو لکھے بغیر وفات پا گئے

تا ہم، اُن کی وفات کے بعد (اُن کی منادی کا نفس مضمون محفوظ رہا) مرقس کی تحریر میں جو پطرس کا شاگرد اور مترجم تھا وہ بائیں موجود ہیں جن کی منادی پطرس کیا کرتا تھا۔ لوقا نے جو پولوس کا ساتھی تھا ایک کتاب میں وہ انجیل لکھی جس کی منادی یہ رسول کیا کرتا تھا۔ اور آخر میں یوحنا نے جو خداوند کا شاگرد تھا اپنی انجیل شائع کی جب وہ شہر افسس میں سکونت کرتا تھا۔

پس مقدس آئرنیوس اس اقتباس میں مخالفین کے اس اعتراض کا جواب دیتا ہے کہ مقدس پطرس نے تو کوئی انجیل نہیں لکھی پس ہم کس طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ انہوں نے کیا منادی کی تھی؟ وہ جواب دیتا ہے، کہ اگر مقدس مرقس اور مقدس لوقا نے ان رسولوں کی منادی کو اپنی انجیل میں اُن کی وفات سے قلمبند نہ کیا ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ اُن کی منادی کے نفس مضمون کا پتہ نہ چلتا لیکن اُن کی وفات کے بعد بھی وہ انجیلیں کلیسیا میں مروج ہیں جو ان رسولوں کی وفات سے پہلے اُن کی حیات حیات میں ہی لکھی گئی تھیں۔

پس مقدس کلینٹ اور مقدس آئرنیوس دونوں اس روایت کو تسلیم کرتے ہیں کہ مقدس مرقس کی انجیل مقدس پطرس کی وفات کے بعد لکھی گئی تھی۔ مقدس اوریجن کہتا ہے (اور مقدس جیروم اس بات میں اُس کا پیرو ہے) کہ مقدس پطرس نے اس انجیل کو مقدس مرقس سے لکھوایا تھا۔ لہذا وہ علماء ایقیناً غلطی پر ہیں جو اس بنا فاسد پر اپنی دلیل قائم کر کے کہتے ہیں کہ انجیل مرقس مسیح میں لکھی گئی تھی۔ اس کے برعکس جیسا ہم بتلا چکے ہیں یہ انجیل مقدس پطرس کی حیات حیات میں خداوند مسیح کی ظہریاب قیامت کے دس سال کے بعد لکھی گئی تھی۔

(د) ہم اس کتاب کے حصہ دوم کے باب اول میں یہ ثابت کر آئے ہیں

کہ مقدس پطرس کا مقدس مرقس کی انجیل سے کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ بلکہ
 مقدس مرقس نے پطرس رسول کے علاوہ ایسے دیگر ماخذوں سے بھی کام لیا
 تھا جو قدیم ترین تھے۔ پس ان مخالفوں کی اس دلیل میں کوئی خاص وزن
 نہیں ہے۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ انجیل مختلف معتبر ترین ماخذوں سے
 تالیف کی گئی تھی، اور کلیسیا کے ابتدائی دور میں خود معتبر شمار کی جاتی تھی۔ اس
 کا پس منظر، اس کی فضا، اس کے مضامین، اس کے معتقدات، اس کی اصطلاحات
 وغیرہ سب کے سب یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ قدیم ترین انجیل نسخہ ۳۰ میں
 احاطہ تحریر میں آئی یعنی خدائدند یسوع کی وفات کے صرف دس برس بعد
 لکھی گئی اور اس کا پایہ اعتبار اس کے لکھے جانے کے پہلے دن سے ہی مسلم
 گردانا گیا ہے۔

باب چہارم

تاریخ تصنیف انجیل متی

فصل اول

انجیل متی کا پس منظر

ہم اس رسالہ کے حصہ اول کے باب دوم میں بتلا چکے ہیں کہ کلیب کا آغاز اُن ایمان داروں سے ہوا جو اہل یسوع میں سے مسیح موعود پر ایمان لے آئے تھے۔ چند ماہ کے اندر اندران کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی اور وہ ارض مقدس کے مختلف کونوں میں پائے جاتے تھے وہ بڑے زور شور سے تبلیغ کا کام کرتے پھرے کہ یسوع ناصری مسیح موعود ابن اللہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارض مقدس کے اندر رہنے والے یہود اور اس کے باہر سلطنت روم کے مختلف شہروں اور قصبوں کے یہود اور یونانی مائل یہود اور خدا پرست نو مرید یہود ہزاروں کی تعداد میں چند سالوں کے اندر اندر منہجی عالمین کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ان ہزاروں نو مرید یہودیوں کے لئے استاد اور معلم مقرر کئے گئے تاکہ اُن کے ایمان کی استقامت ہو۔ اُن کے لئے خداوند مسیح کے کلمات طیبات کے مجموعہ کی نقلیں کی گئیں اور آپ کی مسیحائی ثابت کرنے کے لئے رسالہ اثبات لکھا گیا اور بیسیوں نے اس پر

کمر باندھی کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئی ہیں ان کو ترتیباً بیان کریں، یوں ارض مقدس کے مختلف چشم دید گواہوں نے چھوٹے چھوٹے پارے، کتابچے اور ورق لکھے تاکہ ان یہودی نو مرید مسیحیوں کے ایمان کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔

ہم حصہ دوم کے باب دوم میں مفصل بحث کر کے ثابت کر آئے ہیں کہ مقدس متی نے ان قدیم رسالوں، پاروں اور کتابچوں کو اپنے ماخذ بنا کر ایک جامع انجیل یہودی نو مرید مسیحیوں کے لئے لکھنی جس کے خاکہ اور پلان سے ظاہر ہے کہ مصنف اپنے ناظرین پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ”نیا عہد“، دہاڑی و عظم وغیرہ) موسوی شریعت کی مانند ہے اور جس طرح وہ شرع سینا پہاڑ پر دی گئی اسی طرح خداوند مسیح نے ”پہاڑ پر چڑھ“ کر اپنی نئی شریعت دی۔ اس کا مصنف حمد عتیق میں سے ایک سو سے زائد مقامات کا اقتباس کرتا ہے۔ یہ صاحب کمال مصنف یہودی ربیوں کی سی طرز تحریر اور ان کی سی طبیعت اور مزاج کی افتادگی رکھتا ہے، حتّٰی کہ یہ تصنیف یہودی رنگ میں رنگی ہے (متی ۲۳) اس انجیل میں یہودی طرز سے اس قدر مماثلت ہے کہ انجیل دوم اور سوم میں اس کا نصف حصہ بھی نہیں ملتا۔ قدیم یہودی محاورات کو ہر جگہ استعمال کیا گیا ہے جس سے صرف اہل یہودی ہی مانوس تھے۔ علاوہ ازیں جن جھٹوں میں اس مصنف نے انجیل دوم کو نقل نہیں کیا ان میں یہودی تارگم سے زبردست مشابہت پائی جاتی ہے۔ بالخصوص جب یہ مصنف مختلف بیانوں یا تمثیلاً کو تین یا سات یا دس کے عدد میں جمع کرتا ہے یا جب وہ ضرب الامثال کو بیان کرتا ہے یا جب وہ رسمی غیر متبدل لفظوں سے الفاظ کو مقررہ ترتیب کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ سر جان ہاکنس کے مطابق اس قسم

کی ترتیبیں پندرہ کے قریب ہیں۔ انجیل اول کے مصنف نے حضرت کلمتہ اللہ کے کلمات طہیات کو اس طرح لکھا ہے، کہ آپ کے کلمات میں ارامی صنائع من عن محفوظ ہیں۔ اس کا مفصل ذکر ہم انشاء اللہ آگے چل کر کریں گے۔ یہاں پر یہ بتلا دینا کافی ہے کہ عہد عتیق کے عبرانی اقتباسات صاف ثابت کرتے ہیں کہ ان کی ابتدا ارض مقدس کنعان میں ہوئی کیونکہ رومی سلطنت کے کسی دوسرے حصہ میں عہد عتیق کی کتب کا علم عبرانی میں موجود نہ تھا۔

انجیل متی کی تمام فضا یہودی فضا ہے۔ مسیح موعود کی جماعت یعنی کلیسیا کی شریعت موسوی شرع ہے جو دیگر یہودی طرح سبت کے احکام کی پابند ہے۔ (۲۴: ۲۰) اگرچہ وہ فقیہوں اور فریسیوں کی خود ساختہ تاویلوں اور تفسیری فتوؤں سے آزاد ہے اور بزرگوں کی روایات کی طرف سے بے میان ہے۔ یہ جماعت حرام حلال کی تمیز کو برقرار رکھتی ہے اور یہ خیال کرتی ہے کہ مسیح موعود موسوی شریعت کو کامل کرنے والے ہیں، جنہوں نے شرعی احکام کی تاویل کے ایسے نئے اصول وضع کئے ہیں جن سے ان احکام کی قدر و منزلت ود بالا ہو جاتی ہے۔ یہ فضا اعمال کے پندرھویں باب کی فضا ہے جو یرشلیم کی کلیسیا میں پہلی صدی کے پہلے نصف میں موجود تھی۔ ہم حصہ اول کے باب دوم کی فصل سوم میں بتلا چکے ہیں کہ اس انجیل میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ غیر یہودی اقوام بھی جوق درجوق شامل ہو کر موسوی شریعت سے آزاد ہو کر زندگی بسر کریں گی۔

۲۹ء میں یرشلیم کی کوئٹل منعقد یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ جب ۳۹ء میں یرشلیم کی کوئٹل منعقد ہوئی تو حضرت کلمتہ اللہ کے بھائی حضرت یعقوب کی سرکردگی میں روح القدس کی زبیدایت سولوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جو غیر اقوام سے خدا کی طرف رجوع

ہوتے ہیں ہم اُن کو (شرعی احکام کے ماتحت رہنے کی) تکلیف نہ دیں۔ (اعمال: ۱۵۱)
 ۱۹ و ۲۰۔ اس تواریخی حقیقت سے ظاہر ہے کہ یہ انجیل میرشلیم کی کونسل ۳۳۵ء
 سے کم از کم ایک دو سال پہلے شائع ہو چکی تھی۔

فصل دوم

انجیل متی کا سن تصنیف

انجیل متی میں حضرت کلمتہ اللہ کے ایسے اقوال لکھے ہیں جو آپ نے فرسیوں
 اور فقیہوں کی ظاہر داری، ریاکاری اور مذہبی نمائش کا پردہ چاک کرنے کے لئے
 فرمائے تھے (۵: ۲۰ و ۶: ۲ و ۵ و ۱۶ و ۱۲: ۲۴ تا ۲۵ و ۱۵: ۳ تا ۱۵ و ۱۵: ۳۱ و ۲۰ تا
 ۲۶ و ۲۳ باب وغیرہ) متی عالمین کو مصلوب کرنے کے بعد قایدین ہیود نے مسیحیوں
 کو ”بدعتی“ قرار دے دیا (اعمال: ۲: ۱۴) اور اُن کے رسولوں اور مبلغوں پر طرح طرح
 کا ظلم و ستم ڈھایا۔ پس اس انجیلی میں خداوند کے وہ اقوال بالخصوص جمع کئے
 گئے ہیں جن میں آپ نے تواریلوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ اہل ہیود اُن کو ستائیں گے اور
 ایذائیں پہنچائیں گے اور قدالہوں میں پیش کریں گے (۱۰: ۱۴) تا ۳۹ و ۱۵: ۱۱ و ۱۲ و
 ۲۳: ۲۱ وغیرہ)۔ بایں ہمہ انجیل کا مطالعہ یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کی تصنیف کے
 وقت اہل ہیود کو خداوند کے قدموں میں لانے کی کوشش برابر جاری تھی لیکن اس
 طریقہ کار کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ رڈسائے ہیود نے اُن کو ایذائیں پہنچائیں۔ اُن کو
 قتل اور سنگسار کیا۔ فساد اور بلوے برپا کئے اور اُن کو شہید کر کے کلیسیا کو پرکندہ
 کر دیا۔ مینا پنہ کتاب اعمال الرسل ان مسلسل ایذا رسائیں کی گواہ ہے۔ یہ صُوریت

حالات قیصر نیرو کے زمانہ تک رہی جو ۳۵۴ء میں تخت نشین ہوا تھا لیکن نیرو کی سلطنت کے دنوں میں حالات دگرگوں ہو گئے۔ رؤسائے یہودی کی بجائے قیصر روم نے مسیحی کلیسیا اور مسیحیوں کا نام و نشان مٹانے کا نتیجہ کر لیا۔

لیکن اس انجیل میں کسی یا قاعدہ ایذارسانی کا ذکر تو الگ نشان تک ہم کو نہیں ملتا جس سے ظاہر ہے کہ یہ انجیل نیرو کی ایذارسانی (۳۲ء) سے بہت پہلے تالیف کی گئی تھی۔ اس ایذارسانی میں مقدس پولوس اور مقدس پطرس رسول کو درجہ شہادت نصیب ہوا تھا۔ اس انجیل کو پڑھنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ تاحال ایسا زمانہ نہیں آیا تھا جب قیصر روم نے کلیسیا کو چلنے اور اس کو بیخ دہن سے اکھاڑنے کی کھان لی تھی۔ اس انجیل میں بار بار مسیح کی خاطر برادری سے خارج کئے جانے، ترک مواظبات ہونے، میل جول کے چھوڑنے جانے اور عام حقوق سے محروم ہو جانے کا ذکر آتا ہے لیکن قیصر روم کے احکام عقوبت و ایذارسانی کا نشان تک نہیں پایا جاتا جس سے ظاہر ہے کہ اس انجیل کے زمانہ تصنیف کا ماحول وہی ہے جس کا ذکر اعمال کی کتاب کے پہلے نو ابواب میں پایا جاتا ہے۔ پس یہ انجیل ۳۵۴ء کے لگ بھگ لکھی گئی تھی۔ اگر یہ انجیل ۳۵۴ء یا ۳۵۹ء میں لکھی جاتی جیسا بعض علمائے مغرب کا خیال ہے تو اس میں حضرت مکنتہ اللہ کے وہ اقوال موجود نہ ہوتے جن کا تعلق ایک ایسے زمانہ سے تھا جو نہ صرف گزر چکا تھا بلکہ مٹ چکا تھا۔ اور یہودی قوم خود پر آگندہ ہو کر دسے زمین کے مختلف ممالک میں منتشر ہو چکی تھی پس اس انجیل میں جو یہودی مختصرت کی فضا میں جو وہ پہلی صدی پہلے نصف کی فضا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ انجیل ۳۵۴ء سے پہلے لکھی گئی تھی۔

(۲)

اگر یہ انجیل پہلی صدی کے پہلے نصف کے بعد لکھی جاتی تو وہ ہرگز مقبول عام

ہو کر انجیلی مجسمہ میں جگہ نہ پاتی کیونکہ یرشلیم کی تباہی درختوں کے اجد اہل یہود پر آگندہ ہو گئے تھے اور غیر یہود لکھوں کی تعداد میں مسیحی کلیسیا میں شامل ہو چکے تھے۔ یہ غیر یہود مسیحی تمام موسوی شریعت کی قیود سے آزاد ہو چکے تھے۔ رسولوں کے اعمال کی کتاب امر مقدس پولس کے خطوط ثابت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے تمام غیر یہود مسیحی ان بندھنوں سے آزاد ہو گئے تھے۔ دریں حالات کلیسیا کو اس بات کی ضرورت ہی نہ رہی تھی کہ وہ ایسی کتاب لکھے یا لکھو اسے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہو کہ یسوع ناصری موسوی شریعت کی نہی تفسیر کرنے والا اہل یہود کا مسیح موعود ہے۔ غیر یہودی کلیسیا کو کسی ایسی کتاب سے دل بستگی نہ ہو سکتی تھی جس میں وہ خصوصیات ہوں جن کا ذکر ہم نے حصہ دوم کے باب دوم کی فصل دوم کے تحت کیا ہے۔

جب ہم ان خصوصیات پر نظر کرتے ہیں اور دیکھ دیکھتے ہیں کہ یہ انجیل کلیسیا کی پہلی دو صدیوں میں ایسی مقبول خاص و عام ہو گئی تھی کہ اس کو بالخصوص "انجیل" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا تو ہم اس کی مقبولیت عامہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اس مقبولیت کا سبب یہ تھا کہ یہ انجیل یرشلیم کی تباہی کے وقت سب سے پہلے ایسی قدیم اور قابل اعتبار اور جامع خیال کی جاتی تھی کہ اس کی قدامت کی وجہ سے کسی کے خواب و خیال میں نہ آتا کہ حالات کے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے اور کلیسیا میں غیر یہود عناصر کی اکثریت کی وجہ سے اس انجیل کی تلاوت کرنا یا اس کی نقلیں کرنا بے کردے پس یہ انجیل سب سے قریب لکھی گئی تھی۔ جب یہودیوں میں سے ہزار ہا آدمی ایمان لے آئے تھے۔

۱۲ اعمال ۱۱ اور کلیسیا کو اس بات کی ضرورت تھی کہ وہ یہ ثابت کرے کہ یسوع ناصری اہل یہود کا مسیح موعود ہے جس کی پیشین گوئی نبیوں نے بھی کی ہے، ۲۲: ۳ تا ۳۶ و ۲۶: ۳۲-۳۳ وغیرہ۔ تصنیف کے بیس سال کے اندر اس انجیل نے مسیحی کلیسیا کے دل میں ایسا گہر کر دیا کہ یرشلیم کی تباہی کے بعد کلیسیا میں غیر یہود نو مہجروں کی

زبردست اکثریت کے باوجود اس انجیل نے عہدِ جدید کے مجوس میں جگہ پالی۔

(۳)

انجیل متی میں ہی ان سیکوں کے نام پائے جاتے ہیں جو ارضِ مقدس میں یروشلیم کی تباہی سے پہلے رائج تھے۔ مثلاً نیم متقال اور متقال (۱۴: ۲۴-۲۵)۔ متقال کا سکہ تقریباً دو روپیہ کا تھا اور ہر ایک یہودی کو یہ سکہ سیکل کے اخراجات کے لئے سالانہ دینا پڑتا تھا۔ رومی سکہ دینا تھا جس پر قیصر روم کی تصویر ہوتی تھی۔ (مرقس ۱۲: ۱۵) پس اس کا سیکل میں لے کر جانا ممنوع تھا۔ صرف متقال کا سکہ ہی سیکل میں جاسکتا تھا۔ لیکن جب سیکل تباہ و برباد ہو گئی تو قدرتاں یہ سکہ مروج رہا اور نہ لفظ متقال مروج رہا اور نہ سنسٹہ کے بعد اس لفظ کو کوئی سمجھ ہی سکتا تھا۔ پس اس سکہ کے لفظ کا استعمال ثابت کرتا ہے کہ یہ انجیل یروشلیم کی تباہی سے برسوں پہلے لکھی جا چکی تھی۔

(۴)

ساتھ سال کا قریب ہوا پروفیسر برکس T.R. BIRK نے یہ ثابت کیا تھا کہ متی کی انجیل سکھ سے پہلے کی تصنیف ہے۔ اس کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ مقدس مرقس اور مقدس لوقا اور مقدس یوحنا جب کبھی پلاطوس کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیشہ اس کا نام لیتے ہیں اور کبھی اس کو محض "گورنر" نہیں کہتے لیکن مقدس متی اپنی انجیل میں سات دفعہ اس کا نام لئے بغیر اس کو صرف "گورنر" کا خطاب ہی دیتا ہے (۱۱: ۲۷ وغیرہ) گو وہ اس کا نام کبھی تباہاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کوئی مصنف سکھ کے بعد نیپٹوس پلاطوس کا صرف "گورنر" کے نہرہ سے ذکر نہیں کریگا کیونکہ اس کے بعد پلاطوس کے جانشین گورنر تھے۔ دلیل بطور ایک مستقل دلیل کے زوردار وزن نہیں رکھتی۔ لیکن جب دیگر دلائل سے ہم اس نتیجہ

پر پہنچتے ہیں کہ یہ انجیل مشہور کے قریب لکھی گئی تھی تو یہ دلیل اس بات کی معاون ہو
سکتی ہے کہ انجیل کی تصنیف کے وقت بلاطوس کی گورنری نزدیک کا واقعہ تھا
اور اس کی تصنیف میں اور بلاطوس کی گورنری میں قریباً چالیس سال کا وقفہ نہیں تھا۔

(۵)

پہم گذشتہ باب کی فصل چہارم میں ذکر کرائے ہیں کہ منقذ علماء انجیل مرقس کے
الفاظ اور اجارنے والی ماروہ چیز (۱۳) سے مراد قیصر کیلی کیو کا کابیت لیتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ یہاں اس قیصر کے حکم کی جانب اشارہ ہے جو اس کے قتل ہونے کی وجہ
سے پورا نہ کیا گیا۔

یہ امر قابل غور ہے کہ جب مقدس متی اس مقام پر (۲۴/۱۵) انجیل مرقس کی نقل
کرتا ہے تو وہ جملہ معترضہ پڑھنے والا سمجھے "کو جو قوسین میں ہے نقل کر دیتا ہے
لیکن وہ الفاظ جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا" ایزاد کر دیتا ہے جو مقدس
مرقس کی انجیل میں نہیں پائے جاتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقدس متی ان الفاظ سے
وہ مطلب نہیں لیتا جو مقدس مرقس لیتا ہے کیونکہ کیلی کیو کا قتل ہو چکا تھا اور
بلاطوس گئی ہوئی تھی۔ لیکن مقدس متی یہ خیال کرتا ہے کہ دانی ایل نبی کی پیشین گوئی
(۳۱: ۱۱) پوری ہونے کو ہے اور قوسین کے الفاظ سے وہ کسی دوسرے
واقعہ کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس لوقا ان الفاظ کو سرے سے
نقل ہی نہیں کرتا۔

یہ بات معنی خیز ہے کہ عہد جدید کے مختلف مسنف اپنے اپنے خیال کے
مطابق دانی ایل نبی کی پیشین گوئی کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ پہلی صدی کے پہلے نصف
میں حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے۔ چنانچہ مرقس اس کی ایک تاویل کرتے
ہیں اور مقدس متی اس کی دوسری تاویل کرتے ہیں۔ مقدس پولوس اس اجارنے والا

مکرو د چیز، کو گناہ کا شخص یعنی ہلاکت کا فرزند مخالف مسیح (۲ تھسلونکی ۲: ۲-۴) خیال کرتے ہیں۔ مقدس پولوس کے الفاظ ۱۵۵ میں لکھے گئے تھے پس مقدس متی کے الفاظ بھی اسی زمانہ کے قریب کے ہیں۔

مقدس متی کے قسین کے الفاظ مد پڑھنے والا سمجھے لے، ثابت کرتے ہیں کہ جس واقعہ کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں اس کو وہ ظاہر طور پر بیان نہیں کر سکتے پس ان الفاظ کو نقل کر کے وہ اخفا کا پردہ اُس واقعہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اگر یہ انجیل ۱۵۵ یا ۱۵۶ میں لکھی جاتی تو اس اخفا کی ضرورت کیا تھی؟ کیونکہ ۱۵۵ کے بعد حالات کلیتہً تبدیل ہو چکے تھے بلکہ اس سال سے پہلے ہی وہ ایسے بدل چکے تھے کہ ۱۵۵ میں جب مقدس کو قاتل اپنی انجیل لکھی تو اس مقام میں ان الفاظ کو نقل کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہے کہ یہ انجیل ۱۵۵ کے قریب لکھی گئی تھی۔

(۶)

انجیل متی میں خداوند مسیح کی آمد ثانی پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ آخری عدالت کا موضوع نہایت سنجیدگی سے پیش کیا گیا ہے (۲۵ باب) اور مختلف تمثیلوں کے ذریعہ اس سوال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس انجیل کے مطابق آخوند کی آمد ثانی بالکل نزدیک ہے (۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ وغیرہ) آپ کی آمد دُنیا کے آخر ہونے کا نشان ہوگی (۱۵۵) اور یہ دونوں واقعات یسوع مسیح کی تباہی کے فوراً بعد ظہور پذیر ہوں گے۔ (۱۵۵: ۳۰-۳۲) اور یہ سب باتیں مروجہ نسل کی آنکھیں کھینگی۔ (۱۵۵: ۳۲) سردار کاہن اور فائدین یہود ابن آدم کو قادر مطلق کے دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے، دیکھیں گے (۱۵۶)۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس انجیل کے مصنف کا یہ ایمان تھا کہ اس کے خداوند کی آمد بالکل نزدیک ہے۔ ورنہ وہ اُس کے اقوال درج نہ کرتا اور آمد ثانی کے قریبی طور کے لئے مرقس ۹ کے

الفاظ کو نہ بدلتا (متی ۱۶)۔ پس یہ انجیل زمانہ انتظار کے دوران میں لکھی گئی (۱۶) جب ابھی خداوند مسیح کے ہم تصوروں کی نسل موجود تھی (۲۴) اور مسیحی مبلغین "اسرائیل کے سب شہروں میں" نہ پھر چکے تھے (۲۴) اور حضرت کلمتہ اللہ کے سامعین میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے ابھی موت کا مزہ نہیں چکھا تھا (۱۶)۔ پس اس انجیل کے لکھنے کے وقت حضرت متی اور دیگر رسولوں کی شوق کی نگاہیں آنخداوند کی آمد ثانی کا انتظار کر رہی تھیں مسیحی کلیسیا میں اس زمانہ کا نقشہ مقدس پولوس کے ان خطوط میں مفصل طور پر موجود ہے جو آپ نے کلسینی کی کلیسیا کو ۵۰ء کے قریب لکھے تھے۔ ان خطوط اور انجیل متی کے اس مقام کی فضا ایک ہی ہے پس یہ انجیل بھی ۵۰ء کے لگ بھگ احاطہ تحریر میں آئی تھی۔ علامہ ازیز پولوس رسول کے کلسیوں کے خط سے ظاہر ہے کہ جب یہ خط لکھا گیا تھا مقدس متی کی انجیل کلیسیا میں مروج تھی۔ چنانچہ کلسی ۳ میں اس انجیل کے مقام (۱: ۲۳-۲۵) کی طرف اشارہ ہے۔ یہ خط مقدس پولوس کی قید کے زمانہ کا ہے۔ پس یہ انجیل ۵۰ء میں نہیں لکھی گئی۔

(۷)

ہم مقدس لوقا اور مقدس مرقس کی انجیل کی تاریخوں کے تعین کی بحث میں ثابت کرائے ہیں کہ ان انجیلوں میں یہوشلیم کی تباہی اور ہیکل کی بربادی کے واقعہ کا تذکرہ ہے اور نہ اس کی طرف ان میں اشارہ تک پایا جاتا ہے۔ جب ہم مقدس متی کی انجیل کا غائر مطالعہ کرتے ہیں تو اس انجیل میں بھی اس واقعہ کا نشان تک نہیں پاتے۔

اگر یہ انجیل ۵۰ء یا ۵۹ء میں لکھی جاتی تو یہ ناممکن امر ہے کہ مقدس متی ہیکل کی تباہی کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کا ذکر نہ کرتا (۲۴)۔ جیسا ہم بتلا چکے

ہیں یہ انجیل نویس نبوتوں کے پورا ہونے پر نہایت زور دیتا ہے پس اگر یروشلیم برباد
اور مہیکل نذر آتش ہو چکی ہوتی تو وہ اس نبوت کے پورا ہونے کا ضرور ذکر کرتا کیونکہ
اسی باب میں وہ خداوند کے صادق القول ہونے کا ایک کلمہ درج کرتا ہے جس
میں خداوند نے فرمایا ہے کہ ”دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا
ہے۔“ (آیت ۲۵)۔

متی ۲۴: ۲۲-۲۵ سے ظاہر ہے کہ رسول اور مسیحی کلیسیا سب کے
سب یہودی گردنوں پر خداوند کے مصلوب کردانے کی ذمہ داری ڈالتے تھے۔
(استثنا ۶: ۲۱ و زبور ۶: ۲۶ و ۳۹: ۱۳) اگر اس انجیل کی تصنیف کے وقت
مہیکل برباد ہو گئی ہوتی تو اس کتاب میں یہودی قوم کی ذمہ داری کے نتیجہ اور الہی
مداخلہ اور سزا اور عذاب کا ضرور ذکر کیا جاتا۔ ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ اس
انجیل میں آنخزاند کی آمد ثانی کو یروشلیم کی تباہی سے وابستہ کیا گیا ہے۔ (۱۴)
۳۴ و ۳۵ اور ۱۶۔ اگر یہ انجیل یروشلیم کی تباہی سے پہلے نہ لکھی گئی ہوتی تو اس
واقعہ کے بعد اس انجیل کا پایہ اعتبار وہ نہ رہتا جو پہلی صدی کے اواخر میں
اس کو حاصل تھا۔

حق تو یہ ہے کہ جس طرح ہم اس باب کی پہلی فصل میں بتا چکے ہیں اس
انجیل کی تاریخ تصنیف کا تعلق یروشلیم کی کوشل (�۷۰ء) کے ساتھ ہے۔
یروشلیم کی بربادی واقعہ اس انجیل کی تصنیف کے ربع صدی بعد کا ہے پس
یہ انجیل اس زمانہ میں لکھی گئی جب کہ اہل یہود بحیثیت ایک قوم کے ارض
مقدس میں رہتے تھے۔ اور ان کا تمدن، تہذیب، ثقافت و علم ادب،
روایات وغیرہ سب برقرار تھے اور ان کی تباہی اور پراگندگی کا کسی کو سان
گمان بھی نہ تھا بالفاظ دیگر یہ انجیل شہ کے لگ بھگ احاطہ تحریر میں

آجکی تھی۔

ایک اور امر قابل ذکر ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ اس انجیل کا تعلق کلیسیا کی زندگی کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے۔ پہاڑی و غلطیوں میں ان تمام حالات کا عکس پایا جاتا ہے جو آنحضرتؐ کے زمانہ کے حالات تھے اور جو آپ کے گرد و پیش کا ماحول تھا۔ اس وقت ابھی تک فقہانہ اپنے حریف فریسی پارٹی کے ممبر نہیں تھے اور دونوں پارٹیوں کی تنظیم الگ الگ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس انجیل میں بار بار فقہانہ اور فریسی یعنی دونوں پارٹیوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ خداوند کے بعد کے زمانہ میں دو پارٹیوں کا وجود ختم ہو گیا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ انجیل متی کا پایہ اعتبار اس قدر بلند ہے کہ جارج مورجیس نامور محقق کہتا ہے کہ اناجیل اربعہ میں متی کی انجیل ایسی ہے جو پہلی صدی کی یہودیت کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لئے نہایت مختصر ماخذ ہے۔

اہل یہودی تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ شہ کے بعد سالہا سال تک یرشلیم کی تباہی اور قوم یہودی پر آگندگی کی وجہ سے فقیہوں اور فریسیوں کے طبقہ میں اور یہودی زورید مسیحیوں میں بحث کا امکان ہی ختم ہو گیا تھا جس قسم کی بحث کا انجیل متی میں ذکر ہے وہ دوبارہ دوسری صدی میں تب شروع ہوئی تھی جب اہل یہود اپنی قومی زندگی کے صدمہ سے سنبھل سکے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں تو یہ انجیل جیسا بجا کلیسیاؤں کے ہاتھوں میں تھی اور مقبول عام ہو چکی تھی۔ انجیل کا مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ وہ بحث کی گرامر می اور جذبات کی رانگہ تختگی سے معمور ہے۔ پس اگر میکیل کی تباہی زمانہ ماضی کی بات ہوتی اور اس انجیل کی تصنیف سے پہلے وقوع میں آگئی ہوتی تو انجیل کا مصنف اس زبردست حربہ کا ضرور استعمال کرتا اور ثابت کرتا کہ قوم یہودی تباہی کی اصل وجہ یہ ہے کہ قوم نے اپنے مسیح

موجودہ کو رد کر دیا تھا اور قوم کو اس کی پاداش میں یہ سزا ملی۔

اس سلسلہ میں اس انجیل کے ۲۷ باب کی ۸ آیت کے الفاظ ”آج کے دن تک“ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ کیونکہ ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب یہ انجیل لکھی گئی تھی تب قوم یہود ابھی پرانہ نہ نہیں ہوئی تھی اور نہ یہودیوں کا شمار ویران ہوا تھا۔ یہی بات ۱۵:۲۸ سے مترشح ہوتی ہے۔

پس انجیل کی اندرونی شہادت یہ ثابت کر دیتی ہے کہ انجیل کی فضا آئندہ کی وفات کے چند سال بعد کی ہے، جب مقدس پطرس کلیسیا کے عملاً سربراہ اور قائم تھے اور جب فقہ اور فریسی کلیسیا کے جانی دشمن تھے لیکن یہودی نوہرید مہسوی شریعت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کا یہ ایمان تھا کہ مسیح موجود ہے شریعت کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کو مکمل کیا ہے۔ یہ فضا دوسرے

اولین کی فضا ہے اور اس انجیل کی قدامت اور پایہ اعتبار کی گواہ ہے۔ پس اس انجیل کی یہ تعلیم کہ خدا کی بادشاہی کا قیام غنقریب ہونے والا ہے، ثابت کرتی ہے کہ یہ یہودیم کی تباہی سے بہت پہلے احاطہ تحریر میں آ چکی تھی۔ اس کی تعلیم کہ شریعت منسوخ نہیں ہوئی اور شریعت کے احکام کا جواز ثابت کرتا ہے کہ یہ انجیل یہودیم کی کونسل سے کچھ عرصہ پہلے یا بعد مدت بعد لکھی گئی تھی۔ اس کا مصنف احتمال ۱:۱۵ کے خیالات کا انسان ہے (۱۴:۵ - ۲۰:۱۵ و ۲۷:۴۶)۔ پس یہ انجیل شہ کے گارڈیگ

کی تصنیف ہے۔

فصل سوم

انجیل متی اور انجیل مرقس کا باہمی تعلق اور ان کی قدامت

ہم حقیقتہً اول کے باب دوم کی فصل سوم میں ثابت کر آئے ہیں کہ مقدس متی نے انجیل مرقس کے نہ صرف ترتیب واقعات اور بیانات بلکہ الفاظ تک کو نقل کیا ہے اور اس خوبی سے اپنا لیا ہے کہ اُس کی انجیل ایک نئی اور تازہ تصنیف ہو گئی ہے۔ اُس نے مرقس کے بیانات کو اس طرح از سر نو ترتیب دیا ہے، اور اس ترتیب میں حضرت کلمۃ اللہ کے دیگر کلمات طبیعیات، سوانح صحیبات اور معجزات وغیرہ کو اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ انجیلی بیان آراستہ اور پیراستہ ہو گیا ہے۔ مرقس کی انجیل میں ۲۶ آیات ہیں۔ مقدس متی نے ان میں سے چھ سو سے زائد آیات کا استعمال کیا ہے لیکن دونوں مصنفوں کی طرز تحریر ایسی ہے کہ گو مقدس متی نے ان چھ سو آیات کو استعمال کیا ہے پُر اُس کی انجیل کی ۱۰۶ آیات میں مرقس کی یہ تمام آیات نصف حقیقتہً سے ذرا کم ہیں۔ تاہم انجیل اتلی میں مقدس مرقس کی انجیل کے کیا دین فی صدی الفاظ موجود ہیں۔ ان امور سے ثابت ہے کہ مقدس متی کی انجیل مقدس مرقس کی انجیل کے بعد لکھی گئی تھی۔ ہم نے گذشتہ باب میں ثابت کر دیا ہے کہ مقدس مرقس کی انجیل ۳۰ء میں احاطہ تحریر میں آگئی تھی۔ چونکہ انجیل کے لکھے جانے اور اس کے مختلف شہروں کی کلیسیاؤں میں رواج پا کر مقبول ہونے میں وقفہ درکار ہے اور اگر ہم اس عرصہ کے لئے دس سال کی طویل مدت قرار دے دیں تو ہم اسی نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں جس پر ہم اندرونی شہادت اور دیگر وجوہ کے باعث پہنچے ہیں کہ

یہ انجیل شہدہ کے لگ بھگ لکھی گئی تھی۔

جو اصحاب انجیل اول کے لئے شہدہ کے واقعہ ہائیکہ کے بعد کا زمانہ تجویز کرتے ہیں وہ نہ تو اس کے زمانہ تصنیف پر متفق ہیں اور نہ اس کی جگہ تصنیف پر اتفاق کرتے ہیں۔ وہ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ انجیل اول مرقس کے بعد لکھی گئی تھی لیکن اس کے آگے وہ کسی بات پر اتفاق نہیں کرتے بعض کہتے ہیں کہ شاید وہ لوقا کے بعد لکھی گئی تھی۔ بلکہ ممکن ہے کہ انجیل یوحنا کے بعد لکھی گئی ہو۔ وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کب لکھی گئی اور نہ دتوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کہاں لکھی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ روم میں لکھی گئی تھی بعض ایشیائے کوچک کا نام لیتے ہیں بعض شام اور یروشلم بتلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ کسی ایسے مرکز میں لکھی گئی تھی جہاں اہل یہود ہجرت کر کے چلے گئے ہوتے تھے۔ لیکن یہ سب قیاسات ہی ہیں، چنانچہ ڈاکٹر مانتی فیوری لکھتا ہے:۔۔۔
”بعض کا خیال ہے کہ مقدس متی انجیل لوقا سے واقف تھا بعض کہتے ہیں کہ لوقا انجیل اول سے واقف تھا لیکن اغلب یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی انجیلوں سے ناواقف تھے۔“

لیکن حقیقت وہی ہے جو ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ یہ انجیل شہدہ کے لگ بھگ لکھی گئی تھی اور یہودی مسیحی کلیسیاؤں میں جو اصل مقدس میں ہر چہ اطرین تھیں مقبول نام ہو گئی کیونکہ اس کے واقعات کا تعلق ان سوالات اور مسائل کے ساتھ تھا جو کنعان کی کلیسیا کے سامنے تھے۔

فصل چہارم

مخالف علماء کے دلائل کی تنقید

منتقد علماء کا یہ خیال ہے کہ انجیل متی پہلی صدی کے پہلے نصف کے لگ بھگ نہیں لکھی گئی تھی بلکہ اس کی تصنیف کے لئے پہلی صدی کا آخر تجویز کرتے ہیں اور اس کے لئے مختلف دلائل پیش کرتے ہیں۔ ہم اس فصل میں ان دلائل کا موازنہ اور تنقید کر کے ان کی خامیاں ناظرین پر ظاہر کریں گے۔

(۱)

ان سرکردہ علماء میں پروفیسر پیک کا نام ان کے علم و فضل کی وجہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ موصوف کہتے ہیں کہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ اس میں نجات کا تصور یہ ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے پس یہ انجیل ہمہ گیر ہے اور اس کی ہمہ گیری ثابت کرتی ہے کہ یہ انجیل پہلی صدی کے آخر میں لکھی گئی تھی۔ علماء کا یہ گروہ اس انجیل کی جامعیت کو ثابت کرنے کے لئے چند مقامات پیش کرتا ہے۔ ہم ان مقامات کی یکے بعد دیگرے جانچ پڑتال کرتے ہیں:-

اول۔ یہ علماء کہتے ہیں کہ اس انجیل میں خداوند کے حسب ذیل کلمات درج ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ خداوند کی نجات کی خوشخبری یسوع اور غیر یسوع دونوں کے لئے ہے:-

(۱) ”میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پُورب اور پچھم سے آکر ابراہام اچھے
اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہوں
مگر بادشاہی کے بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے“ (۱۲: ۱۱-۱۲)۔
(۲) ”خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے کھل
لائے دے دی جائیگی“ (۲۱: ۲۳)۔

(۳) ”بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں
کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہوگا“ (۲۴: ۱۴)۔

(۴) ”سب قوموں کو شاگرد بناؤ“ (۲۸: ۱۹)
ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ یہ انجیل یہودی خیالات، تصورات اور جذبات
سے بھری پڑی ہے اور اس کا دائرہ نظر یہودیت سے باہر نہیں جاتا اس انجیل
میں غیر یہودی نسبت جو روئے اختیار کیا گیا ہے وہ ۱۰: ۵۰ کے احکام اور ۱۵:
۲۴-۲۶ سے ظاہر ہے۔ پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا مقامات کا
کیا مطلب ہے؟

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی یگا اور اسخ الاعتقاد فریسی غیر یہود کو
یہودیت کے حقوق سے باز نہیں رکھتا تھا کیونکہ عتیق کی کتب میں بار بار ایسے
متعدد مقامات آئے ہیں جن کے مطابق غیر یہود اقوام یہودیت کے تمام حقوق
سے بہرہ ور ہوں گی۔ علیٰ ہذا القیاس بہر یہودی مسیحی خواہ وہ مقدس پولوس کے
طریق عمل کا کیسا ہی مخالف کیوں نہ ہو مسیح موعود کے احکام اور فرمان کو بلا چون
چرا تسلیم کرتا تھا۔ پس مذکورہ بالا آیات کے الفاظ کو یہ یہودی مسیحی تسلیم کرتے
تھے۔ ان کے نزدیک غیر یہود سے مراد ”خدا پرست قومید“ (اعمال ۱۳: ۱۶) تھے
جن کو مرید بنانے کے لئے فقیہ اور فریسی تری اور خشکی کا درد“ کرتے تھے۔

(۲۳)۔ اور جو ابراہام اور اسحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی میں ضیافت میں شریک ہوں گے، (۲۱) بالفاظِ دیگر وہ یہودیت کے تمام حقوق میں برابر کے شریک ہوں گے۔ پس یہودی جو کلیسیا میں شامل ہو کر مسیحی جہان پر ایمان لے آئے تھے، وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ غیر یہود کلیسیا میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ شریعت کو مانیں (اعمال ۱۵: ۱-۵ وغیرہ) مسیح موعود کے حقیقی پیرو جو حقیقی اسرائیل ہیں باقی یہودیوں سے اور بالخصوص فقیہوں اور فریسیوں سے جدا ہیں اور ان کے امتیازی نشان یہ ہیں کہ (۱) وہ یسوع ناصری پر جو مسیح موعود ہے ایمان رکھتے ہیں (۲) ان کو موسوی شریعت کا علم اور اصل مفہوم حاصل ہے پس وہ اس شریعت سے بہتر واقفیت رکھتے ہیں۔ (۳) وہ خدا کی بادشاہی پر جو عنقریب قائم ہونے والی ہے یقین رکھتے ہیں پس یہ ایمان دار اصلی اور حقیقی اسرائیل ہیں خواہ فریسی اُن کو بدعتی (اعمال ۲۴: ۵) قرار دیں اور دیگر یہود اُن کو خارج کر دیں۔ لیکن دراصل اُن کے خارج کرنے والے "بادشاہت کے بیٹے ہیں جو باہر اندھیرے میں ڈالے جائینگے" (۲۵) مسیح موعود پر ایمان رکھنے والے ہی حقیقت "بادشاہی کے بیٹے ہیں" (۱۳) پس ۳۱: ۴ آیت میں "قوم" سے انجیل نویس کی مراد غیر یہود اقوام سے نہیں بلکہ حقیقی اسرائیل سے ہے ورنہ یہاں فعل صیغہ مواحدا میں وارد نہ ہوتا۔ یہاں یہودی نسل اور غیر یہودی نسلوں کا سوال نہیں بلکہ روحانی حقوق کا سوال ہے۔ انجیل نویس کے خیال میں لفظ "قوم" سے مراد مسیح موعود کے وہ تمام پیرو ہیں جو شریعت کو مانتے ہیں اور خدا کی بادشاہی کے منتظر ہیں۔

ان آیات کا اصلی مفہوم جاننے کے لئے ہمیں یہ سوال کو چھینا چاہئے کہ انجیل نویس کی ان سے کیا مراد تھی نہ کہ اس بیسیویں صدی میں ہم ان سے کیا

مطلب لیتے ہیں اور ان کی کس طرح تاویل کرتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ مقدس
متی کا $\frac{22}{14}$ اور $\frac{28}{14}$ سے کیا مطلب تھا؟ ہر قس ۱۳: ۹-۱۰ سے رجوع $\frac{22}{14}$ میں
نقل کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ ”گوامی“ کو اسی لکشت میں ختم ہونا تھا اور $\frac{14}{14}$ و
 $\frac{22}{14}$ ۔ اس سے ظاہر ہے کہ انجیل نویس کا مطلب یہاں پر اگندہ یہودی قبائل
سے ہے اور خوشخبری کی منادی، یہ لکھی کہ مسیح موعود آسمان کے بادلوں پر آکر
بادشاہی قائم کرے گا جس میں اُس کے تمام پیرو داخل ہوں گے جو بادشاہی
کے بلٹے ہوں گے۔

لفظ ”دنیا“ سے مراد یہاں روئے زمین نہیں ہے۔ بلکہ یوحنا $\frac{1}{4}$ ۔ $\frac{18}{4}$
- $\frac{21}{25}$ ۔ اعمال $\frac{14}{6}$ ۔ $\frac{19}{34}$ ۔ $\frac{22}{5}$ ۔ $\frac{11}{38}$ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ یہ یہودی محاورہ
تھا جس سے مراد دنیا کے تمام ممالک نہ تھے بلکہ ارض مقدس کا ملک ہی
تھا، کیونکہ یہی ان کا موضوع خیال تھا۔ اسی طرح الفاظ ”سب قوموں“
($\frac{28}{19}$) کی ہمیں موجودہ جغرافیائی خیالات کے مطابق تاویل نہیں کرنی چاہئے
بلکہ انجیل نویس کے موضوع خیال کو مد نظر رکھنا واجب ہے۔ ہمیں یہ بھی
یاد رکھنا چاہئے کہ فریسی اپنا فرض سمجھتے تھے کہ تمام لوگوں کو شاگرد بنائیں
اور یہودی مسیحی بھی اس کو اپنا فرض گردانتے تھے لیکن اس پر بھی وہ مقدس
پولوس اور ان کے ہم خیالوں کے مخالف تھے۔ اعمال $\frac{21}{20}$ ۔ $\frac{22}{22}$ و گلتی
 $\frac{2}{2}$ وغیرہ)۔ یہی وجہ ہے کہ گو اس انجیل میں یہ حکم موجود ہے کہ ”تم جا کر
سب قوموں کو شاگرد بناؤ“ ($\frac{28}{19}$) تاہم تمام انجیل میں ببت پرست اقوام
اور غیر یہود کلیسیاؤں کی ضروریات اور خصوصی دشواریوں اور مسائل
کا ذکر چھوڑ کر ان کی طرف اشارہ تک محدود نہیں۔

دوم۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ اس انجیل میں بالعموم اور $\frac{23}{23}$ باب

میں بالخصوص فقہوں اور فریسیوں پر آنخداوند کے حملے مدح ہیں جن سے ظاہر ہے کہ یہ انجیل نویس یہودیت کا دشمن تھا پس یہ انجیل ہیکل کی تباہی کے بعد لکھی گئی تھی لیکن اناجیل اربعہ سے واضح ہے کہ خداوند کی حیات میں اور اہل یہود کے مختلف طبقوں میں جھگڑا اور آویزش ہوئی رہی حتیٰ کہ وہ آپ کے جانی دشمن ہو گئے اور انہوں نے آپ کو مصلوب کر دیا کے ہی دم لیا۔ اعمال کی کتاب کا مطالعہ بھی یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ کٹر یہودی خداوند کی کلیسیا کے سخت مخالف رہے اور انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس طریق "کو جس کو وہ بدعت" کہتے تھے (اعمال ۲۴) مٹا دیں اور اس کے پیروؤں کو ایذا میں مبتلا کر دیں اور قتل کر دیں اندریں حالات جب ہم انجیل مرقس اور انجیل متی کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب انجیل مرقس لکھی گئی اہل یہود کی آتش عداوت برابر جاری تھی لیکن اس کے چند برس بعد یہ آگ بھڑکتی چلی گئی اور ارض مقدس میں پھیلنے لگی۔ ان حالات میں انجیل اول لکھی گئی۔ اس وقت یہودی فریسیوں اور فقہوں اور یہودی نو مریدوں میں مخالفت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اس کا مصنف اس یہودی مسیحی جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو یسوع ناصری کو مسیح موعود مانتی ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ وہ اپنی مسیحائی بادشاہی کو قائم کرنے کے لئے آنے والا ہے پس مومنین کا فرض ہے کہ یہ اس مسیح موعود کی منادی کریں تاکہ ایمان داروں کی جماعت روز افزوں تر ہوتی جاتی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ مسیح موعود کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ ان کے مخالف فقہ اور فریسی جو آنخداوند کی پیدائش اور زندگی پر حرف گیری کر کے کہتے ہیں کہ یسوع ناصری موسوی شریعت کا منکر تھا اور کفر بکثرت تھا، وہ ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ انجیل کا نفس مضمون ثابت کرتا ہے کہ ۲۳ باب کے حملے جوابی حملے ہیں اور یہ امر ثابت

کہتا ہے کہ اس انجیل میں وہی قصہ ہے جو رسولوں کے اعمال کی کتاب میں پائی جاتی ہے اور یہ بات اس انجیل کی قدامت کی دلیل ہے۔ اس کا مصنف اور اس کے پڑھنے والے ابھی کئی طور پر شریعت سے آزاد نہیں ہوئے۔ ان کا نقطہ نظر حضرت کلمۃ اللہ کے اولین شاگردوں ہی کا ہے جو آپ کو مسیح موعود مان کر آپ کو موسوی شرع کی تکمیل کرنے والا، نہ کہ منسوخ کرنے والا تصور کرتے تھے تاکہ آپ کی تعلیم سے مستغنیض ہو کر اہل یہود و موسوی شریعت کے صحیح مفہوم کو لوگوں پر ظاہر کر کے اس کو ایک قدر و منزلت والی کتاب مانیں پس یہ انجیل اس نقطہ نگاہ سے یروشلم کے پہلے ایام کی آئینہ دار ہے لہذا پہلی صدی کے پہلے نصف کی ہے۔

(۴)

(۳) ڈاکٹر مافٹ کہتا ہے کہ اس انجیل کو پڑھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ انجیل اس زمانہ میں لکھی گئی تھی جب کلیسیا کی تنظیم بہت بڑھ چکی تھی اور اس کے عقائد اور امور ایمانیہ نشو و نما پا چکے تھے۔ جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ انجیل پہلی صدی کے اواخر میں لکھی گئی تھی۔

لیکن جب ہم اس انجیل کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ گمان، صرف ایک ظن ہے اور بس۔ انجیل میں کسی جگہ بھی کلیسیا کے رہنماؤں اور رہبروں کے لئے کوئی ایسے لفظ استعمال نہیں ہوئے جو انجیلی مجموعہ کی مابعدی کتابوں میں پائے جاتے ہیں (انجیل میں ۱۴، ۲، ۱۰ وغیرہ)۔ کلیسیا کے ارکان اور رہبروں کو مذہبیوں، داناؤں اور فقیہوں، کے ناموں سے ہی پکارا گیا ہے (۲۳، ۱۳ وغیرہ)۔ کیا یہ اُلٹا ثابت نہیں کرتا کہ یہ انجیل دورِ اولین اور ابتدائی ایام کی تصنیف ہے۔ اس انجیل میں مقدس پطرس شاگردوں کا نمائندہ اور نیابت

کرنے والا ہے۔ (۱۶ وغیرہ) احد یہ استعمال کی کتاب کے ابتدائی ابواب کی فضا ہے۔
 ۲۔ ۳ (غیرہ) پس کلیسیا کی تنظیم کا تصور جو اس انجیل میں پایا جاتا ہے وہ ابتدائی
 قسم کا ہے جس کا تعلق ابتدائی منازل کے ساتھ ہے۔

اس انجیل میں لفظ "کلیسیا" دو دفعہ (۱۶: ۱۸ و ۱۴: ۱۶) وارد ہوا ہے۔
 جس سے بعض علماء کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ اس لفظ سے مراد "کلیسیا" جامعہ
 ہے اور اس کا مفہوم وہی ہے جو بعد کے زمانہ میں اس لفظ سے لیا جاتا تھا۔ پس
 وہ خیال کرتے ہیں کہ اس لفظ "کلیسیا" مسیحی جماعت کی وہ منزل مراد ہے جب
 اس نے دوسری صدی میں ترقی کر کے باقاعدہ طور پر منظم صورت اختیار کر لی تھی۔
 لیکن تازہ دریافت اس قیاس کو غلط قرار دیتی ہے کیونکہ قدیم کتبوں میں ایک
 کتبہ ملا ہے جس کی تاریخ ۱۳۰ء ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ لفظ ہر قسم کی
 جماعت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا خواہ وہ منظم ہو یا غیر منظم۔ پس لفظ
 "کلیسیا" مسیحی جماعت کی اولین منزل میں استعمال ہو سکتا تھا۔ مقدس متی
 کی انجیل سے ظاہر ہے کہ کلیسیا کی جامعیت کا تصور ابھی جماعت کے ذہن میں
 نہ تھا۔ شاگردوں کی جماعت کی تنظیم نہایت سادہ تھی۔ و دازدہ رسول اس جماعت
 کے سرور، تھے جس طرح اہل یہود کے سرور، تھے (اعمال ۳۔ لوقا ۲۳: ۱۴)
 ۱۳ و ۱۴۔ لوقا ۲۶: ۴ و ۲۷: ۴ وغیرہ)۔ جو آنے والی بادشاہی میں اسرائیل
 کے بارہ تختوں پر بیٹھیں گے (متی ۱۹) باقی لیڈروں کے لئے عمرہ عتیق کی
 اصطلاحات "نبی"۔ "دانا" یا "فقیر" استعمال کی جاتی تھیں (۲۳ و ۱۳۔
 ۱۰: ۴۱)۔ متی ۱۹ میں لفظ کلیسیا سے مقامی جماعت مراد ہے اور ۱۹: ۵۲ میں
 مسیح موعود کے تمام شاگردوں کی جماعت مراد ہے جس میں تمام شاگردا پس
 میں بھائی بھائی ہیں جن کا ایک باپ خدا ہے اور ایک آقا اور استاد مسیح

ہے (۸:۲۳-۱۰)۔ پس وہ ایک کلیسیا ہیں جن کو وقت ضرورت حماقت اور اجازت کا اختیار ہے (۱۴:۱۸-۱۸)۔ اس منزل کے آگے اس انجیل میں کلیسیا کا تصور نہیں جاتا۔

پس مٹی کی انجیل میں کوئی ایسا مقام نہیں ملتا جو ہم کو ابتدائی کلیسیا کی اُس منزل سے آگے لے جائے جس کا ذکر اعمال کے پہلے پندرہ باب میں پایا جاتا ہے۔ اس وقت تک کلیسیا کا نقطہ نظر وہی تھا جو انبیائے یہود کا تھا کہ یہودیت اقوامِ عالم کو اپنی جانب کھینچے گی۔ اُن کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ ایک دن ایسا آئیگا جب یہ بدعت "امد طریق" ایک نیا مذہب بن کر یہودیت کی جگہ غصب کر لیا۔ ابھی تک یہودی مسیحی کلیسیا نے آنحضرت کے اقوال مبارک کی تہ کو نہ پایا تھا اور اس منزل مقصود کا نظارہ نہ دیکھا تھا جو آنحضرت کا اصلی منشاء تھا کہ اسرائیل اور غیر یہود، کل اقوامِ عالم آپ کی نجات سے بہرہ مند ہونگی۔ پس اس انجیل کے مطابق کلیسیا کے شرکا صرف یہود ہونگے یا وہ خدا پرست نو مرید۔ کیا یہ حالات پہلی صدی کے اواخر کے ہیں جب قوم یہود تباہ اور پرانہ ہو چکی تھی اور بت پرست مشرک غیر یہود لاکھوں کی تعداد میں منجی جہان پر ایمان لا چکے تھے اور موسوی شریعت کی قیود سے آزاد ہو چکے تھے۔ اس انجیل کی اندرونی شہادت تو صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ انجیل ان حالات میں لکھی گئی تھی جو یروشلیم کی کانفرنس (اعمال ۱۵ باب) اور مقدس پولوس کے یروشلیم میں آنے کے درمیانی عرصہ کے ہیں (اعمال ۲۱ باب) یعنی ۳۶ء اور ۴۰ء کے درمیانی حالات کی فضا میں یہ انجیل تصنیف کی گئی تھی۔

(۳)

ڈاکٹر مافٹ کہتا ہے کہ اس انجیل میں مسیحی ایمان کے اُمود اور عقائد کا ذکر

ثابت کرتا ہے کہ وہ نشوونما پایچکے تھے۔ لیکن جب ہم اس انجیل کا غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بھی ”گمان“ ہی گمان ہے اور حقیقت پر مبنی نہیں۔ چنانچہ اس انجیل میں آمد ثانی کے متعلق جو باتیں درج ہیں وہ وہی ہیں جو تھسلسنیکوں کے خطوط (نوشہ) اور اعمال کی کتاب کے پہلے ابواب میں پائی جاتی ہیں۔ جب ہم تھسلسنیک ۲: ۵-۸ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیات مقدس متی کی انجیل کے خیالات اور الفاظ کی صدائے یازگشت ہیں (۲۴: ۲۴)۔ انجیل اول کی تمثیلیں، سب انہی خیالات کی تائید کرتی ہیں (۲۴: ۲۴ تا ۲۵: ۳۰)۔ فرق صرف یہ ہے کہ مقدس پولوس ابن آدم کے دن کی بجائے خداوند کا دن لکھتا ہے۔ اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مقدس پولوس اس انجیل سے واقف تھے۔ پس یہ نکتہ اس کی بجائے کہ یہ ثابت کرے کہ انجیل متی پہلی صدی کے اواخر میں لکھی گئی تھی، اٹھایہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ابتدائی ایام کی تصنیف ہے۔

حق تو یہ ہے کہ جیسا ہمارے کہتا ہے یہ ماننا زیادہ آسان ہے کہ یہ انجیل نشہ سے پہلے لکھی گئی تھی کیونکہ اس واقعہ کے دس سال بعد یہ تسلیم کرنا آسان نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آیت ۲۸ کے مطابق ابھی نسل تمام نہ ہوئی کہ تمام تبدیلیاں واقع ہو جائیں گی۔

علاوہ ازیں اس انجیل میں آنحضرت کی ذات کا عقیدہ اپنی ابتدائی متادل میں ہی ہے۔ یسوع تاصری مسیح موعود ہے جو خدا کا محبوب ہے (۳: ۱۴)۔ ”وہ ابن آدم“ ہے جو دانی ایل نبی کے قول کے مطابق آسمان کے بادلوں پر آ بیگا اور آسمان کی بادشاہی قائم کرے گا۔ اس منزل سے یہ انجیل ایک قدم بھی آگے نہیں جاتی۔ جائے تعجب ہے کہ موجودہ زمانہ کے مصنف اس طرح لکھتے ہیں کہ گویا انجیل اول کا مصنف کوئی کٹر غالی قسین تھا۔ جس کی کتاب بتلائی ہے کہ خداوند مسیح نے ان تمام عقائد

پر مہر ثبت کر دی ہے جو آپ کی صلیبی موت کے دو تین پشتوں کے بعد کلیسیا میں مروج تھے۔

(۴)

ایک اور امر قابل غور ہے۔ اگر یہ انجیل پہلی صدی کے اواخر میں لکھی جاتی تو مغرب کی کلیسیا میں جن کی اکثریت غیر یہودی مشرکین سے خداوند کے قدموں میں آئی تھی، اس قسم کی انجیل کو قبول نہ کرتے جس کا مدعا ہی یہ تھا کہ وہ ثابت کرے کہ آنحضرت صرف یہود کے ہی مسیح موعود ہیں اور جس کا ہر صفحہ یہودیت کی اصطلاحات سے بھرا پڑا ہے۔ شے کے بعد کے زمانہ کے ساتھ اس انجیل کے مضامین کا تعلق کہیں نظر نہیں آتا۔ اس واقعہ ہائلہ کے بعد کس غیر یہودی کو یہ جاننے کی ضرورت تھی کہ یسوع ناصری فقط اہل یہود کا مسیح موعود ہے یا غیر یہودی کلیسیا میں تو اس مسئلہ توں پہلے اس بات کی قائل ہو چکی تھیں کہ آنحضرت نہ صرف اہل یہود کے مسیح موعود ہیں بلکہ تمام دنیا کی اقوام کے نجات دینے والے ہیں اگر یہ انجیل کلیسیا کے ابتدائی ایام میں نہ لکھی جاتی تو وہ غیر یہودی کلیسیاؤں میں کبھی رواج نہ پاتی لیکن شے سے پہلے یہ انجیل بکثرت نقل ہو کر ارض مقدس کے اندر اور باہر مقبول عام ہو کر خصوصیت کے ساتھ ”الانجیل“ کہلاتی تھی۔ چنانچہ دوسری صدی کے آغاز میں بعض آیات کلیسیا بھی اس کو ہی نام دیتے ہیں۔ لہذا یہ انجیل اپنی قدامت اور پائیدار اعتبار کی وجہ سے ہر جگہ مقبول تھی۔ ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جو علماء یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ انجیل پہلی صدی کے اخیر میں لکھی گئی تھی ان کے دلائل درحقیقت زور نہیں رکھتے۔ ان علماء کے برعکس ہمارے خیال میں ان علماء کے دلائل نہایت وزن دار ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ انجیل پہلی صدی کے پہلے نصف کے اختتام کے وقت یعنی شے کے قریب

لکھی گئی۔ بالفاظِ دیگر یہ انجیل واقعہ صلیب کے سترہ برس کے اندر اندر احاطہ
تحریر میں آگئی تھی۔

اس حصہ کی بحث کا ماحصل یہ ہے کہ انابیل متفقہ برتھیم کی تباہی سے
مردوں پہ لکھی گئی تھیں جب کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا تھا کہ اہل یہود کا
مقدس شہر تباہ و دیران ہو جائیگا، قدس الاقداس تدر آتش ہو جائیگا تو
یہود خستہ اور پرانندہ ہو جائے گی احمد یہود کی قومی روایات، ملی رسوم و رواج
اور شرعی پابندیاں سب کی سب یکسر ختم ہو جائیگی۔ قدیم تہیں انجیل کو مقدس
مقدس نے خداوند مسیح کی صلیبی موت کے سات برس کے اندر لکھا۔ مقدس متی نے
اپنی انجیل کو اس جائگاہ واقعہ کے ۱۷ برس کے اندر لکھا اور مقدس لوقا نے
اپنی انجیل کو مئی عالمین کی وفات کے پچیس سال کے بعد لکھا۔ ان انابیل کی اور
ان کے ماخذوں کی قدامت ان کی اصلیت پر گواہ ہے۔

پتا۔ آرم۔ بی۔ ایس۔ پریس لاہور میں باہتمام مسٹر دی۔ ایس۔ کے۔ فضل الرحمن پبلشر، سیکرٹری
پنجاب یونیورسٹی سوسائٹی انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی۔

قسیمیں معظّمہ آپدین برکت اللہ صاحب کی تصانیف

اردو تراجم

(۱) استحکام کی تیاری (۲) ضابطہ کلیسیائے ہند (۳) کلیسیائے ہند اور مسیحی خدام (۴) ملکِ صحت کی عدالت (۵) ۱۹۲۸ء نماز کی کتاب کے بعض حصے۔

پنجابی

(۱) ۱۹۲۸ء نماز کی کتاب کے چند حصے (ترجمہ)۔ (۲) نماز کی کتاب (۱۹۲۸ء) (ترجمہ) (۳) نان لقا۔ (۴) فجرِ شام دی عبادت (بجروں اردو و گورکھی)۔ (۵) گیت مالا (بجروں اردو و گورکھی)۔ (۶) پورن گورو (گورکھی)۔ (۷) دوعائے عام دی کتاب ۱۹۵۶ء (بجروں گورکھی)۔

دیگر تصانیف

(۱) مسیحیت اور سائنس۔
(۲) نور الہدیٰ۔ بحوابِ نیابیع المسیحیت (دو جلدوں میں)۔
(۳) صحتِ کتب مقدسہ۔ بائبل شریف کی کتابوں کی صحت کا ثبوت
(۴) دینِ فطرت۔ اسلام یا مسیحیت؟
(۵) کیا تمام مذاہب یکساں ہیں؟
(۶) دشتِ کربلا یا کوہِ گلوری؟

قسیمیں معظّمہ اچھڑدین برکت اللہ صاحب کی تصانیف

اردو تراجم

(۱) استحکام کی تیاری (۲) ضابطہ کلیسیائے ہند (۳) کلیسیائے ہند اور مسیحی عقائد (۴) ملکِ صحت کی عدالت (۵) شہداء نماز کی کتاب کے بعض حصے۔

پنجابی

(۱) شہداء نماز کی کتاب کے چند حصے (ترجمہ)۔ (۲) نماز کی کتاب (۱۹۲۸ء) (ترجمہ)۔ (۳) نانِ بقا۔ (۴) فجرِ قمرِ شام دی عبادت (بجروں اور دو گورنگھی)۔ (۵) گیت مالاد (بجروں اور دو گورنگھی)۔ (۶) پورن گورو (گورنگھی)۔ (۷) دھماکے عام دی کتاب (۱۹۵۶ء) (بجروں اور گورنگھی)۔

دیگر تصانیف

(۱) مسیحیت اور سائنس۔
(۲) نورِ الہدیٰ۔ بحیوالبینایع المسیحیت دو جلدوں میں۔
(۳) صحتِ قلبِ مقدّسہ۔ بائبل شریف کی کتابوں کی صحت کا ثبوت۔
(۴) دینِ فطرت۔ اسلام یا مسیحیت؟
(۵) کیا تمام مذاہب یکساں ہیں؟
(۶) دشتِ کربلا یا کوہِ کلوری؟

- (۷) اسرائیل کا نبی یا جہان کا مُنہجی ؟
- (۸) مسیحیت یا اشتراکیت ؟
- (۹) معجزہ قاناٹے گلیل - بحراب مولوی ثنا اللہ مرحوم
- (۱۰) ایللی - ایللی - لہا شبقنتنی - " " " "
- (۱۱) البوت الہی کا مفہوم - " " " "
- (۱۲) توضیح البیان فی اصول القرآن
- (۱۳) محمد عربی
- (۱۴) قورات موسوی اور محمد عربی -
- (۱۵) مسیحیت کی عالمگیری
- (۱۶) توضیح العقائد
- (۱۷) صلیب کے تلمیذ دار - پنجاب کے پہلے مشنریوں کے حالات -
- (۱۸) تاریخ کلیسیائے ہند حصہ اول - مقدس تو مارمول ہند
- (۱۹) " " " " - حصہ دوم - صلیب کے ہراول
- (۲۰) اناجیل اربعہ کی زبان اور چند آیات کا نیا ترجمہ
- (۲۱) کلمۃ اللہ کی تعلیم
- (۲۲) کلیسیائے پنجاب کا دانا معمار
- (۲۳) قدیمت و اصلیت اناجیل اربعہ - حصہ اول حصہ دوم -
- (۲۴) کیا کل مذاہب ایک خدا کے پاس جانے کے مختلف راستے ہیں ؟ (ٹریکٹ) -

CHAPTER IV (Section 1)

1. Horæ Synoptica pp. 168-73.
2. F. C. Burkitt, Gospel History and Its Transmission p. 128.

CHAPTER IV (Section 2)

1. Peake's Commentary p. 700 (b)
2. Exp. Times Aug. 1910, p. 523 note by Eugene Stock on the Date of the First Gospel.
3. Archdeacon Allen. St. Matthew (International Commentary) and A. T. Cadoux, 'Sources of the Second Gospel,' Exp. Times Jan. 1936 p. 161.
4. St. Matthew (Century Bible 1922) pp. 52-55.
5. George F. Moore, Judaism in the First Centuries of the Christian Era (Quoted by Filson, Origin of the Gospels) p. 186.

CHAPTER IV (Section 3)

1. Oxford Studies in the Synoptic Problem pp. 85 ff,
2. H. L. Jackson, The Present State of the Synoptic Problem in Camb. Biblical Essays p. 424.
3. G. C. Montefiore, The Synoptic Gospel Vol. I, p. XCI.
4. Burkitt, The Gospel History and its Transmission p. 191.

CHAPTER IV (Section 4)

1. Peake, Critical Introd. to N. T. p.123.
2. W. C. Allen, 'The Alleged Catholicism of First Gospel,' Exp. Times July 1910 pp. 439 ff.
3. Moffat, Introd. to the Lit of N. T. pp. 214 ff.
4. W. C. Allen, "Harnack and Moffat on the Date of the First Gospel." Exp. Times May 1911, pp. 349 ff.
5. Allen, "Recent Criticism of Synoptic Gospels." Exp. Times July 1909 pp. 445 ff.
6. B. W. Bacon, The Story of Jesus (1928) p. 33.

the Gospels, 2nd series (1924) ch. X. 'The Persecutions' pp. 56-72.

4. Manson, Mission & Message of Jesus p. 159.
5. Box, St. Matthew (The Century Bible) p. 268 and Allen, St. Mark. p. 122.
6. & 7. Archdeacon W. C. Allen, "Moffat's Introduction to the N.T." Exp. Times June 1911. p. 395.
8. Foakes Jackson & Kirsopp Lake, Beginnings of Christianity Part I, Vol. II, p. 393.
9. J. B. De Serviez, Lives of the Roman Empresses p. 142.
10. Josephus, Wars 2, 10, 184 ff,
11. C. C. Torrey, The Four Gospels p. 262.
12. F. C. Grant, The Earliest Gospel p. 62.
13. Barton, prof, Torrey's Theory of the Aramaic Origin of the Gospels in the J. T. S. Oct. 1935.
14. Blunt, St. Mark pp. (70-74)
15. Manson, Mission & Message of Jesus p. 159.
16. Dodd, Parables of the Kingdom p. 52 (note).
17. A. T. Cadoux, The Sources of the Second Gospel. See also Exp. Times for Jan. 1936 p. 161.

CHAPTER III (Section 5)

1. See H. D. A. Major, Jesus by an Eye witness, p. 11.
2. Bishop Blunt, St. Mark (Clarendon Bible) p. 29.
3. C. J. Cadoux, The Historic Mission of Jesus p. 12.
4. Epistle to Corinthians, Chapter V (Lightfoot's Translation)
5. Eusebius H. E. VI, 14.
6. Chapman, J. T. S. Vol. VI pp. 563—569.
7. Date of Acts, Harnack p. 130.
8. Archdeacon Allen, Gospel according to St. Mark (Oxford Church Biblical Commentaries) p. 2.
9. J. T. S. Vol. VI pp. 565-566.
10. Beginnings of Christianity Part I, Vol. II. pp. 251—56.

7. Gore's New Commentary on N. T. p. 234 Col. a
8. J. B. Lightfoot, Smith's Dict. of the Bible Vol. I, Part 1, p. 40 Col. b.
9. Sanday, Inspiration pp. 278-80.
10. B.W. Bacon, "Their Growth and Conflict" in Outline of Christianity by Peake & Parsons Vol. 1 p. 281.

CHAPTER II (Section 2)

1. Prof, J. M. Creed, The Gospel according to St. Luke (1930) pp. LXXII-V.
2. Findlay, Gospel according to Luke p. 12.
3. Dr. F. Blass, 'The Origin & Character of our Gospels., Exp. Times, May 1907.

CHAPTER II (Section 3)

1. Rackham, Acts CXV.
2. Streeter, The Four Gospels pp. 218-19.
3. Ibid, p. 218.
4. Rackham, Acts p. CXV.

CHAPTER III (Section 1)

1. F. C. Grant, The Earliest Gospel. pp. 175 ff.

CHAPTER III (Section 2)

1. T. R. Glover, Paul of Tarsus p. 201.
2. Robertson & Phummer, International Commentary on 1 Corinthians p. XXXIII.

CHAPTER III (Section 4)

1. C. H. Dodd, The Parables of the Kingdom p. 52 note.
2. Ibid p. 69.
3. G. C. Montefiore, The Synoptic Gospels (1927) Vol. 1, p. CIV, also see I, Abraham, Studies in Pharisaism and

CHAPTER I (Section 3)

1. George Salmon, Historical Introduction to N.T. pp. 317-321.
2. See also Encyclo, Biblica S.V. Acts, Col. 42 and Moffat's. Introd. to Lit of the N.T. p. 300.

CHAPTER I (Section 4)

1. Vita 29.
2. Schurr & Salmon, Hastings' Dict. of the Bible Vol. I. p. 30.
3. Foakes Jackson, Acts (Moffat's Commentary) pp. XIV-XV.
4. Foakes Jackson & Kirsopp Lake, Beginnings of Christianity Part 1, Vol. II, pp. 311-312.
5. Sanday, Inspiration. pp. 278—279.
6. Harnack, Luke the Physician p. 25 note.
7. Plummer, St. Luke p. XXIX.
8. Dr. F. Blass, The Origin and Character of our Gospels, in Exp. Times, May, 1907.

CHAPTER II (Section 1)

1. Grieve, Peake's Commentary p. 724.
2. Bishop Gore's Commentary p. 209 and Adeney St. Luke (Century Bible) p. 44.
3. Eusebius, Ecclesiastical History 3 C. 5.
4. Ibid, 3, 5, 8.
5. P. N. F. Young, The College St. Luke p. 344.
6. Dr. F. Blass, The Origin & Character of our Gospels, Exp. Times, May 1907. See also J.M. Creed, The Gospel according to St. Luke (1930 p. XXIII)

7. Hawkins, Horæ Synoptica p. 125.
8. Streeter, Sources of the Gospels in Outlines of Christianity Vol. 1, p. 303.
9. Burkitt, Gospel History and Its Transmission pp. 23-27.
10. Vincent Taylor, Formation of Gospel Tradition pp. 144-167.

PART III

CHAPTER I (Section 1)

1. Peake's Commentary p. 744.
2. Beginnings of Christianity Part I, Vol. II by Foakes Jackson and Kirsopp Lake (1922) p. 309.
3. Adeney, St. Luke (Century Bible) p. 42.
4. See W. M. Ramsay, The Church in the Roman Empire Before 170 (1893) also Beginnings of Christianity Part I, Vol. II, pp. 179-187.
5. Dr. J. Ironside Still, St. Paul on Trial (S.C.M.)
6. Foakes Jackson and Kirsopp Lake, Beginnings of Christianity Part I, Vol. II p. 309 note. See also Expositor Series 8 VIII pp. 511-23, XIII pp. 108-24, Cf M. Jones Expositor Series, 8. IX pp. 217-34. See also W. M. Ramsay, The Church in the Roman Empire Before 170 (1893).

CHAPTER I (Section 2)

1. The Beginnings of Christianity, Part I, Vol. I. p. 118.
2. Ibid p. 299.
3. H. R. Mackintosh, The Doctrine of the Person of Jesus Christ, p. 48.
4. Foakes Jackson, Acts (Moffat's commentary) p. XVI.
5. Harnack, Luke the Physician, p. 24.
6. Foakes Jackson, Acts (Moffat's Commentary) p. XVI.
7. J. Ironside Still, St. Paul on Trial (S.C.M.)

5. B. H. Streeter, Sources of the Gospels, in 'An Outline of Christianity, ed. by Peake and Parsons, Vol. I, p. 309.
6. T.W. Manson, The Teaching of Jesus p. 41.
7. Ibid p. 42.
8. Vincent Taylor, The Formation of the Gospel Tradition pp. 50-55. See also Prof. A. M. Perry's 'The Sources of Luke's Passion Narratives.
9. Prof. J.M. Creed, The Gospel according to St Luke p. LVIII note.

CHAPTER III (Section 2)

1. G. C. Montefiore, The Synoptic Gospels Vol. I. p. LXXXVI.

CHAPTER III (Section 3)

1. Streeter, Four Gospels, p. 222.
2. J.T.S. July—October 1943 p. 135.
3. Streeter, Four Gospels p. 183.
4. Sanday, The Bearing of Criticism upon the Gospel History in Exp. Times, December 1908.
5. Dodd, Apostolic Preaching and Its Development Lecture I,
6. The Mission and Message of Jesus p. 258.
7. J. M. Creed, The Gospel according to St. Luke. (1930) p. XII.
8. Dodd, Apostolic Preaching pp. 65-71.

CHAPTER IV

1. F. C. Burkitt, Gospel History and its Transmission p. 20.
2. Taylor, Formation of Gospel Tradition pp. 168-176.
3. Sir J. Hawkins, Horæ Synoptica 1st. ed. p. 64.
4. G. C. Montefiore, The Synoptic Gospels Vol. I. p. XCIX.
5. Ibid, Vol. I, pp. XCVII-VIII.
6. Streeter, Four Gospels pp. 200 ff.

CHAPTER II (Section 1)

1. St. Matthew, The Century Bible (1922) p. 25.
2. The Mission & Message of Jesus pp. 219—250.
3. B. H. Streeter, Sources of the Gospels, in an Outline of Christianity ed. Peake & P. Harson Vol. I p. 309.
4. The Mission & Message of Jesus. pp. 441-544.
5. T.W. Manson, The Teaching of Jesus (1939) p. 34.
6. G. F. Moore, Judaism Vol. 2, pp. 267 ff.
7. Vincent Taylor, The Formation of Gospel Tradition p. 54.
8. Barton, 'Prof. Torrey's Theory of Aramaic Origin of Gospels, J.T.S. Oct. 1943, p. 358.
9. W.C. Allen, Harnack and Moffat on the Date of the First Gospel,' Exp. Times, May 1911 pp. 349 ff.

CHAPTER II (Section 2)

1. Rew V. C. Macmunn, 'Who Compiled the Sermon on the Mt' Exp. Times, Feb. 1924.
2. Sir J. C. Hawkins, Horæ Synoptics p. 131.
3. Prof. B. W. Bacon, 'Five Books of Matthew against Jews, Expositor, January, 1918 pp. 56-66.
4. Quoted in St. Matthew (Century Bible) p. 43.
5. Rev. G.W. Kilpatrick, The Origin of the Gospel of St. Matthew (Oxford University Press)
6. Helps to the Study of the Bible (2nd ed. 1931) pp. 141-42.

CHAPTER III (Section 1)

1. Prof. H. J. Cadbury, 'The Knowledge Claimed in Luke's Preface' in Expositor December 1922, see also his commentary on Luke's Preface Part I. Vol. II of Beginnings of Christianity.
2. The Mission & Message of Jesus pp. 259-295.
3. Ibid pp. 545-638.
4. W. Sanday, The Bearing of Criticism on Gospel History Exp. Times, December 1908.

22. Bacon, Beginnings p. XXV.
23. F. C. Burkitt, The Earliest Sources for the life of Jesus (1910) pp. 93-94.

CHAPTER I (Section 2)

1. Dodd, Apostolic Preaching and Its Development Lec No. I.
2. A. Richardson, The Gospels in Making (S. C. M. 1928) pp. 82-93.
3. Formation of Gospel Tradition pp. 176-185,
4. G.C. Montefiore, The Synoptic Gospels. Vol. I. (1927) p. XXXII.
5. Blunt, St. Mark pp. 34-35.
6. Dr. R. Lumby, The Graphic and Dramatic Character of the Gospel of St. Mark. Expositor Vol. II, Oct. 1875 pp. 269-284.

CHAPTER I (Section 3)

1. Streeter, Synoptic Problem in Peake's one Vol. Commentary p. 673.
2. J. C. Hawkins, Synoptic Problem ed. by W. Sanday p. 29.
3. Horæ Synoptica (Oxford 1894) p. 89.
4. W. M. Ramsay, The Oldest written Gospel, in Expositor Vol. III, May, 1907.
5. Streeter, The Four Gospels. p. 157.
6. E. A. Abbot, The Four fold Gospels Section 1 p. 12.
7. Streeter, Four Gospels pp. 162, 164 ff. also quoted by Butler in The Originality of St. Matthew (1951) p. 167.
8. W.C. Allen, in J.T.S. Jan—April 1946 p. 46.
9. Blunt, St. Mark p. 36.
10. Burkitt, Gospel. History & its Transmission p. 66.
11. Ibid pp. 67-68.

PART II

CHAPTER I (Section 1)

1. Eusebius, Ecclesiastical History Bk. III. 39.
2. A.W.F. Blunt, St. Mark (Clarendon Bible 1935) p. 27.
3. Ibid. p. 65.
4. Streeter, Four Gospels. p. 20.
5. Burkitt, Earliest Sources of the Life of Jesus. p. 83.
6. A. W. F. Blunt, St. Mark. pp. 42-43.
7. Bishop Rawlinson's Commentary on Mark. See also Oxford Studies in the Synoptic Problem. p. 412.
8. Oxford Studies in the Synoptic Problem. pp. XXI, 176 & Burney. Poetry of Our Lord p. 8, Gores, Commentary on N. T. p. 39.
9. Burney, Poetry of Our Lord.
10. Gores' one Vol. Commentary N. T. p. 39.
11. M. Goguel, Jesus the Nazarene—Myth or History (1926) pp. 179-80.
12. H. R. Mackintosh, in Exp. Times Vol. XV. No. 8 pp. 356 ff.
13. Blunt, St. Mark. p. 42.
14. Archdeacon Buckley, "The Sources of the Passion Narratives in St. Mark's Gospel in J. T. S. April 1933. Also A.T. Cadoux in the Sources of the Second Gospel.
15. Vincent Taylor, Formation of Gospel Tradition p. 16.
16. Ibid p. 176.
17. Moffat Itrood, to the Lit of N.T. (1918) p. 209.
18. Vincent Taylor, The Apoalyptic Discourse of Mark XIII, Exp. Times Jan. 1949.
19. Charles Eschatology (2nd ed. 1913) p. 77.
20. Ven. E. R. Burkley, 'The Sources of Passion Narratives in St. Mark's Gospel in J.T.S 1933 pp. 138 ff.
21. F. C. Burkitt, J.T.S. for April 1935 pp. 186-8.

CHAPTER V (Section 1)

1. The Mission & Message of Jesus. p. 309.
2. Eusebius. H. E. III p. 39.
3. Expositions of the Oracles of the Lord, by Papias, Bishop of Hierapolis.
4. Sir W Ramsay, Luke the Physician. p. 89.
5. Vincent Taylor, Formation of the Gospel Tradition (1938) pp. 176-185.
6. The Mission & Message of Jesus (1928) p. 45.
7. B. W. Bacon, The Story of Jesus (1928) p. 45.
8. W. C. Allen, Recent Criticism of the Synoptic Gospels'. Exp. Times July 1909 pp. 455 ff.
9. F. C. Burkitt, Gospel History & Its Transmission p. 133, also T. W. Manson, The Teaching of Jesus pp. 29-34.
10. Sir W. Ramsay, Luke the Physician p. 89.
11. A. Richardson, The Gospel in the Making (S.C.M. p. 24)
12. B S. Easton, The Gospel before the Gospels (1928) p. 41.
13. Vincent Taylor, Formation of the Gospel Tradition p. 94.
14. Burkitt, Gospel-History & Its Transmission pp. 195-6.
15. T. R. Glover, Paul of Tarsus p. 205.
16. Burkitt, Gospel-History & Its Transmission p. 263.
17. W. M. Ramsay, 'The Oldest Written Gospel' Expositor Vol. III, May 1907.
18. W. C. Allen, 'Recent Criticism of Synoptic Gospels', Exp. Times, July 1909. pp. 445 ff.
19. Filson, Origin of the Gospels p. 125.

CHAPTER V (Section 2)

1. Bishop Blunt, St. Mark. (Clarendon Bible 1935) p. 11.
2. Cyprian's Testimony against the Jews.
3. C. H. Dodd, According to the Scriptures (1953).

2. Quoted in Dr. Sanday's article, 'The Bearing of Criticism upon the Gospel History in Exp. Times, Dec. 1908. pp. 103 ff.
3. Wade, N.T. History (1922).
4. Burkitt, Gospel History and its Transmission (1907) p. 35.
5. Ibid, pp. 143-145 and 174.
6. Quoted by G. C. Montefiore in the Synoptic Gospels. Vol. I. p. XCIX.
7. G. A. Smith, Historical Geography of the Holy Land.
8. Quoted by Rev. R. Dunkerley in "The Reliability of the Gospels". Expositor, Aug. 1924.
9. Macaulay, Essay on Lord Bacon.
10. Expositor, Aug. 1924.
11. Introd. to Lit of the N. T. p. 50.
12. Salmon, Thoughts on the Textual Criticism of the N. T.
13. Dr. A. T. Robertson, Expositor, Feb. 1922.
14. Expositor, Aug. 1924.
15. Quoted in Dr. Sanday's article, "The Bearing of Criticism upon the Gospel History", Exp. Times Dec. 1908.
16. A. Richardson, The Gospels in the making. (S.C.M 1938) p. 20.
17. H. B. Swete, "The New Oxyrhynchus Sayings," Exp. Times. Vol. XV No. 11. p. 488 ff.

CHAPTER IV (Section 2)

1. R. H. Charles, Eschatology (2nd ed. 1953) pp. 154-155.
2. A. T. Cadoux, Essays in Christian Thinking and Lily Dougal and Emmet's The Lord of Thought.
3. T.R. Glover, Paul of Tarsus pp. 233-234.
4. C. H. Dodd, Apostolic Preaching pp. 65-71.
5. C. H. Dodd, The Parables of the Kingdom (1935) pp. 133-4.
6. C. J. Codoux, The Historic Mission of Jesus (1941) p. 12.

List of References

PART I

CHAPTER I

1. Philo, Leg ad Caium, 31.
2. Josephus, Against Apion. 1, 12, and 2, 26.
3. Fairweather, The Back ground of the Gospels pp. 25-26.
4. Edersheim, Jesus, the Messiah vol. I Ch. 9 pp. 227-232.

CHAPTER III

1. Dodd, Apostolic Preaching & Its Development Lecture 1 (pp. 1-75). Also Prof. A. M. Hunter's article. "The Unity of N. T." in Exp. Times, June 1947.
2. Rev. R. Dunkerley, The Reliability of the Gospels. Expositor Aug. 1924.
3. C. H. Dodd, According to Scriptures (1953).
4. B. H. Brans Comb Moffat, Commentary on Mark p. XXIV.
5. Vincent Taylor, The formation of the Gospel Tradition (1933) p. 45.
6. Ibid p. 46.
7. Ibid p. 49.
8. Ibid p. 48.

CHAPTER IV (Section 1)

1. Rev. Arthur Wright, "Prof. Stanton on the Synoptic Problem in Exp. Times for Feb. 1910 pp. 211 ff.

Printed at the P.R.B.S. Press
and Published by
Mr. V.S.K. Fazal, Secretary,
Punjab Religious Book Society,
Anarkali, Lahore.